لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

ترجمہ: اور ہم نے تم میں سے ہر ملت کو قانون اور راہِ عمل دی

فتاویٰ عالمگیری اردو جلد ۱۶

کتاب السرقۃ و کتاب السیر

حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کا عظیم الشان اسلامی شاہکار، فقہ حنفی کیلئے مستند دستاویز، اسلامی دستور کا مکمل انسائیکلوپیڈیا، جدید حواشی فٹ نوٹس سے مزین، اغلاط سے پاک، سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ

مترجم و محشی
مولوی مفتی کفیل الرحمن نشاط صاحب عثمانی فاضلِ دار العلوم دیوبند

ناشر
وسیم بک ڈپو۔ دیوبند ضلع سہارنپور یوپی

سول ایجنٹ
مکتبہ فیض القرآن۔ دیوبند ضلع سہارنپور یوپی

فتاویٰ عالمگیری اردو جز ۱۶

طبع اول ________ ایک ہزار

مطبوعہ ________ وسیم پرنٹنگ پریس دیوبند

قیمت ________ دو روپے ساٹھ پیسے ۲/۶۰

فہرست عنوانات فتاویٰ عالمگیری اردو جز نمبر ۱۶

ضروری اعلان

(۱) ـــــــ ممبران کرام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس ماہ سے ڈاک خانہ نے وی پی محصول ڈاک خرچ میں اضافہ کر دیا ہے جس کے سبب آئندہ پارہ کی وی پی دو روپے کے بجائے دو روپے پچاس پیسے کی ارسال ہوگی۔

(۲) ـــــــ تفسیر بیان السبحان کا عام ہدیہ دو روپے پچاس پیسے فی پارہ ہے جس پر تقریباً ایک روپیہ ۲۵ پیسے محصول ڈاک رجسٹری صرف ہوتا ہے۔

لیکن

(۳) ـــــــ مستقل خریداروں کو جو ایک روپیہ فیس ممبری بھیجکر ہمارے باضابطہ ممبر بن جاتے ہیں ان کو تفسیر بیان السبحان کے تمام پارے ایک روپیہ ۲۵ پچیس پیسے فی پارہ کے حساب سے ہم سپلائی کرتے ہیں۔ لیکن محصول ڈاک وی پی ہر حال میں سب صاحبان کو ہی تقریباً ایک روپیہ ۲۵ پیسے ہر ماہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح پر تفسیر دو روپے ۵۰ پیسے میں پہونچتی ہے۔ اس لئے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اگر کئی ممبران ایک ساتھ فیس ممبری بھیجکر ہمارے ممبر بن جائیں تو ایک جانے ہوئے تمام ممبروں کے لئے تفسیر بیان السبحان ایک ہی پیکٹ میں ارسال کر سکتے ہیں۔ اس طرح محصول میں سب کو بچت ہو جائے گی۔ ورنہ ایک روپیہ پچیس پیسے کے قریب ہر ماہ ہر ممبر کو بلا وجہ محصول برداشت کرنا پڑتا ہے۔ رسید کوپن پر ممبر حضرات اپنا پتہ انگریزی میں صاف تحریر فرمائیں۔

(۴) ـــــــ تفسیر بیان السبحان کے ۲۷ پارے ۳۴ جزوں میں مکمل ہو چکے ہیں۔ ہم نے ممبران کے اصرار پر پارہ الٓمّ سے پچیسویں پارہ تک پانچ پانچ پارے یکجا مجلد کرا دیے ہیں۔ جو صاحب مجلد منگوانا چاہتے ہیں وہ ہر وقت طلب کر سکتے ہیں پانچ پاروں کا ہدیہ چھ روپے پچیس پیسے، جلد بنوائی ۲۵/۱ ڈاک خرچ ۵/۷۵۔ یہ جلد ہم آپ کو رجسٹری سے ارسال کردیں گے آپ ۹/۲۵ کا منی آرڈر کر دیجئے۔ اس جلد کا وی پی نہیں بھیجا جائے گا۔ ممبری فیس ایک روپیہ الگ ہے۔ دوسری جلد پانچ پانچ پاروں کی تیار ہے جو حضرات منگانا چاہیں اوپر لکھے طریقہ سے منگا سکتے ہیں۔

اکیسویں پارہ سے ستائیسویں پارہ تک دو جزو کئے گئے چونکہ یہ پارے ضخیم تھے اس لئے ۲۱ سے ۲۵ تک دس جزوں کی دو جلدیں بنائی گئیں۔ اس کے علاوہ دس پارہ مجلد ۱۷/۵۰ میں مع ڈاک خرچ ارسال ہوتا ہے۔

(۵) ـــــــ فتاوی عالمگیری اردو کی پانچ پانچ پاروں کی جلدیں تیار ہیں دس جزوں کی جلد ۱۷/۵۰ پانچ جزوں کی جلد ۹/۷۵ کی ارسال ہوگی۔

منیجر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

کتاب السرقہ

یہ چار ابواب پر مشتمل ہے

پہلے باب میں سرقہ (چوری) اور اس کے ظاہر ہونے کی شکل ذکر کی گئی ہے۔ شرعاً سرقہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی عاقل بالغ شخص ایسے دس دراہم یا ان کی قیمت کے بقدر کوئی چیز خفیہ طریقہ سے لے لے اور چرالے کہ جو یقینی طور پر دوسرے کی ملک ہو (اختیار شرح مختار)

خفیہ طور پر لینے کا اعتبار خفیہ طریقہ سے لینے کے آغاز سے ہے یا آغاز یا انجام دونوں کا اعتبار ہوگا پس فرماتے ہیں کہ اگر چوری دن میں کی گئی ہو تو آغاز اور انجام دونوں کے لحاظ سے خفیہ طور پر لینے کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور سرقہ بوقت شب ہونے کی صورت میں خفیہ و پوشیدہ طور پر لینا محض ابتداء آغاز کے لحاظ سے معتبر ہوگا۔ (نہر الفائق) حتیٰ کہ اگر کوئی شخص بوقت شب خفیہ و پوشیدہ کسی مکان میں نقب لگائے اور اس کے بعد نقب لگانے والا مالک مال سے لڑ جھگڑ کر اور حاوی ہو کر مال لے لے یعنی (مثلاً) اس طرح کہ مالک بیدار ہو جائے درانحالیکہ چوری کرنے والا ہتھیاروں سے مسلح گھر میں داخل ہو اور مالک مکان وہاں اسے مال پر قبضہ سے روکے تو وہ مالک سے قتل و قتال اور مار دھاڑ کرے تو اس شکل میں بھی محض چور کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر وہ دن کے وقت مالک سے قتل و قتال کرے مثلاً پوشیدہ طور پر گھر میں نقب لگا کر داخل ہو اس کے بعد مال چوری سے نہیں بلکہ مالک سے لڑ جھگڑ کر اور اس پر حاوی ہو کر وصول کرلے تو اس صورت میں لینے والے کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم کیا جائیگا۔ (محیط سرخسی)

سرقہ کی مقدار جس پر ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے ایسے دس دراہم ہیں جن پر وزن سبعہ کا ٹھپہ (مہر) ہو (عنایہ) اور اگر چرائی گئی چیز کا وزن غیر مضروبہ (غیر مروجہ ٹھپہ شدہ) دس دراہم کے بقدر ہے یا ایسے دس دراہم کی قیمت کے بقدر سامان و اسباب ہو تو درست قول کے مطابق اس چوری کے باعث چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ایسا آدھا دینار جو ایسے پرچس کی قیمت دس دراہم کے بقدر ہو ہمارے (احناف) کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کا موجب ہوگا اور ایسا دینار جو اتنے پرچس کی قیمت دس دراہم تک پہونچی ہو ہاتھ کاٹنے کا موجب ہوگا (بحر الرائق)

اگر ایسے دس کھوٹے دراہم جن میں تانبہ یا پیتل کی بہ نسبت چاندی کی مقدار غالب ہو روایت ظاہر کے مطابق

ف ۱ یعنی حکم سرقہ کا نفاذ ہوگا۔

انکے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا اسی قول کو زیادہ صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص دس درہم کھوٹے یا نبہرہ[1] یا ستوقہ چرائے تو اس چوری کے باعث ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا البتہ اگر ایسے دراہم اتنی مقدار میں ہوں کہ انکی قیمت دس کھرے دراہم کے بقدر یا اس سے زیادہ ہو جائے تو ہاتھ کاٹے جانے کا حکم ہوگا (بحر الرائق)

جب چوری شدہ مال کی قیمت لگانی لازم ہو جائے تو اسکی قیمت کا اندازہ کس نقد (دراہم وغیرہ) سے کریں گے یا اس قسم کے نقد سے جو شہر کے اندر لوگوں کے درمیان مروج ہو امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان شہر میں عموماً رائج شدہ دراہم سے اندازہ کریں گے اور بحوالہ حسنؒ امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ ایسے دس دراہم کے ساتھ اندازہ کریں گے جو شہر کے اندر لوگوں کے درمیان زیادہ رائج نہ ہوں اور کمیاب ہوں حتیٰ کہ شک پیدا ہو جانے پر ہاتھ کاٹنا واجب نہ رہے گا (محیط) بعض فقہاء اسی قول کو پسندیدہ مختار قرار دیتے ہیں۔ (خزانۃ المفتین)

اگر اندازہ کرنے والا محض ایک شخص ہو یا اندازہ کرنے والوں کے درمیان اختلاف رائے ہو یعنی کسی کا اندازہ یہ ہو کہ اس کی قیمت بقدر نصاب یعنی دس دراہم کے بقدر ہے اور کسی کا اندازہ یہ ہو کہ اس کی قیمت دس دراہم سے کم ہے تب بھی ہاتھ قطع نہ کرنے کا حکم ہوگا (محیط) قیمت ایسے دو عادل شخصوں کے قول سے ثابت ہوگی جن کو قیمت کا اندازہ لگانے اور پہچاننے میں مہارت حاصل ہو (تبیین) نصاب یعنی دس دراہم کی تکمیل چور کی چوری کردہ شے کے اعتبار سے ہوگی مالک کے ایک یا کئی ہونے کے لحاظ سے نہ ہوگی۔ اسی بنا پر اگر کوئی چور ایک گھر میں سے دس آدمیوں کے مال میں سے ایک ایک درہم چرالے اور اس طرح دس دراہم پورے ہو جائیں (مشترعاً) اس کے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (محیط) لیکن شرط یہ قرار دی گئی ہے کہ منزل اور گھر کا حصہ ایک ہی ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص گھر کی ایک منزل سے پانچ کھرے دراہم اور دوسری منزل سے پانچ کھرے دراہم چرالے تو اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر کسی دار (بڑے احاطہ) میں مختلف و متعدد گھر ہوں تو ان کا حکم ایک گھر کا سا ہوگا۔ لہٰذا اگر ایک دار کے اندر دس گھر ہوں اور ہر گھر میں ایک شخص رہائش پذیر ہو اور چور ہر گھر کی رہائش پذیر شخص کا ایک ایک درہم چرالے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اور ایک دار کے اندر مختلف و متعدد کمرے ہوں تو ان کا حکم ایسا نہ ہوگا۔ (بحر الرائق) ہاتھ کاٹے جانے کی شرط یہ بھی قرار دی گئی ہے کہ چور سارے دراہم ایک ہی دفعہ میں نکال لائے۔ اگر وہ بعض دراہم نکال لائے اس کے بعد داخل ہو کر باقی دراہم نکال کر لائے تو ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (نہر الفائق)

اور اسے ظاہری طور پر نکال کر لائے لہٰذا اگر کوئی شخص ایک دینار تو نگل لے اور باقی (نو) دینار نکال لائے تو اس کے ہاتھ کے قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا اور اس کا انتظار نہ کریں گے کہ چور کے پاخانہ میں یہ دینار نکلے بلکہ چور پر اسی جیسے دینار کا ضمان لازم آئیگا (ظہیریہ)، جو آدمی چوری کرنے والے کا محافظ و مددگار رہیگا روایت کے ظاہر کے مطابق اس کے ہاتھ کے بھی قطع کرنے کا حکم کیا جائیگا (ظہیریہ) اگر چوری کرنے والا ایک گروہ ہو اور ان کا مددگار ایک ہو تو ان سب کے ہاتھ قطع کرنے کا حکم ہوگا مگر استحساناً شرط یہ قرار دی گئی ہے کہ ہر شخص کے حصہ میں نصاب یعنی دس دراہم کی مقدار آئے چاہے اس مکان سے جس میں چوری کی ہو سارے اس مددگار و محافظ کے ساتھ نکلیں یا اس کے نکلنے کے فوراً بعد نکلے ہوں یا وہ ان سب کے نکل جانے کے بعد فوری طور پر

[1] کھوٹا درہم جس پر چاندی کا ملمع ہو۔

نکلے۔ اگر چوروں میں کوئی چور نابالغ یا پاگل یا معتوہ (مخبوط الحواس) یا جس شخص کا مال چرایا جا رہا ہو اس کا ذی رحم محرم ہو تو اس صورت میں ان میں سے کسی کے بھی ہاتھ کے قطع کرنے کا حکم ہوگا (نہر الفائق)

کوئی شخص کسی شخص کے دس دراہم چرالے اس کے بعد جس آدمی کے مال کو چرایا ہو وہ موت کی آغوش میں سو جائے پھر اس مرنے والے کے دس وارث قرار پائیں تو انھیں ذکر کردہ چوری کے باعث چور کا ہاتھ کٹوا دینے کا حق حاصل ہوگا اور اگر ان ورثاء میں سے بعض موجود نہ ہوں تو تاوقتیکہ سب حاضر نہ ہوجائیں چور کے ہاتھ کے قطع نہ کرنے کا حکم کیا جائیگا۔ اگر زید عمرو کو وکیل مقرر کرے کہ مجھے میرے حق کے طلب کرنے کا اختیار حاصل ہے پھر عمرو خالد کو جو کہ زید کے دس دراہم چرانے کا اقرار کر چکا ہو پکڑلے تو عمرو کو خالد سے ان اقرار کردہ دس دراہم کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا لیکن اس صورت میں چوری کرنے والے کے ہاتھ کے کاٹنے کا حکم کریگا۔ اور اگر وکیل کی خاطر خالد کے اوپر دس دراہم کی ڈگری کردی جائے۔ اس کے بعد وکیل بنانے والا خود حاضر ہو جائے تب بھی میں خالد کے ہاتھ کے قطع کرنے کا حکم نہیں کرونگا (محیط سرخسی) چوری کی بنا پر ہاتھ کاٹے جانے کا حکم غلام اور آزاد دونوں کیلئے یکساں ہے (ہدایہ) سرقہ اس وقت ثابت ہوگا جبکہ دو باتوں میں سے ایک بات پائی جائے یعنی شاہد شہادت دیں یا مجرم اپنے آپ اعتراف کرلے۔ لہٰذا اگر سرقہ اعتراف واقرار کی بنا پر ثابت ہو تو قاضی چوری کرنے والے سے پوچھے گا کہ سرقہ کسے کہتے ہیں۔ اگر وہ سرقہ کی تعریف وشکل بیان کردے تو قاضی اس سے پوچھے گا کہ کس چیز کی چوری کی ہے پس اگر چرائی گئی چیز مال ہو تو اسکی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کا وجوب ہوگا لہٰذا اگر وہ مال کی جنس بیان کرے تو اس سے مال کی مقدار کے متعلق پوچھا جائیگا۔ یہ بات اس چیز کے مجلس قضا میں حاضر و موجود نہ ہونے کی شکل میں ہوگی۔ اور اگر مجلس قضا میں وہ شے موجود ہو اور جس شخص کی یہ شے چرائی ہو وہ دعویدار بھی ہو پس چور چرانے کا اعتراف کرلے تو اس صورت میں قاضی کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ چرائی گئی شے اور اسکی مقدار کے بارے میں پوچھے بلکہ چوری کردہ شے کو دیکھے گا کہ اگر اس شے کے چرانے کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا جاسکتا ہو تو ہاتھ قطع کردینے کا حکم کردیگا ورنہ حکم نہ کریگا۔ اس کے بعد قاضی پوچھے کہ تونے کس نوعیت سے چرائی۔ اس کے بعد مکان وجگہ کے بارے میں پوچھے گا لیکن وقت کے متعلق نہیں پوچھے گا خواہ اس کے اندر زیادہ عرصہ بیت جانے کا احتمال کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد اس سے پوچھے گا کہ کس کے مال کی چوری کی ہے پھر جب وہ یہ ساری باتیں درست طریقے سے بیان کردے تو قاضی اس کے ہاتھ کے کاٹے جانے کا حکم کریگا۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک بار اقرار و اعتراف کرلینا کافی ہوگا (محیط) باعثِ استحباب یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین اسے تلقین کرے تاکہ وہ چوری کا اقرار نہ کرے (ظہیریہ)

نیز بہتر یہ ہے کہ اقرار کرنے والے کو اپنے اقرار سے باز آنے اور اپنے اقرار سے منکر ہوجانے کی تلقین کی جائے تاکہ خلیفہ کو اس بڑے حد کے اٹھا لینے کا موقع مل جائے۔ اگر وہ اپنے اقرار سے پھر جائے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹے جانے کا حکم ہوگا۔ البتہ اگر مال تاوان واجب ہو رہا ہو اور وہ اس سے منحرف ہوجائے تو یہ انحراف وپھر جانا درست نہ ہوگا اور اس کے اوپر مال تاوان واجب رہے گا (اختیار شرح مختار)

اگر کوئی شخص اقرار کرے کہ اس نے فلاں شخص کے سو دراہم چرالئے ہیں۔ اس کے بعد کہے کہ میں نے [1]

---

۱ یعنی دس دراہم نہ ہوں یا وہ شے دس دراہم کی قیمت تک نہ پہنچتی ہو۔

کا شکار ہو گیا۔ در اصل ہم نے فلاں کے نہیں بلکہ فلاں کے سو دراہم چوری کئے ہیں تو اس صورت میں دونوں اشخاص میں سے کسی کی بھی خاطر اس کا ہاتھ نہیں کاٹیں گے البتہ اس پر واجب ہو گا کہ ان دونوں اشخاص کو اعتراف کردہ سو سو دراہم لوٹائے (محیط سرخسی)

اگر کوئی شخص چوری کا اعتراف کرنے کے بعد اس سے رجوع کر لے اس کے بعد مال کے بعض حصہ کا اعتراف کرے تو اس کے ہاتھ کے نہ کاٹے جانے کا حکم کیا جائیگا (عتابیہ) قدوری کے اندر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اعتراف کرے کہ میں نے ان دراہم کی چوری کی ہے اور میں اس سے آگاہ نہیں کہ ان دراہم کا مالک کون ہے یا کہے کہ میں ان دراہم کے مالک کو پہچانتا نہیں تو اس صورت میں اس کے ہاتھ کے نہ کاٹے جانیکا حکم ہو گا (ذخیرہ) امام محمدؒ جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ دو شخص یہ اعتراف کریں کہ ہم نے ان سو دراہم کی چوری کی ہے۔ اسکے بعد ان میں سے ایک شخص کہے کہ یہ تو میرا مال ہے تو اس صورت میں دونوں میں سے کسی کا بھی ہاتھ نہ کاٹے جانے کا حکم ہو گا چاہے دونوں میں سے ایک نے یہ بات فیصلہ قاضی سے پہلے یا قاضی کے حکم کے بعد ہاتھ قطع کئے جانے سے پہلے کہی ہو امام ابو حنیفہؒ نے کتاب "اصل" کے اندر یہی صراحت و وضاحت فرمائی ہے کیونکہ حدود کے سلسلہ میں قضاء و فیصلہ قاضی شبہ کی بنا پر نا قابل نفاذ ہو جاتا ہے۔ اگر دونوں شخص میں سے ایک یہ اعتراف کرے کہ فلاں شخص نے اور میں نے اس کپڑے کی جو ہمارے ہاتھوں میں ہے فلاں شخص کے یہاں سے چوری کی ہے تو امام محمدؒ نے کتاب "اصل" کے اندر اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے اس کی دو شکلیں قرار دی ہیں۔ (۱) دوسرا شخص اس کے قول کے اقرار کی تصدیق کرے لہذا اس شکل میں متفقہ طور پر دونوں کے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہو گا (۲) دوسرا اس کے قول کو جھٹلائے تو اس کی دو صورتیں ہونگی۔ (۱) دوسرا شخص یہ کہتا ہو کہ میں نے اس کپڑے کی چوری نہیں کی بلکہ میں ہی اس کپڑے کا مالک ہوں۔ اس صورت میں دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کے قطع کرنے کا وجوب نہ ہو گا۔ (۲) دوسرا شخص کہے کہ نہ میں نے چوری کی اور نہ میں یہ پہچانتا ہوں کہ کپڑا کس قسم کا ہے۔ اس شکل کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ اقرار کرنے والے کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم فرماتے ہیں۔ رہ گیا منکر تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک انکار کرنے والے کا ہاتھ قطع نہ کرنے کا حکم ہو گا۔ (محیط)

اگر دوسرا شخص اس کے قول کی تصدیق نہ کرنے کے بعد اس سے منکر ہو جائے تو اس صورت میں متفقہ طور پر اسکے ہاتھ کے قطع نہ کئے جانے اور کاٹنے کے حکم کے ساقط ہونے کا حکم ہو گا۔ (عتابیہ) اگر دونوں اشخاص میں سے ایک شخص کہے کہ ہم نے اس کپڑے کی فلاں شخص کے یہاں سے چوری کی ہے اور دوسرا کہے کہ تو نے جھوٹ کہا ہم نے چوری نہیں کی ہے مگر یہ فلاں شخص کا کپڑا ہے تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اقرار کرنے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے اور انکار کرنے والا کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم کیا جائیگا۔ کوئی شخص دوسرے شخص کے بارے میں سرقہ و چوری کا مدعی ہو اور دعوی کیا گیا شخص انکار کرے تو اس صورت میں انکار کرنے والے سے حلف لیا جائیگا۔ پس اگر وہ حلف سے انکار کرے تو اس کا ہاتھ تو قطع نہیں ہو گا البتہ مال کے ضمان کا وجوب ہو گا۔ اور اگر وہ اقرار کر لینے کے بعد اقرار سے پھر جائے اور اس سے انکار کر دے تو ہاتھ نہ کاٹے جانے کا حکم ہو گا مگر مال کا ضمان لازم آئیگا (سراج الوہاج)

اگر زید چوری کا انکار کرے اور عمرو کہے کہ زید نے چوری نہیں کی بلکہ میں نے چوری کی ہے اور جس کے مال کی چوری کی ہو وہ بھی عمرو کے قول کی تصدیق کر دے تو عمرو کے ہاتھ کے کاٹے جانے کا حکم کیا جائیگا۔ اور اگر وہ شخص اول زید کی تصدیق کرے پھر عمرو کی تو نہ ہاتھ کاٹنے کا وجوب ہو گا اور نہ مال کا ضمان لازم آئیگا۔ کیونکہ دوسرے کے قول

کی تصدیق کرنا اس (پہلے) کی تکذیب (جھٹلانا) ہے (عتابیہ)

اگر وہ شخص جس کے مال کی چوری کی ہو پہلے شخص کے قول کی تصدیق کرنے کے بعد کہے کہ اس مال کی چوری پہلے شخص نے نہیں کی بلکہ دوسرے نے کی ہے تو اس صورت میں دونوں اشخاص میں سے کسی کے ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا اور پہلے شخص پر مال کا بھی وجوب نہ ہوگا اور دوسرے شخص پر مال کا ضمان لازم آئیگا (محیط سرخسی) اگر مال کا مالک پہلے شخص کی قول کی تصدیق کرے۔ اس کے بعد دوسرا شخص اقرار کرے اور وہ اس کے بھی قول کی تصدیق کرے تو دوسرے اقرار کرنے والے پر مال کے ضمان کا وجوب ہوگا اور اگر چوری کا اقرار کرے۔ اس کے بعد مالک غصب (چھین لینے) کا مدعی ہو یا اس کے برعکس صورت ہو تو ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا البتہ اس پر مال کا ضمان لازم آئیگا (عتابیہ)

اگر مالک صرف لفظ "نہیں" کہے اور خاموش ہو جائے اس کے بعد کہے بلکہ تو میرے مال کو مجھ سے بطریق غصب لے چکا ہے تو غصب کرنیوالے پر مال کا ضمان لازم آئیگا۔ اگر چوری کرنیوالا اعتراف کرے کہ میں نے اس بچہ کے ہمراہ یا اس گونگے کے ہمراہ چوری کی ہے تو اس صورت میں اس کے ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (محیط سرخسی) اگر چار اشخاص چوری کرنے کا اعتراف کریں اسکے بعد دو شخص اقرار سے رجوع کرلیں تو ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر دو شخص اقرار کرلیں۔ اسکے بعد ایک ان میں سے رجوع کرلے تب بھی اسی حکم کے برقرار رہنے کا حکم کیا جائیگا (عتابیہ)

اگر زید یہ اعتراف کرے کہ میں نے عمرو کے اس کپڑے .... کی چوری کی ہے اور عمرو یہ اقرار کرے کہ اس کپڑے میں سے آدھے کا مالک زید ہے یعنی عمرو زید سے کہے کہ اسمیں سے آدھے کا مالک تو ہے اور زید منکر ہو اور اسے تسلیم نہ کرتا ہو تو اس صورت میں اس کے ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (محیط) اگر چور کہے کہ میں نے یہ چیز فلاں شخص کے یہاں سے چرائی ہے اور اب وہ چیز جسکے ہاتھ میں ہے میں نے اسکے پاس امانتاً رکھی یا کہے کہ اس کو ہبہ کردی یا کہے کہ اس نے مجھ سے بطریق غصب لی ہے۔ اور قبضہ کرنے والا اسے تسلیم نہ کرتا ہو اور منکر ہو تو چوری کرنے والے کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور قبضہ کرنے والے پر واجب نہ ہوگا کہ اسکے قول کی تصدیق کرے (عتابیہ)

اگر زید یہ اقرار کرے کہ وہ اور عمرو و خالد کے ہزار دراہم چوری کر چکے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے آخری قول کے مطابق اس کے شریک کا انتظار کئے بغیر[1] اقرار کرنے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں (ظہیریہ) نوادر بشر میں امام ابویوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر وہ اعتراف کرے کہ میں نے تو نہیں بلکہ دس دراہم چرائے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے قیاس کے مطابق اسی کے قول پر اس کا ہاتھ قطع کردینا واجب نہ ہوگا (محیط) منتقی کے اندر لکھا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کے مال میں سے سو دراہم کی چوری نہیں کی بلکہ دس دینار چرائے۔ تو اس صورت میں دس دیناروں کے باعث اس کا ہاتھ قطع کیا جائیگا اور اس پر سو دراہم کا ضمان لازم آئیگا۔ یہ ساری تفصیل اس شکل میں ہے جبکہ وہ شخص جس کا مال چرانے کا اعتراف کیا گیا ہے دونوں مالوں کے بارے میں مدعی ہو۔ امام ابوحنیفہؒ یہی فرماتے ہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں نے سو دراہم کی چوری نہیں کی بلکہ دو سو دراہم (چرائے) تو اس صورت میں اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا مگر اس پر ضمان لازم نہ آئیگا۔ یہ حکم اس شکل میں ہے جبکہ وہ شخص جس کے مال کی چوری کا اعتراف کیا ہے محض دو سو دراہم کا مدعی ہو۔ (محیط سرخسی) اگر وہ کہے کہ میں نے چوری کی دو سو دراہم کی نہیں کی بلکہ سو دراہم کی" تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹیں گے۔ اور اس کے اوپر دو سو دراہم کا ضمان لازم ہوگا کیونکہ وہ دو سو دراہم کی چوری

---

[1] یعنی اس سے قطع نظر کہ شریک چوری کرنا تسلیم کرے یا نہ کرے۔

کے اعتراف کے بعد اس سے پھر از منکر ہوا ہے لہٰذا ضمان کا وجوب ہوگا اور ہاتھ قطع کرنا لازم نہ ہوگا اور سو دراہم کا اعتراف درست نہ ہوگا کیونکہ جس شخص کے یہاں چوری کا اقرار کیا ہے وہ اس کا مدعی نہیں۔ اور اگر اس کے دو سو دراہم کے بجائے سو دراہم چرانے کا اعتراف کرنے کی مسروق منہ جس کے مال کو چرایا ہے تصدیق کردے درست قرار دے تو چوری کرنے والے پر ضمان کا بھی وجوب نہ ہوگا (فتح القدیر)، اگر کہے کہ میں نے فلاں شخص کے دس دراہم کی چوری نہیں کی بلکہ اس دوسرے فلاں کے نو دراہم چرائے، تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں پہلے شخص کو دس دراہم دلوانے کا حکم کرونگا اور دوسرے کی خاطر ہاتھ قطع کرنے کا حکم کرونگا۔ امام ابویوسفؒ فرمایا کرتے تھے کہ تاوقتیکہ وہ مزید ایک بار دوسرے کے دراہم چرالینے کا اقرار نہ کرلے اس کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم نہ ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی جانب رجوع کرلیا اور اسی کے قائل ہوگئے (محیط سرخسی)،

منتقی کے اندر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراف کرے کہ میں نے فلاں شخص کے دس دراہم کی چوری نہیں کی بلکہ میں نے فلاں شخص کے یہ دراہم چرائے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میں اس شکل میں ہاتھ قطع کرنے کا حکم نہیں کرونگا بلکہ دونوں اشخاص کیلئے اس پر دس دراہم کا ضمان لازم کرونگا (ظہیریہ)،

اگر کوئی کہے کہ میں نے فلاں شخص کا سو دراہم کی قیمت کا کپڑا چرالیا ہے۔ اس کے بعد کہے کہ نہیں بلکہ میں نے فلاں دوسرے شخص کا کپڑا چوری کیا ہے تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ پہلے شخص کے باعث ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا اور دوسرے کی خاطر ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا (محیط سرخسی)، نابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی سرقہ (چوری) کا اقرار (اعتراف) کرے تو اسے درست قرار نہ دیں گے۔ اور اگر لڑکے کو احتلام ہونا یعنی حد بلوغ کو پہنچ چکا ہو یا اس کی ہمبستری کی بنا پر حمل رہ جائے یا لڑکی کو ماہواری آجائے یا اسکے حمل قرار پا جائے اس کے بعد وہ اقرار کرے تو یہ اقرار درست ہوگا (محیط)

اگر کوئی شخص چوری کا اپنی مرضی سے اعتراف کرے اس کے بعد کہے کہ یہ سامان تو میرا ہی ہے اور میں نے اس شخص کے پاس امانتاً رکھدیا تھا یا کہے کہ یہ مال میں اس سے اس مال کے بدلے جو میرا اس پر واجب ہے بطور رہن لے چکا ہوں تو اس شخص پر سے ہاتھ کاٹنے کا حکم اٹھالیا جائیگا اور اس کا ہاتھ نہ کاٹیں گے۔ جیسے اگر شاہدوں کے ذریعہ سرقہ وچوری ثابت ہوجائے اس کے بعد وہ شخص اسی طرح کہے تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا۔ اگر قاضی کسی چور کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم شاہدوں کی گواہی کے باعث یا چور کے اقرار کرلینے کی بنا پر دے۔ اس کے بعد جس شخص کا سامان چرایا گیا ہو وہ کہے کہ اس نے میرے سامان کی چوری کی ہے اور یہ سامان امانتاً میرے پاس رکھتا تھا یا کہے کہ میرے شاہدوں نے جھوٹ شہادت یا وہ جھوٹ اقرار کرلے یا ان باتوں کی مانند اور بات ہو تو چوری کرنیوالے کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ساقط قرار دیا جائیگا۔ (محیط)، اگر کوئی شخص اکراہ (زبردستی) کی بنا پر چوری کا اقرار کرلے تو اس کے اقرار کو باطل یا کالعدم قرار دیں گے۔ بعض متاخرین (بعد کے فقہاء) اس اقرار کے درست وصحیح ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ (ظہیریہ)، جس شخص پر چرانے کا دعویٰ کیا ہو اگر وہ سرقہ کا انکار کرے تو فقیہ ابوبکر الاعمشؒ سے منقول ہے کہ اس شکل میں حکم کا مدار خلیفۃ المسلمین کی غالب رائے کے اوپر ہوگا۔ اگر وہ اپنے غالب گمان ورائے کی رو سے اسے چور قرار دیتا ہو اور سمجھتا ہو کہ مال اسی کے پاس ہے تو اس کو سزا دیدے۔ امام المسلمین کیلئے ایسا کرنا درست ہے اکثر مشائخ کے نزدیک امام المسلمین کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے تعزیر (سزا) دے مثلاً اسے چوروں کے ہمراہ جاتے ہوئے دیکھے تو اسے (تنبیہ کی خاطر) سزا و تعزیر کا حق حاصل ہوگا (ذخیرہ)

زید عمرو کے بارے میں دعویٰ کرے کہ اس نے چوری کی ہے تو دعویٰ کرنے والے پر واجب ہوگا کہ وہ گواہ پیش کرے

اور دعویٰ کیے گئے شخص پر حلف کا وجوب ہوگا اور زدوکوب کرنا خلافِ شرع ہوگا اس کا فتویٰ نہ دیں گے کیونکہ مفتی کا فتویٰ شریعت کے موافق ہونا چاہیے۔ زید عمرو کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اس نے چوری کی ہے اسے بادشاہ کے سامنے پیش کردے اور یہ درخواست کرے کہ بادشاہ اسے سزا دیدے تاکہ وہ چوری کا اقرار کرلے اس کے بعد بادشاہ اسے ایک یا دو بار زدوکوب کرواکر قیدخانہ میں لوٹادے۔ پھر عمرو کو یہ اندیشہ ہو کہ بادشاہ اسے سزا دیگا اس بنا پر وہ قیدخانہ کے اوپر چڑھکر وہاں سے گرجاتے اور موت کی آغوش میں جاجائے اور اسے قیدخانہ میں رہنے کے ساتھ ساتھ ناحق و ناجائز طور پر مال دینے کا نقصان بھی برداشت کرنا پڑا ہو۔ اس کے بعد یہ بات ظاہر ہو کہ چوری عمرو نے نہیں بلکہ خالد نے کی تھی تو اس صورت میں عمرو کے وارثین کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ زید سے عمرو کی دیت (خونبہا) اور جو کچھ اسے مالی نقصان ہوا کل وصول کرلیں کیونکہ یہ سارا نقصان زید ہی کی وجہ سے ہوا ہے اور زید اس نوع سے بادشاہ کو ابھارنے اور اس سبب کے پیدا کرنے میں ظالم تھا (فتاویٰ کبریٰ) اگر چوری کا اقرار کرنے کے بعد بھاگ جائے تو نہ فوری طور پر اس کا تعاقب کریں گے اور نہ بعد میں اس کا تعاقب کیا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر شاہدوں کی گواہی کے ذریعہ اس کا چوری کرنا ثابت ہوجائے۔ اسکے بعد بھاگے تو فوری طور پر اس کا تعاقب کرنے اور ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ (محیط)

اگر کوئی شخص کہے "انا سارقٌ هذا الثوبَ" (میں اس کپڑے کا چرانے والا ہوں) یعنی ق کو تنوین دے اور ب کو زبر دے تو اسکے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر وہ اضافت کے ساتھ اس طرح کہے "سارقُ هذا الثوبِ" تو اس صورت میں اسکے ہاتھ کے کاٹے جانے کا حکم ہوگا۔ (ظہیریہ) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زید کا غلام اپنے پاس دس دراہم رکھتا ہو اور وہ یہ اقرار کرے کہ اس نے یہ دس دراہم عمرو کے چرائے ہیں۔ اس صورت میں اگر غلام اس طرح کا ہو کہ اسے آقا نے تجارت کی اجازت عطا کر رکھی ہو یا مکاتب[1] ہو۔ اور وہ اس قسم کے مال کی چوری کا اعتراف کرے جو اس کے ہاتھوں ضائع ہوچکا ہو یا موجود ہو تو اس کے اقرار کو ہاتھ قطع کئے جانے اور مال کے ضمان یعنی دونوں کے سلسلہ میں درست قرار دیں گے لہٰذا اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور چوری کردہ مال موجود ہونے کی شکل میں لوٹادینے کا حکم ہوگا اور اگر غلام ایسا ہو کہ اسے کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہ ہو اور اس مال کے چرانے کا اعتراف کرے جسے وہ تلف کرچکا ہو تو اس کے اقرار کو (محض) ہاتھ قطع کئے جانے کے حق میں درست قرار دیں گے۔ اگر غلام اس طرح کے مال کے چرانے کا اقرار کرے جو جوں کا توں اس کے پاس موجود ہو اور اس کا آقا اس کے قول کی تصدیق کردے تو غلام کا ہاتھ کاٹے جانے کا حکم ہوگا اور چوری کردہ مال اس کے مال کو لوٹادیں گے اور آقا مال کے بارے میں غلام کے قول کو جھٹلاتے ہوئے اس مال کو اپنا قرار دے تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق غلام کا اقرار ہاتھ قطع کئے جانے اور مال دونوں کے حق میں معتبر اور درست ہوگا۔ لہٰذا غلام کا ہاتھ قطع کئے جانے کا اور ذکر کیا گیا مال اس کے مالک کو لوٹا دینے کا حکم ہوگا (ذخیرہ)

اگر چوری گواہی کے ذریعہ ثابت کی جائے تو اس کیلئے دو مرد عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ محض عورتوں کی شہادت نہ چوری کردہ مال کے سلسلہ میں معتبر و قبول ہوگی اور نہ ہاتھ قطع کئے جانے کے بارے میں قابلِ قبول قرار دینگے ہمارے (احناف) کے نزدیک ہاتھ قطع کئے جانے کے بارے میں تو نہیں البتہ چوری کردہ مال کے سلسلہ میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی قابلِ قبول ہے اسی طرح شہادت علی الشہادت (گواہی کے اوپر گواہی) ہمارے احناف کے نزدیک

---

[1] مکاتب وہ غلام جسے آقا نے یہ کہدیا ہو کہ اتنی رقم ادا کرنے پر تو حلقۂ غلامی سے آزاد ہے

مال کے بارے میں قابلِ قبول اور ہاتھ قطع کئے جانے کے بارے میں ناقابلِ قبول ہے۔ اگر دو عادل مرد سرقہ کی شہادت دیں تو قاضی ان کی گواہی مال اور ہاتھ کاٹے جانے دونوں کے بارے میں قابلِ قبول قرار دیگا۔ اس کے بعد قاضی دونوں گواہوں سے پوچھے گا کہ سرقہ (چوری کسے کہتے ہیں) اس کے بعد چوری کردہ مال کی جنس اور مقدار کے متعلق پوچھے گا مگر شرط یہ ہے کہ اسوقت وہ مال قاضی کی کچہری میں موجود نہ ہو۔ اور اگر مال قاضی کی کچہری و مجلس میں موجود ہو تو قاضی ان سے چوری کردہ مال کی جنس و مقدار کے متعلق نہیں پوچھے گا۔ البتہ سرقہ کے بارے میں غور کریگا جیسا کہ ہم فصل اقرار میں ذکر کر چکے ہیں۔ اسکے بعد قاضی دونوں سے چوری کی کیفیت اور طریقہ کے متعلق پوچھے گا اور شاہدوں سے وقت، مکان اور مسروق منہ (جس کے مال کو چرایا گیا ہو) کے بارے میں سوال کریگا لہٰذا جب شاہد ٹھیک بتادیں اور قاضی ان شاہدوں کے عادل ہونے سے واقف ہو تو پھر چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم کریگا۔ اور اگر قاضی کو گواہوں کے عادل ہونے کے متعلق کچھ پتہ نہ ہو تو تاوقتیکہ گواہوں کے عادل ہونے اور ان کے حال سے واقف نہ ہوجائے اور پوچھ نہ لے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ کریگا۔ گواہوں کے عادل ہونے کے متعلق معلوم ہونے تک چور کو قید میں ڈالے رکھے گا۔ اس کے بعد چور کے محبوس و قیدی ہونے کی حالت میں اگر شاہدوں کا عادل ہونا ظاہر و معلوم ہوجائے۔ اس صورت میں جس کا مال چرایا ہے اگر وہ حاضر ہو تو قاضی چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم کریگا اور غیر حاضر و غائب ہونے کی شکل میں چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ کریگا۔ اگر وہ شخص جس کا مال چرایا گیا ہو موجود ہو اور قاضی چور کے ہاتھ کو قطع کئے جانے کا حکم کردے۔ اسکے بعد ہاتھ قطع کئے جانے سے قبل مسروق منہ غائب ہوجائے تو امام محمدؒ نے اس شکل کا حکم کتاب کے اندر بیان نہیں کیا۔ مشائخ (فقہاء) کی رائیں اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے دو قول ہیں۔ ایک قول کی رو سے ہاتھ قطع کئے جانے اور دوسرے قول کی رو سے ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا اور بعض فقہا کے نزدیک اس صورت میں ہاتھ کاٹنا اور قاضی کے پہلے حکم کا پورا کرنا دونوں اقوال کے مطابق ممنوع ہوگا۔ اگر دو شاہد چوری کی شہادت دیں۔ اسکے بعد جب دونوں گواہوں کے عادل ہونے کے متعلق معلوم و ظاہر ہوجائے تو دونوں غائب ہوجائیں یا موت کی آغوش میں سوجائیں اور ابھی تک قاضی نے حکم نہ دیا ہو یا حکم کا نفاذ نہ ہوا ہو تو ان دونوں شکلوں میں امام ابوحنیفہؒ کے پہلے قول کے مطابق نہ قاضی کوئی حکم کریگا اور نہ حکم کا نفاذ کریگا اور دوسرے قول کے مطابق حکم دیگر اس کا نفاذ کردیگا۔ اگر دونوں شاہد فاسق یا نابینا ہوگئے ہوں یا اسلام سے پھر جائیں یا دونوں کی عقل ہی جاتی رہے اس صورت میں اگر اس طرح کی کوئی بات قاضی کے حکم سے پہلے پیش آئے تو قاضی کے حکم کے نفاذ سے یہ بات رکاوٹ بن جائیگی اور اگر ان میں سے کوئی بات قاضی کے حکم کے بعد نفاذ حکم سے قبل پیش آئی ہو تو حکم کے نفاذ میں یہ بات رکاوٹ نہ بنے گی۔ اگر دو شاہد دو اشخاص کے بارے میں شہادت دیں کہ دونوں نے فلاں شخص کے یہاں چوری کا ارتکاب کیا اور انکا لکے یہ دو شخص جن کے ...... متعلق گواہی دی ہو ان میں سے ایک شخص ایسا غائب ہو کہ نہ ملے اور ہاتھ کٹے تو امام ابوحنیفہؒ کے آخری قول اور امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کے قول کے مطابق حاضر شخص کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اسکے بعد اگر غائب شخص حاضر ہوجائے اور مال کا مالک اسے قاضی کے روبرو لے آئے تو قاضی مال کے مالک کو از سرِ نو گواہ پیش کرنے کا حکم کریگا۔ محیط۔

اگر خلیفۃ المسلمین کسی چور کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم کرے۔ اسکے بعد جس کا مال چرایا ہو وہ اسے معاف کردے تو اس معاف کرنے کو باطل و کالعدم قرار دینگے[1] (ایضاح)۔ اگر دو کافر ایک مسلم اور ایک کافر شخص کے بارے میں سرقہ

---

[1] یعنی اسکے معاف کرنے کے باوجود چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

کی گواہی دیں تو اس صورت میں مسلمان کی مانند اسکافر کا ہاتھ بھی قطع کیے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر دو شاہد ایک شخص کے متعلق یہ شہادت دیں کہ اس نے گائے کی چوری کی ہے اور دونوں گواہوں کو اسکے رنگ کے متعلق اختلاف رائے ہوجائے۔ ایک کہتا ہو کہ گائے کا رنگ سفید تھا اور دوسرا کہتا ہو کہ اسکا رنگ کالا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک انکی گواہی قابلِ قبول ہوگی۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کی رائے اسکے اندر مختلف ہے۔ امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا اختلاف رائے اس قسم کے دو رنگوں کے متعلق ہے جو آپسمیں مشابہت رکھتے ہوں۔ مثلاً سُرخ اور زرد رنگ۔ اور ایسے رنگ جن کی آپسمیں سرے سے مشابہت ہی نہ ہو مثلاً سفید اور کالا رنگ تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک یہ گواہی قابلِ قبول نہوگی۔ درست قول سب رنگوں کے اندر اختلاف ہے۔ اگر دو اشخاص میں سے ایک شخص شہادت دے کہ اس نے بیل کی چوری کی ہے اور دوسرا کہے اس نے گائے کی چوری کی ہے تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک گواہی ناقابلِ قبول ہوگی۔ اگر دونوں یہ شہادت دیتے ہوں کہ اس نے کپڑے کی چوری کی ہے لیکن ایک کہتا ہو کہ وہ کپڑا ہروی (ہرات کا تیار شدہ) تھا اور دوسرا کہتا ہو کہ وہ کپڑا مروزی (شہر مرو کا تیار شدہ) تھا تو "نسخ ابی سلیمان" کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ متفقہ طور پر اس قسم کی گواہی ناقابلِ قبول ہوگی اور چوری کا الزام لگائے گئے شخص کو چور قرار نہ دینگے۔ اگر وہ یہ کہے کہ یہ سامان میرا ہی ہے اور میں نے اپنے سامان کو اس شخص کے پاس رکھوا دیا تھا اور پھر یہ شخص انکار کر بیٹھا تھا یا کہے کہ میں اسکو خرید چکا تھا یا کہے کہ اس نے اس سامان کے میرا ہونے کا اقرار کیا تھا تو ان ساری شکلوں میں چرانے والے شخص پر سے حد کے ساقط و ختم ہونے کا حکم ہوگا (محیط)

اگر دو شاہد شہادت دیں کہ اس مال کی چوری زید نے کی ہے اور دوسرے دو شاہد شہادت دیں کہ اس مال کی عمرو نے چوری کی ہے۔ اور جس کے مال کو چرایا گیا ہو وہ مدعی ہو کہ زید نے چوری کی ہے تو اس صورت میں زید کے ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (محیط) اگر ایسے غلام کے بارے میں جسے آقا کی طرف سے تجارت کی اجازت حاصل ہو گواہ دس دراہم یا دس سے زیادہ کے سرقہ کی شہادت دیں اور غلام انکار کرے اس صورت میں اگر اس کا آقا حاضر و موجود ہو تو متفقہ طور پر سب ائمہ کے نزدیک غلام کے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور چوری کردہ مال کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر غلام اسے تلف کرچکا ہو تو اس کے اوپر ضمان لازم نہیں آئیگا۔ اور جوں کا توں موجود ہو تو جس کا مال چرایا ہو وہ اسے لوٹا دے۔ اگر آقا موجود نہو تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک غلام کے ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا اور چوری کردہ مال کا ضمان لازم آئیگا۔ اگر شاہد یہ شہادت دیں کہ اس نے دس دراہم سے کم چرائے ہیں تو قاضی حکم دے کہ وہ ذکر کیا گیا مال دیدے اور چاہے اسکا آقا حاضر ہو یا غائب بہر صورت ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم دیگا۔ اگر گواہ یہ شہادت دیں کہ تجارت کی اجازت دیئے گئے غلام نے دس دراہم چرا لینے کا اعتراف و اقرار کیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ قاضی لے مال واپس کرنے کا حکم دیگا اور ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہیں دیگا اگر ایسے غلام کے بارے میں جسے تجارت وغیرہ سے آقا نے روک دیا ہو دس یا دس سے زیادہ دراہم چرانے کی شاہدوں نے شہادت دی ہو تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں نہ قاضی اسے مال واپس کرنے کا حکم کریگا اور نہ ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم دیگا۔ اگر گواہ ایسے غلام کے متعلق جسے آقا نے تجارت وغیرہ سے روک دیا ہو سرقہ کی اقرار کی شہادت دیں تو چاہے آقا حاضر ہو یا غائب بہر صورت اس قسم کی گواہی کو ناقابلِ قبول قرار دیگا۔ لہٰذا نہ غلام کا ہاتھ قطع کیا جائیگا اور نہ اسکے آقا سے یہ کہا جائیگا کہ مال واپس کرنے کی خاطر اسے بیچ دے۔ لیکن غلام کے حلقہ غلامی سے آزاد ہونے کے بعد مال کی واپسی کے لئے پکڑا اور مجبور کیا جائیگا (ذخیرہ)

کوئی چور کسی کے گھر جہاں کہ مال و متاع محفوظ (جگہ پر) ہو داخل ہوجائے اور مال و متاع لے لے اور اسے باہر نکالے تو مال کے مالک کو اسے قتل کردینے کا حق و اختیار حاصل ہوگا۔ نوادر ابن سماعہ کے اندر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر چور کوٹھڑی میں نقب لگائے اور مالک اسے نقب لگاتے دیکھ کر چلانے لگے اس صورت میں اگر وہ چلانے و شور مچانے سے ہی بھاگ جائے

توبھا ورنہ مالک کے لئے اس چور کو قتل کر دینا جائز ہوگا۔ نوادر ابن رستم کے اندر امام محمدؒ کے قول کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر چور گھر میں نقب لگائے اور مالک مکان اسے قتل کر ڈالے تو کیا اس پر مقتول کی دیت (مالی معاوضہ) کا وجوب یا ضمان ہوگا تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اسے قتل کر دینا جائز ہوگا اور مالک مکان مقتول کی دیت کا ضامن نہ ہوگا (مجرد) اور نوادر ابن سماعہ کے اندر امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر چور کسی کے گھر کے اندر داخل ہو جائے اور گھر کے مالک کو پتہ چل جائے اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ میں اسے بجز نہ سکوں گا تو اس کے لئے اسے قتل کر دینا جائز ہوگا چاہے چور لڑ جھگڑ کر اور مار پیٹ کر کے گھر میں داخل ہو یا بغیر لڑے جھگڑے۔ درانحالیکہ اسکی نیت اسکے مال کو چرانے کی ہو لہٰذا اگر وہ اسے قتل کر دے تو قتل کرنے والے پر قصاص اور دیت میں سے کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا (محیط سرخسی)

فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ کوئی چور کسی شخص کی دیوار پر نقب لگانے لگے اور ابھی دیوار میں سوراخ بھی نہیں ہوا تھا کہ مالک مکان نے اسے نقب لگاتے دیکھ کر اوپر سے ایک پتھر گرا دیا اور چور پتھر کی ضرب سے موت کی آغوش میں سو گیا تو اس صورت میں مالک مکان (قاتل) کے مددگاروں پر مقتول کی دیت کا وجوب ہوگا اور مالک کے اوپر قتل کا کفارہ واجب ہوگا (ذخیرہ)، فتاویٰ ابواللیث کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی دیوار کے اوپر چادر پڑی ہوئی ہو اور مالک مکان کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر میں نے شور مچایا تو اس چادر کو لیکر چلدیگا۔ تو مالک کیلئے جائز ہوگا کہ اس پر (پتھر وغیرہ) پھینک مارے تو فرماتے ہیں کہ اس کیلئے جائز ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ چادر دس دراہم یا دس دراہم سے زیادہ قیمت کی ہو۔ فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (فقہائے) دس دراہم سے زیادہ کی شرط لگائے بغیر مطلقاً یعنی بلا قید و شرط فرمایا ہے کہ اسے تیر وغیرہ کے ذریعہ مار دینے کا حق و اختیار حاصل ہوگا۔ "جنایات الجامع الصغیر" کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کے گھر میں بوقت شب داخل ہو کر ...... مال چرائے اور مال گھر سے باہر نکال لے۔ اسکے بعد مال کا مالک اسکے پیچھے بھاگے اور اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر ڈالے تو مالک کے اوپر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا۔ مشائخ (فقہاء) فرماتے ہیں کہ اس کا منشاء یہ ہے کہ یہ حکم اس شکل میں ہے کہ بجز قتل کے اور کوئی صورت مال کی واپسی کی ممکن نہ ہو۔ لہٰذا جب ایسی شکل ہو تو اسے قتل کر دینا جائز ہوگا اور قتل کرنے والے پر ضمان کا وجوب نہ ہوگا۔

منتقی کے اندر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے پاس ایک روٹی رکھتا ہو اور دوسرا شخص یہ روٹی اس سے چھین لینا چاہے تو مالک کے لئے اسے بذریعہ تلوار قتل کر دینا جائز ہوگا بشرطیکہ روٹی کے مالک کو بھوک کی شدت کے باعث اپنے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اسی طریقہ سے اگر پینے کا پانی ہو اور یہی مذکورہ صورت پیش آئے تب بھی اسی حکم کے برقرار رہنے کا حکم کیا جائیگا (محیط)

کوئی چور چوری میں معروف و مشہور ہو اور ایسے کوئی شخص چوری میں بلکہ اپنے کسی کام میں مصروف پائے تو اسے اسکو قتل کر دینا جائز نہ ہوگا البتہ اگر وہ اسے پکڑ کر خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کر دے تاکہ خلیفہ اسکے تائب ہونے تک اسے قید میں ڈالدے (ظہیریہ)۔ اگر مالک، مال چور کے اوپر چلائے اور وہ چلانے اور شور مچانے سے بھاگ جائے تو مالک کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر دے البتہ اگر وہ کچھ مال لیکر بھاگے تو اسے تعاقب کر کے اور بذریعہ ہتھیار مار ڈالنا درست و حلال ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ اس کا مال واپس کر دے (محیط)، دعوے کرنے والے کیلئے باعث استحباب یہ ہے کہ چور پر دعوے کے وقت ان الفاظ کے ساتھ مدعی ہو کہ "اس نے لے لیا" لفظ سرقہ کے ساتھ دعویٰ نہ کرے۔ اسی طریقہ سے شاہدوں کے لئے باعث استحباب یہ ہے کہ لفظ چرانے کے

۱؎ جان کے بدلے جان

ساتھ شہادت نہ دیں بلکہ "لے لینے" کے ساتھ شہادت دیں یا اس طرح کہیں کہ یہ اس طلب کرنے والے کا مال ہے تاکہ چور پر سے ہاتھ قطع کئے جانے کی حد ساقط و ختم ہو جائے۔ کوئی شخص دوسرے شخص کے بارے میں مدعی ہو کہ اس نے میرے اس مال کی چوری کی ہے اور چور کہے کہ "ہاں میں نے یہ مال لیا ہے" تو اس پر مال کا ضمان واجب ہوگا اور اس کے ہاتھ کے قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا خواہ وہ اس کے بعد چرانے کا اعتراف و اقرار کرلے (سراجیہ)

کوئی شخص دوسرے کے بارے میں سرقہ کا مدعی ہو اور دعویٰ کیا گیا شخص انکار کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے حلف لینے کا حکم ہوگا لہٰذا اگر وہ حلف کرے تو اسے مال کی ادائیگی کا حکم کیا جائیگا اور ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا (ظہیریہ) اسی طرح غیر سے اگر وہ اقرار سے رجوع کرلے تب بھی اسی حکم کے برقرار رہنے کا حکم کیا جائیگا۔ اسی طریقہ سے گواہی کی شکل میں یہ صورت پیش آئے اور رجوع کرلے تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا یعنی مال کا ضمان لازم آئیگا اور ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (عتابیہ)

دو گواہ کسی شخص کے بارے میں چوری کی شہادت دیں اور ان کی گواہی کی بنا پر اس کا ہاتھ قطع کردیا جائے اسکے بعد گواہ رجوع کرتے ہوئے کہیں کہ یہ شخص بلکہ چور در اصل دوسرا فلاں شخص ہے تو دوسرے کے ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا اور پہلے شخص کی دیت کا ضمان دونوں گواہوں پر لازم آئیگا۔ اگر دوسرے دو شاہد یہ گواہی دیں کہ پہلے گواہ رجوع کرچکے ہیں تو ان کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی اور چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ دو گواہ یہ گواہی دیں کہ چور نے سرقہ کا اقرار کرلیا ہے ورآنحالیکہ وہ سرے سے انکار کرتا ہو یا وہ سکوت اختیار کرے تو دونوں صورتوں میں ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ اگر چار شخص گواہی دیں۔ اس کے بعد دو گواہ رجوع کرلیں اور وہ دوسرے شخص کے بارے میں چوری کی شہادت دیں تو دونوں گواہی دیئے گئے اشخاص میں سے کسی کے بھی ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور (محض) پہلے (چور) پر مال کی ادائیگی لازم ہوگی (تاتارخانیہ)

بابِ دوم۔ ہاتھ قطع کئے جانے اور نہ قطع کئے جانے والی شکلوں کا ذکر

یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے

پہلی فصل ہاتھ قطع کئے جانے والی شکلیں

جو شے عام منافع کی جائز دار الاسلام میں پائی جائے اس کے چرا لینے کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا جیسے جلائی جانے والی لکڑیاں اور گھاس اور نرکل اور مچھلیاں اور نورہ اور مغرہ اور زرنیخ وغیرہ اور خواہ نمک کی لگائی ہوئی مچھلی ہو یا پکائی گئی ہو یعنی تازہ دونوں قسم کی مچھلیاں اس حکم کے اندر داخل ہونگی (ہدایہ) اگر کوئی شخص قنا، ساگون، صندل، آبنوس، یاقوت، زبرجد اور سبز ہیرا وغیرہ چرالے تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (کافی) خلاصہ یہ کہ کل جواہرات کے اندر ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا جائیگا (غیاثیہ)

موتی، فیروزہ اور سونے و چاندی کا حکم بجالرہتا ہے امام محمدؒ سے یہ منقول ہے کہ اگر وہ ان اشیاء کو اس (اصل) شکل پر چرائے جو مباح و جائز پائی جاتی ہیں مثلاً خاک آلودہ اور پتھر میں ملی ہوئی تو اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کا وجوب نہ ہوگا اور روایت ظاہر کے مطابق بہر صورت ہاتھ کاٹنے کا وجوب ہوگا۔ اس قسم کی لکڑی کہ جس کے چرا لینے پر ہاتھ قطع نہیں کیا جاتا اگر کوئی شخص اس کا دروازہ یا کرسی بنائے اور پھر کوئی شخص اس کی چوری کرلے تو ہاتھ کاٹیں گے۔ گھاس اور نرکل اور پتھر چرانے پر جس طرح عمل اور ان سے کوئی اور چیز بنا لینے سے قبل ہاتھ قطع کرنے

کا حکم نہیں کیا جاتا تھا اسی طرح ان کی چٹائی وغیرہ بنالی گئی ہو تب بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ یعنی مثلاً کوئی شخص ان چیزوں میں سے کسی چیز کا بوریا تیار کرے اور پھر کوئی شخص اسے چرالے تو چرانے والے کا ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا (محیط) اور بوریئے کے اصل مال کے اوپر اگر دستکاری کو غلبہ حاصل ہو مثلاً بغدادی اور جرجان کی تیار شدہ چٹائیاں جن کی قیمت بناوٹ (اور نقش و نگار) کی کہلائی جاتی ہے تو مشائخ (فقہاء) اس طرح کی چٹائیاں چرانے پر بھی ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (کافی) دروازوں کی چوری کے اندر ہاتھ اس صورت میں قطع کیا جائیگا جبکہ دروازے زمین سے لگے ہوئے اور ہلکے ہوں یعنی ایک شخص کا ان کو اٹھا کر لے جانا بھاری نہ محسوس ہو کیونکہ بھاری دروازوں کے چرانے کی جانب کسی کا میلان و رغبت نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر ان میں در بھی لگے ہوں تو ان کے سرقہ کی صورت میں ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (تبیین)۔ ایسی اشیاء جو بہت جلد خراب ہو جایا کرتی ہیں مثلاً دودھ، گوشت، ترمیوے (فروٹ) ان کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا (ہدایہ)

سوکھے میوے جن کو لوگ اپنے پاس رکھا کرتے ہیں مثلاً اخروٹ اور بادام تو ان کی چوری کے باعث ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ وہ زمین پر (یا زمین سے متصل) ہوں ایسے میوے جو درخت کے اوپر ہوں اور ایسی کھیتی جسے ابھی کاٹا نہ گیا ہو ان میں سے کسی کی چوری کی بنا پر ہاتھ قطع نہیں کریں گے۔ اگر میوے مضبوط ہو جاتے اور جم جانے کے بعد توڑے گئے اور کھیتی کو کاٹنے کے بعد کسی ایسے احاطہ کے اندر رکھ دیا جائے جس کا دروازہ مقفل ہو تو چوری کی بنا پر ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (سراج الوہاج)

گوشت نمک لگا یا ہوا (باسی) یا بغیر نمک لگا ہوا (تازہ) بہر صورت گوشت چرانے کی بنا پر ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا (فتح القدیر) اگر ایک شخص دوسرے کا کھانا چرائے در آنحالیکہ وہ قحط کا سال ہو تو کھانا چرانے کے باعث ہاتھ قطع کرنے کا حکم نہ ہوگا۔ چاہے کھانا جلد بگڑ جانے اور خراب ہونے والا ہو اور خواہ وہ محرز ہو یا محرز نہ ہو۔ اگر سال قحط کا نہیں بلکہ فراخی کا ہو۔ اس صورت میں اگر جلد خراب ہونے والے کھانے کی چوری کی گئی ہو تب بھی اسی حکم کے برقرار رہنے کا حکم کیا جائیگا۔ اگر کھانا جلد خراب نہ ہونے والا اور محرز ہو تو چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ ہمارے مشائخ (فقہاء) کے نزدیک پھلوں کے اندر اسی تفصیل کے ساتھ حکم ہوگا۔ یعنی قحط کا سال ہونے کی شکل میں پھل چرا لینے کے باعث ہاتھ قطع نہیں کیا جائے گا چاہے پھلوں کو درخت پر سے چرایا گیا ہو یا وہ محرز ہوں اور سال فراخی و خوشحالی کا ہو تو ایسے پھلوں کے چرانے پر جو جلد خراب ہو جانے والے ہوں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا چاہے درخت پر سے چرائے گئے ہوں یا کسی اور جگہ پر محرز ہوں اور اگر جلد خراب نہ ہونے والے پھل ہوں اور محرز ہوں تو ان کو چرانے کی بنا پر چور کا ہاتھ قطع کیا جائیگا (ذخیرہ)

ہر قسم کے حبوب (دانے) اور تیل اور خوشبو، عود اور مشک کی چوری کے باعث چور کا ہاتھ قطع کیا جائیگا۔ اسی طریقہ سے روئی، کتان یا صوف چرائے تب بھی چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ ایسے ہی اگر گندم یا جو یا گھی یا چھوہارے یا ستو یا آٹا یا منقی یا روغن زیتون چرائے تب بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ اسی طریقہ سے پہننے کی اشیاء اور فرش، نیز جست، پیتل اور لوہے کے برتن اور لکڑی اور چمڑے جنھیں تیار کر لیا ہو۔ اسی طرح کاغذ، قینچیاں، چھریاں، ترازو اور سامان چرانے کی شکل میں سرقہ کا نصاب پورا ہونے پر ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی شخص تھوڑوں کی چوری

ف۱ یعنی ایسی لکڑی جس کی چھت اور تخت وغیرہ کے سلسلہ میں ضرورت ہوتی ہے۔ ف۲ محفوظ جگہ پر رکھا ہوا۔

کرلے تو چرانے والے کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (سراج الوہاج)، کوئی شخص خام[1] گچی چوری کرلے تو اس کے ہاتھ قطع کیے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طرح پتھروں کی ہانڈیوں کی چوری اور نمک کی چوری پر بھی ہاتھ قطع نہیں کریں گے (تبیین)

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سینگوں کے چرالینے کی بنا پر بھی ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ چاہے انھیں بنا کر اور ڈھالکر اُن سے کام لیا جاتا ہو یا نہ لیا جاتا ہو۔ اگر کوئی شخص کسی کے باغ میں سے مع جڑ کے درخت چرالے درآنحالیکہ اس کی قیمت دس درہم ہو تو اس صورت میں بھی ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (سراج الوہاج)، اگر کوئی شخص سرکہ یا شہد چرالے تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک ہاتھ قطع کیے جانے کا حکم ہوگا (شرح مجمع البحرین)، تاجر اہل عدل (غیر باغی)، سے خلیفۃ المسلمین کا باغی کوئی چیز چرالے تو اس کا ہاتھ قطع کیے جانے کا حکم ہوگا[2] (تاتارخانیہ)، شکر چرانے کے باعث متفقہ طور پر ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (ہدایہ)، امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص ہاتھی دانت کی چوری کرے جس سے اب تک کوئی شئے تیار نہ کی گئی ہو تو ہاتھ قطع کرنے کا حکم نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے مال قرار دینے کے اندر اختلاف رائے ہے۔ ایسا ہاتھی دانت جس سے کوئی چیز بنائی گئی ہو اسکے چرانے پر اس لئے ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا کہ وہ مباح میں شمار ہوتا ہے بنائے ہوئے ہاتھی دانت میں کاریگری (بناوٹ) کے غلبہ کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جاتا ہے جس طرح کہ بنائی ہوئی (اور ڈھالی ہوئی) لکڑی کا حکم ہے (ایضاح)، یعنی جس طریقہ سے لکڑی کا شمار مباح میں ہوتا ہے اور اس کے چرانے کے باعث ہاتھ نہیں کاٹا جاتا لیکن اگر لکڑی کے تخت وغیرہ بنا لیے گئے اور پھر وہ کسی نے چرالئے تو ان کی چوری کی بنا پر چور کا ہاتھ قطع کیے جانے کا حکم ہوگا۔ اسی طریقہ سے ہاتھی دانت کا بھی حکم ہوگا۔ روایت ظاہر کے مطابق کوئی شخص آبگینہ چرالے تو اسکا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (فتح القدیر)

کوئی شخص شکار چرالے تو خواہ وہ شکار (شکار کیا ہوا جانور) وحشی ہو یا غیر وحشی چاہے آبی (بحری) ہو یا بری (خشکی کا) بہر صورت چرانے والے کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم ہوگا (تاتارخانیہ)، کوئی شخص حنا (مہندی)، یا بقول (سبزیاں)، یا تر و تازہ ریحان یا انجیر یا خرما کی گٹھلیاں یا پانی چرالے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر پھاڑنے والے (وحشی) جانوروں کو ذبح کر لیا جائے اور کوئی شخص ان کی کھال چرالے تو ہاتھ قطع کیے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ البتہ اگر کھال کا مصلےٰ یا بچھونا بنالیا جائے اور پھر کوئی چرائے تو ہاتھ کاٹا جائیگا۔ نیز اگر کوئی شخص اس طرح کا برتن اور ہانڈی چرالے جس کے اندر کھانا موجود ہو تو چور کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم نہ ہوگا (عتابیہ)

اگر کوئی شخص کسی ذمی[3] کے خنزیر یا شراب کی چوری کرلے تو اس کے باعث ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا باز یا شکرہ وغیرہ سارے پرندوں کے چرانے کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ نیز اگر کوئی شخص وحشی جانور چرالے تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ اگر کوئی شخص کتے یا چیتے کی چوری کرلے یا مرغی، بطخ یا کبوتر چرالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا (تمرتاشی)، مشروبات یعنی پی جانیوالی اشیاء کی تین قسمیں ہیں (۱) حلال مثلاً فقاع کی طرح کی اشیاء ان کے چرانے کے باعث ہاتھ کاٹا جائیگا۔ (۲) چھوہارے منقی اور کھجور کا شیریں ٹھنڈا پانی درست قول کے مطابق اس کی چوری کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا (۳) خمر (انگوری شراب)، وغیرہ نشہ آور چیزیں ان کی چوری کی بنا پر ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے

---

[1] یعنی سنگِ مرمر یا سنگ سبز و سرخ [2] یعنی اگر نصاب سرقہ پورا ہو جائے تو ہاتھ کاٹا جائیگا۔
[3] دار الاسلام کا غیر مسلم باشندہ۔

انگور کا دو شاب (رس) چرانے پر ہاتھ قطع کیا جائیگا۔ دف، تنبور، مزمار[1] اور ہر لہو و لعب کی چیز چرانے پر چور کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ (سراج الوہاج) کوئی شخص طبل (ڈھول)، یا بربط (ایک نوع کا باجہ) چرائے بشرطیکہ طبل ہشتر لہو و لعب کیلئے ہو تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص غازیوں و مجاہدوں کے طبل کی چوری کرنے اور اس طبل کی قیمت دس دراہم ہو تو اس کے اندر مشائخ (فقہاء) کی آرائیں مختلف ہیں صدر شہید کے مختار و راجح قول کے مطابق ہاتھ قطع کئے جانے کا وجوب نہ ہوگا (محیط) اسی قول کو زیادہ صحیح قرار دیا گیا ہے (ظہیریہ)، اسی قول کو مختار و راجح قرار دیا گیا ہے۔ (نہر الفائق)

کوئی شخص ثرید[2] اور روٹی چرائے تو چور کا ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (سراج الوہاج)، نوادر ابو یوسف کے اندر ہے کہ اگر کوئی شخص رُب یا جلاب[3] چرائے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا (عینی شرح کنز)، اگر کوئی کسی ذمی کی شراب چرائے تو چوری کرنے والے کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (ایضاح)، اگر کوئی شخص شطرنج چرائے خواہ وہ سونے ہی کا کیوں نہ ہو مگر چرانے والے کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ نرد کا حکم شطرنج کا سا ہوگا (محیط)

اگر کوئی شخص قرآن مجید چرائے تو خواہ اس پر ہزار دراہم کا کام ہوا ہو مگر چور کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا اسی طریقے سے لغت، فقہ، شعر اور نحو کی کتابوں کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا (سراج الوہاج)، اگر کوئی شخص سادہ مجلد اوراق ان پر کچھ لکھے جانے سے پہلے چوری کرلے اور سرقہ کا نصاب پورا ہو رہا ہو تو چور کا ہاتھ قطع کیا جائیگا (محیط سرخسی)، اگر کوئی شخص حساب کے رجسٹر چرائے تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانیکا حکم ہوگا (محیط) حساب کے رجسٹروں سے وہ مقصود ہیں جن کے حساب کتاب کی تکمیل ہو چکی ہو۔ اور اگر ابھی وہ زیر حساب ہوں اور حسابات کی تکمیل نہ ہوئی ہو تو ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم کیا جائیگا۔ تاجروں کے رجسٹر چرانے کی شکل میں چور کا ہاتھ قطع کیا جائیگا۔ کیونکہ چور کا مقصود اصلی یہاں پر اوراق ہیں (سراج الوہاج)، اگر کوئی شخص تیروں کی ڈنڈیوں کی چوری کرے تو چور کا ہاتھ قطع نہیں کریں گے۔ البتہ اگر ان کے تیر بنائے اس کے بعد چور نے چوری کی تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (ذخیرہ)

اگر کوئی شخص سونے یا چاندی اور سونے کی بُت کی چوری کرلے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ یا تصویر دار دراہم کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا کیونکہ انھیں عبادت (یعنی تسبیح وغیرہ پڑھنے کے لئے) نہیں رکھا جاتا (جوہرہ نیرہ)، اگر کوئی شخص زعفران، عنبر، دوس، تمر اندر کم کی چوری کرے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (عتابیہ)۔ کوئی شخص اتنے بڑے لڑکے کو چرائے جو اپنے آپ کو پہچانتا اور بتا سکتا ہو تو خواہ وہ لڑکا سویا ہوا ہو یا پاگل ہو یا عجمی (غیر عرب) ہو اور چرانے والا اس حالت میں اسے چرائے تو چور کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ کیونکہ اس کا شمار چوری میں نہیں بلکہ غصب یا دھوکہ دہی اور بہکانے میں ہوگا۔ (نہر الفائق)، اگر لڑکا اتنا چھوٹا ہو کہ اسے اپنے کو پہچاننے اور بتانے پر قدرت نہ ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک اسے چرانے کے باعث چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا جائیگا۔ (فتح القدیر)، ملتقی کے اندر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کمسن و کم عمر لڑکے کو جو کان میں پانچ دراہم کی قیمت کا موتی بھی پہنے ہوئے ہو چرائے تو میں یہ حکم دونگا کہ اسکا ہاتھ قطع کر دیا جائے (محیط)، اگر زید عمرو کے دس دراہم کا مقروض ہو اور زید اتنے ہی درہم عمرو کے گھر سے چرائے۔ اس صورت میں اگر اس کا قرضہ ایسا ہو کہ اس کی ادائیگی لازم تھی یعنی غیر میعادی تھا تو زید کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور قرضہ میعادی ہونے کی شکل میں قیاس کی رو سے ہاتھ کاٹنے اور استحساناً ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم کیا جائیگا۔ چاہے چوری کردہ

[1] تنبور، دف، مزمار باجہ کی قسمیں ہیں [2] ثرید ایک طرح کا مالیدہ جسکا عرب میں بہت رواج تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا [3] جو شیرہ جلدی کم مزہ کو پکا کر گاڑھا کیا ہوا شیرہ۔ معہ گلاب اور شکر یا شہد کا بنا ہوا شربت۔

مال اس کے واجب قرض کے بقدر ہو یا اس سے کم زیادہ نہ ہو۔ اگر زید عمرو کا ایسا سامان (برتن وغیرہ) چرالے جس کی قیمت دس دراہم ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ لیکن اگر زید یہ کہتا ہو کہ میں نے یہ سامان اپنے حق کے بدلے کے طور پر بطور رہن لیا ہے یا اپنے حق کی ادائیگی کی نیت سے اور مقروض کے ذمہ سے اپنے حق کو ختم کرنے کی خاطر لیا ہے اور اس بات کی صراحت و وضاحت کرے تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس کے ذمے سے حد کے ساقط ہو جانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر اس نے اپنے حق (کے لحاظ) سے بہتر و عمدہ قسم کے دراہم یا اس کے اعتبار سے گھٹیا دراہم لے لئے ہوں تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا (سراج الوہاج)، اگر اپنے واجب حق کی جنس کے علاوہ کسی اور جنس کی نقدی[1] لے لے تو درست قول کے مطابق ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ (تبیین)

اگر کوئی شخص چاندی کے زیور کی چوری کرلے درآنحالیکہ جس کے یہاں چوری کی گئی وہ چرانے والے کا دس دراہم کا مقروض ہو یا سونے کی چوری کرلے درآنحالیکہ سونے کے مالک[2] چوری کرنے والے کے دینار واجب ہوں تو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر چرانے والا زیور یا سامان کو ضائع کر دے اور اس وجہ سے اس کے اوپر اس کی قیمت کا وجوب ہو اور قیمت اتنی ہو جتنا کہ مال کا مالک چرانے والے کا مقروض ہو تب بھی ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (سراج الوہاج)، اگر کوئی مکاتب یا (خالص) غلام آقا کے کسی مقروض کی کوئی چیز چرالے (جو بقدر نصاب ہو) تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ البتہ اگر آقا نے غلام کو اپنے مال کی وصولیابی کا وکیل مقرر کر دیا ہو تو اس شکل میں ہاتھ کاٹنے کا وجوب نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص اپنے نابالغ لڑکے کے مقروض کے مال میں سے چرالے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا (غایۃ البیان)، اگر ایسا مقروض غلام جسے آقا نے تجارت کی اجازت دے رکھی ہو اسکے قرضدار کی کوئی چیز چرائے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ اور ذکر کئے گئے غلام کے مدیون مقروض نہ ہونے کی صورت میں اسکا قرضہ خود آقا کا مال شمار ہوگا لہذا چوری کے باعث ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا مگر شرط یہ ہے کہ چرایا گیا مال اس کے حق کی جنس سے ہو (ایضاح)، اگر دو اس قسم کی چیزیں چرائی گئی ہوں کہ ایک کے چرانے کے باعث ہاتھ کاٹنے کا وجوب نہ ہوتا ہو تو بنیادی بات یہ ہے کہ جس چیز کے چرانے کا حقیقی طور پر ارادہ کیا گیا ہو۔

...... اگر اس کا نصاب سرقہ مکمل ہو اور اسکی چوری کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کا وجوب ہوتا ہو تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ اگر حقیقتاً دوسری شے کا ارادہ کیا گیا ہو جس کی چوری کے باعث ہاتھ کاٹنا واجب نہ ہوتا ہو تو ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا چاہے اس کے ہمراہ ایسی شے کیوں نہ ہو جسکی چوری کے سبب ہاتھ کاٹنا لازم آتا ہو اور اس کا نصاب بھی پورا ہو۔ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں (محیط)

اگر چاندی کے ایسے برتن کی چوری کرے جس کی قیمت سو دراہم ہو اور برتن کے اندر ایسی نبیذ یا ایسا کھانا موجود ہو جس کا خراب نہ ہونا اور صحیح حالت میں باقی رہنا ممکن نہ ہو یا برتن کے اندر دودھ ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور اس شکل میں حکم کا مدار محض اس شے پر ہوگا جو برتن کے اندر موجود ہوگی۔ اگر کوئی شخص آزاد بچہ کو چرالے تو خواہ بچہ زیور پہنے ہوئے کیوں نہ ہو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ بچہ بقدر نصاب زیور پہنے ہوئے ہو تو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ یہ اختلاف فقہاء اس شکل میں ہے جبکہ بچہ بے قابو ہو اور چلتا اور بولتا نہ ہو۔ اگر چلتا اور بولتا ہو تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس کے چرانے والے کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا خواہ وہ بہت زیادہ زیور پہنے ہوئے ہو (سراج الوہاج)

---

[1] مثلاً دراہم واجب ہوں اور وہ دینار لے لے [2] غیر شائستہ آمیز شیریں مشروب

منتقی کے اندر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ایسے کتے کی چوری کرے جس کی گردن میں سو دراہم کا طوق رنگا ہو تو اس صورت میں چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہیں کرونگا۔ اور اگر ایسے گدھے کی چوری کرے جسکی قیمت نو دراہم ہو اور اسکے اوپر ایک درہم کی قیمت کا پالان ہو تو اس شکل میں چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسے کوزہ (پیالہ) کی چوری کرے جس کے اندر شہد موجود ہو اور کوزہ باعتبار قیمت نو دراہم کا ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اصل کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی ایسا شراب کا مشکیزہ چرالے جس کی قیمت دس دراہم ہو تو اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا شمس الائمہ سرخسیؒ نے اپنی شرح کے اندر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بحفاظت اندر رکھی ہوئی شراب کو پی لے اور برتن باہر نکالے اور وہ برتن ایسا ہو کہ اسکے چرانے کی بنا پر ہاتھ کاٹنا واجب ہوتا ہو تو چوری کرنے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (ذخیرہ)۔ اگر کوئی شخص قمقمہ[1] (مشک) چرائے اور اس کے اندر پانی بھرا ہوا ہو اور اسکی قیمت دس دراہم ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور اگر چوری کرنے والا قمقمہ (مشک) کا پانی گھر کے اندر ہی پی لے۔ اس کے بعد قمقمہ (مشک) کو باہر نکالے تو ہاتھ کو کاٹنے کا حکم کیا جائیگا (عتابیہ)

قدوری کے اندر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے رومال کی چوری کرے جس کے اندر دراہم کی تھیلی ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور رومال سے اس قسم کا رومال مقصود ہے کہ عادتاً (ورواجاً) لوگ اسمیں درہم باندھا کرتے ہوں۔ (محیط) اگر کوئی شخص ایسے کپڑے کی چوری کرے جو باعتبار قیمت دس دراہم کا نہ ہو اور اس کپڑے کی جیب کے اندر دس دراہم ٹھپہ و مہر لگے ہوئے پائے جائیں درانحالیکہ چور ان دراہم کی جیب کے اندر موجودگی سے آگاہ نہ ہو تو اس صورت میں اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہیں کرونگا۔ اور اگر وہ ان دراہم کی موجودگی سے آگاہ ہوتے ہوئے کپڑے کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی شخص جراب (موزہ) چرائے اور اس کے اندر مال ہو یا ایسے جوال (بٹوہ)، یا کیسہ (ہمیانی)، کی چوری کرے جس کے اندر مال موجود ہو تو اس صورت میں اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (مبسوط)۔ اگر کوئی شخص خیمہ کی چوری کر لے۔ لہٰذا اگر وہ خیمہ کھلا اور لگا ہوا ہو تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا اور کسی جگہ لپٹا ہوا رکھا ہو اور اسی حال میں وہ اسے چرائے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ (سراج الوہاج)

اگر کوئی شخص کسی مرد یا عورت سے دھوکہ دیکر مال لے لے یا لوٹ لے یا اچک لے تو مال لینے والے کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ اگر کوئی کفن چور ہو تو اسکا ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں (ہدایہ)۔ اگر کوئی شخص قبر کے اندر سے کفن کے علاوہ دینار یا درہم یا اور کوئی شے چرالے تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا (سراج الوہاج)۔ اگر قبر کسی مقفل گھر کے اندر ہو تو اس صورت میں ہمارے مشائخ (احنافؒ) کی رائیں مختلف ہیں اور زیادہ صحیح قول کے مطابق چاہے وہ قبر کھود کر کفن کی چوری کرے یا اس گھر سے کسی دوسرے مال کی چوری کرے ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طریقے اگر کوئی شخص قافلہ میں موجود تابوت میں سے کفن کی چوری کر لے تو زیادہ صحیح قول کے مطابق اس کا ہاتھ قطع نہ کرنے کا حکم کیا جائیگا (کافی)۔ اگر خریدنے والا بیچنے والے سے خیار خود پر خریدی اور پھر خیار کی مدت کے اندر فروخت کرنے والے کے یہاں سے چوری کر لی تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص دوسرے کیلئے کسی شے کی وصیت کرے۔ اس کے بعد وصیت کرنے والے کے موت کی آغوش میں سو جانے سے قبل وہ وصیت کرنے والے کے پاس سے چرالے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور اگر وصیت کرنے والے کے موت کی آغوش میں سونے کے بعد اپنے قبول کرنے سے پہلے

---

[1] مشک، مشکیزہ

چوری کرلے تو ہاتھ نہ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ (سراج الوہاج)

اگر کوئی شخص مالِ غنیمت یا بیت المال میں سے چوری کرلے تو چاہے چوری کرنے والا آزاد ہو یا غلام بہرصورت ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (نہایہ)، اگر اس قسم کے مال کی چوری کرے جس کے اندر خود چرانے والے کی شرکت ہو تب بھی ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا (تبیین) اگر کسی امداد کے سامان کی چوری کی بنا پر ہاتھ کاٹ دیا گیا ہو اور یہ سامان اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے پھر چور وہ سامان ازسرنو چرالے تو ہمارے (احناف ؒ) کے نزدیک استحساناً اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (مبسوط)، اسی طریقے سے اگر کوئی دوسرا شخص چور کے پاس سے یہ سامان چرالے تو پہلے چور اور مالک دونوں میں سے کسی کو بھی دوسرے چور کے ہاتھ کے قطع کرنے کا حکم نہ ہوگا (محیط سرخسی)، ہمارے (احناف ؒ) کے نزدیک بنیادی بات یہ ہے کہ جب تک مسروقہ اور چوری کئے گئے مال میں کوئی تبدیلی نہ آئے اور جوں کا توں باقی رہے اور جوں کا توں اسے ازسرنو چور چرالے تو ہمارے نزدیک ازسرنو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اگر اس کی عدم موجودگی میں ازسرنو تبدیلی آگئی ہو اور وہ چیز پہلی جیسی نہ رہی ہو تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا مثلاً اول روئی .... چوری کی کہ چور کا ہاتھ قطع کرکے مالک کو لوٹا دی جائے اس کے بعد ایک روئی کا سوت کاتا جانے کے بعد ازسرنو اس سوت کو چور چرالے یا سوت ہو اور اسے بنکر کپڑا بنا لیا جائے تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ (شرح طحاوی)،

اگر کوئی شخص سو دراہم کی چوری کرے پس اس کے باعث چور کا ہاتھ قطع کردیا جائے اور ذکر کئے گئے دراہم اس کے مالک کو لوٹا دیئے جائیں اس کے بعد دوبارہ وہ انہی دراہم کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور اگر وہ مذکورہ سو دراہم مزید سو دراہم کے ساتھ چرالے تو اس کا بھی قطع کئے جانے کا حکم ہوگا چاہے درہموں کے دونوں سیکڑے (یعنی سو سو دراہم) الگ الگ ہوں یا آپس میں مخلوط ہوگئے ہوں (ظہیریہ)، اگر کوئی شخص سونے یا چاندی کی چوری کرے اور چور کے ہاتھ کو اس کے باعث قطع کردیا جائے اور ذکر کیا گیا مال اس کے مالک کو لوٹا دیا گیا ہو۔ اس کے بعد مالک اس کا برتن بنوائے یا برتن ہو اور اس کا سکہ دار (ٹھپہ دار) درہم بنوالے۔ اسکے بعد چور اس کی ازسرنو چوری کرے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ ؒ اس کا ہاتھ قطع کئے جانے اور امام ابویوسف ؒ و امام محمد ؒ ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم فرماتے ہیں (شرح طحاوی)، کفایۃ البیہقی کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑا چرا کر اسے سلوائے پھر اسے بنالے اور اس کپڑے کے اندر کوئی نقص و عیب پیدا ہوجائے اور وہ ازسرنو اسی عیبدار و ناقص کپڑے کی چوری کرے تو ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (نہر الفائق)،

اگر کوئی شخص گائے کی چوری کرے اور اس بنا پر اس کا ہاتھ قطع کردیا گیا ہو اور ذکر کی گئی گائے اسکے مالک کو لوٹا دی گئی ہو۔ اسکے بعد مالک کے یہاں گائے نے بچہ جنا اور چور نے اسکے بچہ کی چوری کرلی تو اسکے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر کسی شخص کا ہاتھ کسی کی کوئی شے چرانے کی بنا پر قطع کردیا جائے پھر وہی شے اس کے مالک کو لوٹا دی جائے پھر مالک اسے کسی کے ہاتھ بیچدے۔ اس کے بعد اسے خریدے اور پھر وہی چیز ازسرنو چور نے چرائی تو امام محمد ؒ نے اس مسئلہ کو (بھی) کتاب کے اندر بیان نہیں فرمایا۔ مشائخ (فقہاء) کی رائے اس کے اندر مختلف ہے۔ ہمارے عراقی مشائخ ؒ کے نزدیک اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ ماوراء النہر کے مشائخ کے نزدیک ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (ظہیریہ)، اس طریقہ سے اگر مالک اس چیز کو چور کے ہاتھ بیچکر اسے خریدلے۔ اس کے بعد چور ازسرنو اسے چرالے تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا۔ (نہر الفائق)

کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کر الگ رکھدے تاکہ محتاجوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کردے۔ اس کے بعد اسے کوئی مالدار (صاحبِ نصاب) یا فقیر (ضرورتمند) چرالے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ کیونکہ وہ مال ابھی تک مالک کی ملکیت کے اندر باقی تھا۔ اسی قول کو راجح (پسندیدہ) قرار دیا گیا ہے (غیاثیہ) اگر کوئی چور ایسے حربی شخص کا جو پروانۂ امن حاصل کرکے دارالاسلام میں آیا ہوا ہو اس کا مال چرالے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ استحساناً ہمارے نزدیک یہی حکم ہے۔ اگر اہلِ عدل (یعنی خلیفۂ وقت کا تابعدار) کا کوئی شخص باغیوں کے لشکر میں غارت گری کرے اور ان میں سے کسی شخص کے کسی مال کی چوری کرے اور اسے خلیفۃ المسلمین کے پاس لایا جائے تو اس صورت میں فرماتے ہیں کہ میں اس کے ہاتھ کے قطع کرنے کا حکم نہ کروں گا کیونکہ اہلِ عدل کے لئے یہ جائز ہے کہ جس طرح بھی قادر ہوں باغیوں کا مال حاصل کرلیں اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھیں یہاں تک کہ یا تو باغی تائب ہوکر خلیفہ کی اطاعت اختیار کرلیں یا موت کی آغوش میں سو جائیں۔ یہ مال ان کے ورثاء کو عطا کئے جانے کا حکم ہوگا۔ لہٰذا اس طریقہ سے چرانے میں شبہ پیدا ہوگیا کہ اس نے اسی طریقہ سے لیا ہو۔ اسی طریقہ سے اگر کوئی شخص باغیوں میں کا اہلِ حق واہلِ عدل کے لشکر کے اندر غارت گری کرکے مال لے جائے تو اس کے ہاتھ کے قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ کیونکہ باغی اہلِ عدل کے مال کو بتاویلِ فاسد ہی کہی مگر حلال سمجھتے ہیں البتہ جب اس کے ہمراہ منعہ[۱] کو ملا لیا گیا تو وہ تاویلِ صحیح و درست تاویل کے درجہ میں ہوگئی۔ اگر اہلِ عدل کے ملک میں سے کوئی شخص دوسرے کے مال کی چوری کرے دراں حالیکہ چور اس اہلِ عدل کو کافر کہتا ہو اور اس کے نزدیک اس کا مال لے لینا اور خون بہانا جائز ہو تو میں اسکے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا کیونکہ وہ تاویل اس جگہ پر منعہ سے خالی ہے اور منعہ کے بغیر کوئی تاویل معتبر نہ ہوگی کیونکہ اس طرح اس کا ضمان ساقط نہ ہوگا۔ لہٰذا اسی طریقہ سے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ وہ اس موقعہ پر اہلِ عدل کے قبضہ میں اور اہلِ عدل کے امام وخلیفہ کو اس کا ہاتھ کاٹ کر حد کی تکمیل کر دینے کی قدرت حاصل ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص جو باغیوں کے لشکر میں ہو اس پر اہلِ عدل کے امام کو قدرت حاصل نہیں ہوتی (لہٰذا حکم بھی بدل جاتا ہے) (مبسوط)

دوسری فصل ـــ محفوظ مقام اور محفوظ شے سے چرانے کا ذکر

حرز (محفوظ شے) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اس طرح کا حرز جس کے اندر بذاتِ خود حفاظت کا سامان و آثار موجود ہوں۔ مثلاً مکانات۔ ایسے حرز کو حرز بمکان کہا جاتا ہے۔ بڑے چھوٹے خیموں اور دوکانوں کا بھی یہی حکم ہوگا یعنی ان سب اشیاء میں بذاتِ خود حرز موجود ہے اگرچہ ان میں کوئی شخص حفاظت کرنے والا نہ ہو۔ چاہے ان کے اندر سے چور دروازہ کھلا ہوا ہونے کی شکل میں چوری کرے یا سرے سے دروازہ ہی نہ ہو کیونکہ عمارت سے مقصود احراز اور بچنا ہوتا ہے مگر تاوقتیکہ چور سامان گھر سے باہر نہ نکال لے اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کوئی حفاظت کرنے والا بھی موجود ہو اور چور نے چوری کرلی تو چاہے وہ چوری کردہ شے باہر لے آیا ہو یا نہ لایا ہو بہرصورت اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ دوسری قسم حفاظت (محض) کسی حفاظت کرنے والے کے ذریعہ۔ مثلاً کوئی شخص راستہ میں یا مسجد میں یا جنگل میں بیٹھا ہوا ہونے کی صورت میں اپنا سامان اپنے پاس رکھ لے تو وہ اس سامان کا محافظ شمار ہوگا۔ بشرطیکہ حفاظت کرنے والا سامان کے قریب

---

[۱] منعہ یعنی مقررہ مدت تک (کچھ رقم وغیرہ کے معاوضہ میں) کسی چیز سے نفع اٹھانا۔

بیٹھا ہو۔ اور سامان دور ہونے کی صورت میں حفاظت کرنے والا شمار نہ ہوگا۔ قریب اسے کہا جائیگا کہ وہ سامان اتنے فاصلہ پر ہو کہ حفاظت کرنے والا آسانی اسے دیکھ سکتا اور اسکی حفاظت کرسکتا ہو۔ حفاظت کرنے والے کے سونے یا بیدار رہنے سے اس حکم کے اندر کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ اسی طرح سامان اس نے اپنے نیچے رکھ کر رکھا ہو تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا اسی قول کو زیادہ صحیح قرار دیا گیا ہے (سراج الوہاج)

اگر کوئی شخص جنگل میں اپنے سامان کو اکٹھا کرے اور اس کے اوپر نہیں بلکہ اسکے قریب سوئے اور وہ سامان چرالیا جائے تو اس صورت میں چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ حفاظت کرنے والا سامان کے اسقدر قریب سویا ہو کہ اسے دیکھ سکتا اور اس کی حفاظت کرسکتا ہو (محیط سرخسی)، ہمارے مشائخ (احناف) کے نزدیک ہر نوع کی حفاظت جداگانہ ہے لہذا جس نوع کے لئے جس طرح کی حفاظت مطلوب اور قابل اعتبار ہے اگر اسکے پائے جانے کی صورت میں وہ شئے چرائی گئی تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ مثلاً دابہ (گھوڑے) کو اصطبل سے یا بکری کو ریوڑ خانہ سے چرالے تو چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر ان جگہوں سے وہ دینار یا درہم چرالے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا فتاویٰ کرخی کے اندر ہے کہ جو شئے ایک نوع کے لئے حرز قرار دی جائے۔ یہاں تک کہ علماء سبزی فروش کی ٹوکری اور زنبیل کو جس کے اندر پھیرہارے وغیرہ رکھتے ہیں دینار و درہم اور موتی کے لئے حرز اور حفاظت گاہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہی قول درست ہے (سراج الوہاج) شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارے نزدیک مسلک و مذہب ہے (ظہیریہ)، مکان کے حرز میں محافظ کے حفاظت کرنے کا اعتبار نہیں[1] اسی قول کو درست قرار دیا گیا ہے (ہدایہ)

اگر کوئی شخص حمام (پبلک غسلخانہ) میں سے بوقت شب چوری کرے تو چور کا ہاتھ قطع کیا جائیگا اور دن کے وقت چوری کرنے پر چور کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ عام طور پر لوگ رات کا تھوڑا سا حصہ گزرنے تک حمام میں جاتے ہیں تو رات کے اس حصہ تک کا حکم دن کا سا ہوگا (اختیار شرح مختار)، امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص حمام کے اندر کسی کے نیچے سے کسی کپڑے کی چوری کرے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ مثلاً مسجد کے اندر کوئی شخص کسی کا سامان چرائے درآنحالیکہ مال کا مالک اس کے قریب موجود ہو تو ہاتھ قطع کیا جائیگا۔ امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم فرماتے ہیں۔ ظاہر مذہب کے مطابق یہی حکم ہے۔ اسی قول کے اوپر فتویٰ دیا گیا ہے اگر حفاظت گاہ کوئی مکان ہو اور اس شخص کو اندر آنے کی اجازت عطا کر دی جائے۔ اس کے بعد وہ اجازت لیکر اندر پہونچے اور کوئی چیز چرالے تو اسکے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور اسکے سلسلہ میں اسے حرز (حفاظت گاہ شمار کریں گے اگرچہ وہاں محافظ موجود ہو اور سامان کا مالک سامان پر سو رہا ہو اور اس طرح کی عمارتیں کہ جہاں جب جی چاہے اجازت کے بغیر داخل ہونا ممکن ہو اور کوئی رکاوٹ نہ ہو تو اس طرح کی عمارت کا حکم جنگل کے میدان کا سا ہوگا یعنی مسجد اور شاہراہِ عام کی مانند محافظ مقرر کر دینے پر وہ حرز اور حفاظت سے رکھا ہوا سامان شمار ہوگا (ایضاح)

اگر کوئی شخص (بند تھیلے) کو پھاڑ کر اس کے اندر سے کچھ مال چرالے یا صندوق کے اندر ہاتھ ڈال کر مال لے لے تو اسکے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (تبیین) اگر کوئی شخص کسی کا اونٹ اسکے بوجھ و سامان سمیت راستہ سے چرالے تو چاہے اونٹ کا مالک اونٹ کے اوپر بیٹھا ہوا ہو یا نہ بیٹھا ہوا ہو بہرصورت چرانے والے کا ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ کیونکہ اس مال کا غیر محفوظ ہونا ظاہر ہے۔ اگر کوئی شخص گول تھیلہ کی چوری کرے تو ہاتھ قطع

---

[1] یعنی بغیر محافظ کے بھی مکان حفاظت گاہ ہے۔

نہیں کیا جائیگا۔ اور اگر گول تھیلے کو چاک کرنے کے بعد اسمیں سے مال نکال لے۔ اس صورت میں اگر مال کا مالک وہاں پر موجود ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا ورنہ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر گول تھیلہ زمین پر پڑا ہو اور کوئی شخص اسے سامان سمیت چرالے لہٰذا اگر مال کا مالک اس جگہ اس طرح ہو کہ مال کی نگہداشت کرسکتا ہو تو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ چاہے مالک (چوری کے وقت) سورہا ہو یا جاگ رہا ہو (سراج الوہاج)

اگر کوئی شخص قطار میں سے اونٹ کی چوری کرلے تو اس صورت میں ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا چاہے اونٹ کے ساتھ قائد (آگے کھینچنے والا) یا سائق (پیچھے کھینچنے والا) (ساربان) ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا امامؒ نے قطار کے سائق اور قائد کو حافظ و نگرانی کرنے والا قرار نہیں دیا۔ خواہ سائق اور قائد دونوں ہی اونٹ کی حفاظت کرنے والے کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ مال اسی وقت نگہبانی کرنے والے کی نگہداشت میں شمار ہوگا جبکہ اس کا ارادہ حفاظت و نگہداشت کا ہو اور اگر اس کا ارادہ کسی اور کام کا ہو اور نگہداشت دوسرے کام کے تابع ہو اور ضمناً کسی نہ کسی درجے میں نگہبانی بھی ہو رہی ہو تو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر قطار کے ہمراہ کوئی اس طرح کا آدمی بھی ہو جس کا کام محض نگہداشت و حفاظت ہو تو اس صورت میں چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (ذخیرہ)

اگر چور اسے محفوظ جگہ سے لے تو لے مگر ابھی تک نہ نکلا ہو تو چاہے اس شے کو لاد چکا اور سر وغیرہ پر رکھ لیا ہو یا نہ رکھا ہو بہرصورت ہاتھ قطع نہ ہونے کا حکم ہوگا۔ اگر وہ اس شے کو حفاظت کے مقام سے باہر پھینکدے جہاں پر اس کا رفیق موجود ہو اور وہ اسے لے لے تو دونوں میں سے کسی کے بھی ہاتھ کے کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص اپنے رفیق کو دیوار کے پیچھے سے آواز دے اور اپنے آپ وہ شے لیکر نہ نکلے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان دونوں میں سے کسی کا بھی ہاتھ کاٹنے کا وجوب نہ ہوگا۔ امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اندر والے کا ہاتھ قطع کئے جانے اور باہر والے کا ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ باہر والے نے حفاظت کے مقام ہاتھ ڈالا ہو اور اگر باہر والا اپنے ہاتھ کو حرز کے اندر پہنچا کر اندر والے سے یہ شے لے لے تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق ان دونوں میں سے کسی کے اوپر بھی ہاتھ کاٹنے کا وجوب نہ ہوگا۔ امام ابویوسفؒ دونوں کے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم فرماتے ہیں (فتاوی کرخی) اگر اندر والا مال کو نقب دیوار کے منہ پر رکھدے۔ اس کے بعد باہر نکل کر وہ مال لے لے تو اسکے متعلق امام محمدؒ نے کچھ بیان نہیں فرمایا۔ درست قول کے مطابق ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ اگر گھر میں کوئی نہر رواں ہو اور چور مال و متاع چوری کرکے نہر کے اندر ڈالدے۔ اس کے بعد وہاں سے نکلے اور اسے لے لے اس صورت میں اگر ذکر کیا گیا سامان پانی کے بہاؤ اور زور سے باہر نکل آئے تو اسکے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر وہ پانی کو حرکت دے اور حرکت دینے اور ہلانے کے باعث مال و متاع باہر نکل آئے تو زیادہ درست قول کے مطابق اس کے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (نہایہ)

اگر چور اندر سے اسے راستہ میں پھینکدے اسکے بعد باہر نکل کر اسے لے لے تو اسکے اندر دو شکلیں ہیں (۱) اسے ایسے مقام پر پھینکے کہ اسے دیکھ سکے اور اسکے بعد نکل کر وہ لے لے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا جائیگا۔ اور اگر ایسے مقام پر پھینکدے کہ اسے دیکھنا ممکن نہ ہو تو اسکے اوپر ہاتھ کاٹنے کا وجوب نہ ہوگا خواہ باہر نکل کر اسے لے بھی کیوں نہ لے (۲) اور اگر وہ سامان گدھے پر لاد دے اور پھر گدھے کو ہانک کر باہر نکال لائے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (نہایہ)

اگر مال چرا کر اسے گھر سے باہر نہ نکالے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ یہ حکم اس شکل میں ہوگا جبکہ دار (مکان) چھوٹا ہو اور اہل خانہ کے لئے اس کے صحن سے نفع اٹھانا اور اسے کام میں لانا ناگزیر ہو۔ اور اگر بڑا گھر

ہو۔ اور اس کے اندر کمرے اور منزلیں ہوں اور ہر کمرہ میں لوگ رہائش پذیر ہوں اور ان منزلوں میں رہنے والے مکان کے صحن سے بے نیاز ہوں اور محض کسی کوچہ وگلی کی مانند اس سے نفع اٹھاتے ہوں، ایسے مکان میں کوئی شخص کمرہ سے کوئی چیز چرا کر صحن میں لائے تو اسکے ہاتھ کے قطع کیے جانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر ایک کمرہ میں رہنے والے نے دوسرے کمرے کی کسی شے کی چوری کر لی تو اس صورت میں (بقدر نصاب سرقہ ہو تو) ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم کیا جائے گا۔ (کافی)

اگر کوئی شخص کسی گھر میں نقب لگائے اس کے بعد کوئی چیز لئے بغیر نکل جائے۔ پھر دوسری شب میں آئے اور داخلہ کے بعد کسی شے کی چوری کر لے۔ اس صورت میں، اگر گھر کا مالک نقب کے متعلق معلوم ہونے کے باوجود اسے بند نہ کرے یا ذکر کیا گیا نقب ایسا ظاہر ہو کہ شب کو بھی، راہ گیر اور چوکیدار اسے دیکھ رہے ہوں۔ اس کے بعد وہ نقب بند نہ کرے تو اس صورت میں چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور اگر نقب اس طور پر ظاہر نہ ہو بلکہ پوشیدہ ہو تو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (سراج الوہاج)

کوئی چور گدھے سمیت ایک گھر کے اندر داخل ہو اور کپڑے اکٹھے کر کے گدھے کے اوپر لاد کر منزل سے باہر آجائے اور اپنے مکان چلا جائے پھر گدھا مال سمیت چور کے گھر آجائے تو اس صورت میں چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طریقے سے اگر کوئی شخص کبوتر وغیرہ کے پیر میں کوئی چیز (چرا کر) باندھ کر چھوڑ دے اور کبوتر چرانے والے کے گھر چلا آئے اور چور کبوتر وغیرہ پرندہ کے پیر سے اس شے کو کھول لے تب بھی اسی حکم کے برقرار رہنے کا حکم کیا جائیگا (فتاوی سراجیہ)، اگر کوئی شخص محفوظ جگہ پر رکھے ہوئے مال میں سے چرا لے۔ اس کے بعد دوسرا اس محفوظ مقام میں داخل ہو اور چرانے والے شخص کو مال سمیت اپنے اوپر لاد کر باہر نکال لائے تو اس صورت میں (محض) لاد کر لانے والے شخص کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر چرانے کے اندر بقدر نصاب سرقہ مال دو مرتبہ یا دو مرتبہ سے زیادہ میں نکالے پس اگر اس کے دوران مالک کو خبر ہو جائے اور وہ نقب کو ٹھیک کر دے اور دروازہ کو بند کر دے تو دوسری مرتبہ مال نکالنے کا شمار دوسری چوری میں ہوگا اور ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ مگر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ نکالا ہوا مال نصاب سرقہ کی مقدار کو نہ پہونچا ہو بلکہ اس سے کم ہو اگر اس دوران مال کے مالک کو خبر نہ ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (سراج الوہاج)،

کوئی شخص چھت کے اوپر نصاب کی مقدار کسی چیز کی چوری کرے تو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ کوئی شخص مالک کی اجازت کے بغیر دیوار توڑ پھوڑ دے اسکے بعد چور اس راستہ سے گھر میں داخل ہو کر کچھ چرا لے تو راجح و پسندیدہ قول کے مطابق چور کے چوری کردہ مال کا ضمان نقب لگانے والے پر نہ آئے گا (خلاصہ)، اگر کوئی شخص کوچہ (گلی) میں بچھائے گئے کپڑے کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور اگر وہ کپڑا چھپر میں بچھا ہوا ہو اور اس چھپر کا رخ کوچہ کی طرف ہو اور کوئی شخص چوری کرے تب بھی اسی حکم کے برقرار رہنے کا حکم کیا جائیگا! اور اگر ایسا کپڑا دیوار کی سطح پر بچھا ہوا ہو اور اس کا رخ کوچہ (گلی) کی جانب ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (ظہیریہ)، اگر کوئی کسی گھر میں نقب لگائے اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر کوئی شے لے لے تو ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اس مسئلہ کا تعلق ایسے بڑے گھر سے ہے جس کے اندر نقب لگا کر داخلہ ممکن ہو اور اگر گھر اتنا چھوٹا ہو کہ نقب لگا کر اس میں داخلہ نہ ہو سکتا ہو اور اس مکان کے اندر ہاتھ ڈال کر مال لے لے تو بالاتفاق سب کے نزدیک ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی شخص صراف کے صندوق کے اندر ڈال کر مال لے لے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ (سراج الوہاج)

کچھ لوگ ایک سرائے یا ایک گھر کے اندر اتریں اور ان میں سے کوئی شخص دوسرے کے مال کی چوری کرے

درآنحالیکہ مال کا مالک اس کی حفاظت کر رہا تھا اور مال اس کے سر کے نیچے تھا تو اس صورت میں اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (سراجیہ) اگر کوئی شخص آستین کے باہر درہم کی بندھی ہوئی تھیلی کاٹ کر دراہم لے لے تو اسکے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اگر آستین کے اندر ہاتھ ڈالے اور تھیلی چاک کرنے کے بعد دراہم نکال لے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور بندش کو کھول کر لینے کی صورت میں پہلی شکل کے اندر ہاتھ قطع کئے جانے اور دوسری شکل میں قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا (کافی) منتقی کے اندر بحوالہ حسن رح امام ابوحنیفہ رح سے منقول ہے کہ امام نے ایسے شخص کے بارے میں جو بند دروازہ کھولنے کے آلات اپنے پاس رکھتا ہو فرمایا کہ اگر اس قسم کے شخص نے بند دروازہ کو کھول لیا اور گھر و کمرہ کے اندر کوئی موجود نہ ہو اور وہ شخص مال و متاع لے لے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر گھر یا کمرہ کے اندر کوئی گھر یا کمرہ والا موجود ہو اور ایسا شخص اس کے اندر سے مال و متاع لے لے درآنحالیکہ وہ اسکی موجودگی سے آگاہ نہ ہو تو ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر ایسا شخص بازار کسی (دوکان وغیرہ کے) دروازہ کو کھولے تب بھی اس کا ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ فقاف وہ شخص کہلاتا ہے جسے دراہم پرکھنے اور جانچنے کی خاطر دیئے جایا کرتے ہیں اور وہ مالک کے علم کے بغیر ان کے دراہم میں لے لیتا ہے۔ حاوی کے اندر لکھا ہے کہ اگر گھر و دروازہ بند تو ہو مگر تالا وغیرہ نہ لگا ہوا ہو۔ اس کے بعد چور ایسے گھر کے اندر پوشیدہ طریقہ سے داخل ہو کر پوشیدہ مال و اسباب لے لے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اور گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہونے کی شکل میں اگر وہ دن میں داخل ہو کر چوری کرے تو ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ اگر بوقت شب گھر کے دروازہ سے داخل ہوا اور دروازہ صرف بند تھا مقفل نہیں تھا اور ایسے وقت داخل ہو کہ لوگ نماز عشا سے فارغ ہو چکے تھے اور اس کے بعد وہ پوشیدہ طور سے یا لڑ جھگڑ کر مال لے لے تو اس صورت میں چاہے اس کے ہمراہ ہتھیار ہو یا نہ ہو اور گھر کا مالک اس سے واقف ہو یا نہ ہو بہر صورت ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اگر کوئی چور کسی کے گھر میں شام اور عشاء کے بیچ میں پہونچ جائے اور لوگوں کی آمد و رفت ابھی تک جاری ہو تو اسوقت کا حکم دن کا سا ہوگا۔

اگر کسی گھر کے اندر چور گھس جائے اور چور گھر کے مالک کے اندر موجود ہونے سے آگاہ نہ ہو یا چور گھر کے مالک کے اندر موجود ہونے سے آگاہ ہو مگر مالکِ مکان کو چور کے آنے کا علم نہ ہو تو اس صورت میں چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اگر چور اور مالک دونوں آگاہ ہوں تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور دونوں آگاہ نہ ہوں تب بھی ہاتھ قطع نہ کیا جائیگا۔ اگر بوقت شب کوئی شخص کسی سے لڑے جھگڑے یہاں تک کہ اس کا مال چھین لے تو اس کے ہاتھ کے کاٹے جانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر دن کے وقت اس سے لڑے جھگڑے اور پوشیدہ طور پر اس کے مکان میں نقب لگا کر چور اس کا مال و متاع لے لے تو لینے والے کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں شکلوں میں ہاتھ قطع نہ کیا جائے مگر ہم نے پہلی شکل کے اندر استحسان کو اختیار کیا اور کہا کہ ہاتھ قطع کیا جانا ضروری و لازم ہے (محیط)

اگر کوئی شخص محفوظ جگہ میں سے ایک بکری نکالے اور دوسری بکری خود بخود اسکے پیچھے پیچھے آجائے اور پہلی بکری (از روئے قیمت) سرقہ کے نصاب کو نہیں پہونچتی تھی تو چرانے والے کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (سراج الوہاج) اگر کوئی شخص چراگاہ سے کسی بکری یا اونٹ یا گائے کی چوری کرلے تو اسکے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ امام محمد رح اسی طرح بیان فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام رح فرماتے ہیں کہ محض اس صورت میں ہاتھ قطع کیا جائیگا جبکہ ان کے ہمراہ کوئی نگہداشت کرنے والا چرواہا موجود ہو۔ بقالی کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص چراگاہ سے مویشی چرالے تو خواہ ان کے ساتھ چرواہا بھی ہو مگر ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ چرواہا حفاظت کی خاطر نہیں بلکہ چرانے

کیلئے مقرر کیا جاتا ہے لہٰذا چرواہے کی موجودگی کی بنا پر وہ مویشی حفاظت کئے گئے شمار نہیں کئے جائیں گے۔ اگر چرواہے کے علاوہ کوئی اور شخص ان کی نگہداشت و حفاظت کرنے والا موجود ہو تو ہاتھ قطع کیا جانا لازم ہوگا۔ اسی قول کے اوپر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اگر بکریاں رات کے وقت کسی ایسے گھر میں رہتی ہوں جو انہی کی رہائش کی خاطر بنایا گیا ہو اور اس مکان کا دروازہ مقفل رہتا ہو اور کوئی شخص مقفل و بند دروازہ کو توڑ کر اندر داخل ہو اور بکری چرالے تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ بقالی کے اندر لکھا ہے کہ اگر دروازہ بند ہو تو یہ لازم نہیں کہ مقفل ہونا ضروری خیال کیا جائے۔ البتہ اگر یہ مکان جنگل میں تنہا ہو تو مقفل ہونے کا اعتبار کیا جائیگا (اور اسی کے لحاظ سے حکم لگایا جائیگا) (ذخیرہ)

اگر کوئی شخص پتھروں یا کانٹوں کے ذریعہ خطیرہ (احاطہ) بنا کر اس میں بکریاں اکٹھی کرے اور اپنے آپ ان بکریوں کے قریب سوئے تو اس صورت میں چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بکریاں خطیرہ کے علاوہ میں اکٹھی کرلے درآنحالیکہ وہ انھیں ایک جگہ پر جمع کرچکا ہو تو خواہ کوئی شخص اس کا نگہبان و نگہداشت کرنے والا ہو یا نہ ہو بہر صورت چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (حاوی)، عام مشائخ (بشمول فقہاء) کے نزدیک اگر وہ بکریوں کو ایسی جگہ پر جمع کرے جو ان کی حفاظت و نگہداشت کی خاطر مقررہ فراہم کرچکا ہو اس کے بعد کوئی شخص ان بکریوں کو چرالے تو چاہے ان بکریوں کے ہمراہ نگہبان و محافظ ہو یا نہ ہو بہر صورت چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (محیط) اسی قول کو درست قرار دیا گیا ہے۔ (ذخیرہ)

اگر کوئی شخص اپنے والد اور والدہ کی خواہ کتنے ہی اونچے درجہ کے کیوں نہ ہوں (یعنی باپ دادا پردادا اور ماں دادی پردادی وغیرہ)، یا بیٹے خواہ کتنے ہی نیچے درجہ کا ہو (یعنی بیٹا پوتا پرپوتا وغیرہ)، یا کسی ذی رحم محرم (بھائی بہن چچا ماموں پھوپی خالہ) کی کوئی شے چرالے تو چوری کرنے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اگر وہ اپنے ذی رحم محرم کے مکان سے کسی غیر شخص کا سامان چرالے تب بھی ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ اور اگر اپنے ذی رحم محرم کے مال کو کسی غیر شخص کے یہاں سے چرالے تو اس صورت میں ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (فتح القدیر)

کوئی شخص رضاعی ماں یا رضاعی بہن کی کوئی شے اسی کے پاس سے چرالے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم [illegible] (کافی)، اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کے مال کی چوری کرے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طریقے سے اگر میاں بیوی میں کوئی ایک دوسرے کے مخصوص و محفوظ مقام سے جس میں دونوں کا قیام نہ ہو کوئی شے چرالے تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا۔ (غایۃ البیان)، اگر زوجہ اپنے خاوند یا خاوند اپنی زوجہ کے مال میں سے چوری کرے۔ اس کے بعد خاوند زوجہ کو طلاق دیدے درآنحالیکہ ابھی تک اس سے ہمبستری کی نوبت نہ آئی ہو لہٰذا اس بنا پر وہ عدت کے بغیر ہی بائنہ ہوجائے تب بھی دونوں میں سے خواہ کوئی چوری کرے ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسی عورت کا جسکو وہ بائن طلاق واقع کرچکا ہو یا اس سے خلع کرچکا ہو کچھ مال چرالے اس صورت میں اگر عورت ابھی عدت گذار رہی ہو تو خواہ ایک طلاق بائن کی ہو یا دو یا تین طلاقیں دی ہوں بہر صورت اس کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ اسی طرح سے اگر عورت طلاق واقع کرنے والے خاوند کے مکان میں سے کچھ مال چرالے درآنحالیکہ یہ اس کی عدت گذار رہی ہو تو عورت کے ہاتھ بھی قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ (سراج الوہاج)

اگر کوئی شخص زوجہ کے مال میں سے کچھ چرانے کے بعد اس کو بائن طلاق دیدے اور اسکی عدت بیت جائے

۱؎ مال کے بعد طلاق دینا۔

اسکے بعد قاضی کے روبرو یہی چوری کا مقدمہ پیش ہو تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ (تبیین)

اگر کوئی شخص کسی غیر واجنبیہ عورت کے مال کی چوری کرے یا عورت کسی اجنبی وغیر مرد کے مال کی چوری کرلے۔ اس کے بعد قاضی یا خلیفۃ المسلمین کے یہاں نالش سے قبل دونوں آپسمیں نکاح کرلیں۔ اسکے بعد اس مقدمہ کے بارے میں نالش کی جائے اور چور چوری کا اعتراف واقرار کرے تو قاضی اسکے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ کریگا۔ (ذخیرہ) اگر قاضی قطع کئے جانے کا حکم دیدے لیکن اسکے نفاذ سے قبل دونوں آپسمیں نکاح کرلیں تو امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ چور کے ہاتھ کے قطع نہ کئے جانے کا حکم فرماتے ہیں (سراج الوہاج)

اگر کوئی شخص ایسی زوجہ کے مال میں سے کچھ چرالے جو اس کے اوپر اس کی بیٹی یا ماں (اپنی ساس) کا بوسہ لینے کی بنا پر حرام ہوچکی ہو۔[1] تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (محیط) اگر کوئی شخص داماد یا ختن[2] کے یہاں چوری کرے تو امام ابوحنیفہؒ اس کے ہاتھ قطع نہ کئے جانے اور امام ابویوسفؒ وامام محمدؒ ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم فرماتے ہیں۔ یہ اختلاف فقہاء اس وقت ہے جبکہ مکان داماد کا ہو۔ اور مکان لڑکی کا ہونے کی صورت میں متفقہ طور پر سب کے نزدیک ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر اپنی بیوی کے گھر سے داماد کے مال کی چوری کرے تو متفقہ طور پر سب کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرماتے ہیں (جوہرہ نیرہ) ختن اس مرد رشتہ دار کو کہتے ہیں جو اسکی ذی رحم محرم عورت کا خاوند ہو مثلاً بیٹی کا خاوند یا حقیقی بہن کا خاوند وغیرہ۔ صہر اسے کہتے ہیں جو اس پر حرمت مصاہرت کے باعث حرام ہو مثلاً زوجہ کی والدہ (ساس) اور زوجہ کی بیٹی یا مثلاً والد کی زوجہ (سوتیلی والدہ) اور ان کی اولاد اور ان کے ہر ذی رحم محرم سے بھی مصاہرت ثابت ہوگی۔ (محیط)

اگر کوئی غلام اپنے مالک کے مال کی چوری کرے تو اسکے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر آقا کے والد یا والدہ یا کسی ذی رحم محرم کے مال کی چوری کرے تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا۔ نیز اگر کوئی شخص آقا کی زوجہ کے مال کی چوری کرے تب بھی ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ جن لوگوں کے مال کی چوری کے باعث آقا کا ہاتھ قطع کیا جاتا ہے ان کے مال کی چوری کی بنا پر آقا کے غلام کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (محیط سرخسی) غلام چاہے خالص غلام ہو یا مکاتب[4] یا مدبر یا تجارت کی اجازت دیا گیا غلام یا ام ولد[3] ہو اور ان میں سے کوئی اپنے آقا کے مال کی چوری کرلے تو تمام کا حکم ایک سا ہوگا (یعنی ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا) (سراج الوہاج) اسی طریقہ سے اگر آقا تجارت کی اجازت دیئے گئے غلام یا مکاتب کے مال سے چوری کرے تو اسکے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اگر خالص غلام کے مال سے چوری کرے تو کیونکہ گویا اس نے امانت رکھنے والے کے پاس سے امانت کی چوری کی اور امانت رکھنے والے کے پاس چوری کرنے پر چوری کرنے والے کا ہاتھ قطع کیا جاتا ہے اس لئے آقا کا ہاتھ بھی قطع کیا جائیگا (محیط سرخسی)

اگر کوئی مہمان کسی میزبان کے یہاں سے کوئی چیز چرالے تو اس کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (ہدایہ) اگر ایک جماعت وقوم کا کوئی شخص غلام ہو اور وہ ان کے سامان میں سے کچھ چرالے تو اس کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ اگر اجیر کسی ایسے مقام سے جہاں اس کو جانے کی اجازت عطا کی گئی تھی کوئی شے چرالے تو اس صورت میں اس کا ہاتھ بھی قطع نہیں کیا

---

[1] یعنی حرمت مصاہرت کی بنا پر حرام ہوگئی ہو [2] اسکی کسی ذی رحم محرم عورت کا شوہر [3] وہ باندی جس کے آقا کے نطفہ سے اولاد ہو [4] مکاتب وہ غلام جسے آقا نے یہ کہدیا ہو کہ اتنا ادا کرنے پر تو حلقۂ غلامی سے آزاد ہے اور مدبر وہ غلام جسے آقا یہ کہدے کہ تو میرے مرنے کے بعد حلقۂ غلامی سے آزاد ہے۔

جائیگا۔ اگر کوئی شخص اپنا مکان دوسرے کو اجارہ کے اوپر دیدے اسکے بعد دینے والے اور اجارہ پر لینے والے میں سے کوئی دوسرے کے کچھ مال کی چوری کرے اور ہر ایک الگ منزل میں ہو تو امام ابو حنیفہؒ چور کے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم فرماتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کرایہ پر دینے والا کرایہ پر لینے والے کی کوئی شے چرالے تو ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا اگر کرایہ لینے و وصول کرنے والا کرایہ دینے والے کی کوئی شے چرالے درآنحالیکہ دونوں ایک گھر دا ایک منزل میں ہوں تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک کرایہ وصول کرنے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (سراج الوہاج)

تیسری فصل۔ ہاتھ کاٹنے کی کیفیت اور اسکے ثابت ہونے کا ذکر

اس فصل کے اندر پہلے اس بات کا ذکر ہے کہ ہاتھ کس طریقے سے کاٹا جاتا ہے۔ لہٰذا فرماتے ہیں کہ چور کے دائیں ہاتھ کو گٹے کے جوڑ پر سے قطع کر دیا جائے اور پکے ہوئے روغن زیتون کے ذریعہ خون بند کر دیا جائے ہمارے نزدیک چور کے ساتھ یہ عمل واجب و ضروری ہے (بحر الرائق)، اگر وہ دوسری مرتبہ چوری کرے تو اس کے بائیں پیر کے کاٹے جانے کا حکم ہوگا۔ اور تیسری مرتبہ چوری کرے تو پھر باقی ماندہ ہاتھ پاؤں میں سے کوئی کاٹنے کا حکم نہ ہوگا لیکن تاوقتیکہ وہ تائب نہ ہو جائے اسے مسلسل قید میں رکھیں گے استحساناً یہی حکم ہے۔ اسے تعزیر بھی دیں گے مشائخ (فقہاء) یہی بیان فرماتے ہیں (ہدایہ)، خلیفۃ المسلمین ازروئے سیاست اسے قتل کر دینا جائز ہے کیونکہ وہ زمین میں فساد و فتنہ پھیلاتا پھرتا ہے۔ (سراجیہ) اگر کسی چور کا دایاں پیر کٹا ہوا ہو یا بایاں ہاتھ کٹا ہوا ہو تو چوری کی سزا دیتے وقت دائیں ہاتھ یا بائیں پاؤں کے کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اس کے بائیں پاؤں کے شل ہونے کی شکل میں بھی یہی حکم برقرار رہے گا۔ اسی طریقے سے اگر اس کا بایاں انگوٹھا شل یا کٹا ہوا ہو (دیا)، اس کے اندر انگوٹھے کے علاوہ دو انگلیاں بھی اس طرح کی یعنی شل ہوں تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا۔ اور انگوٹھے کے علاوہ صرف ایک ہی انگلی شل ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (ہدایہ)، اس کے دائیں ہاتھ کے شل ہونے یا اس کے ناقص و کم ہونے کی صورت میں روایت ظاہر کے مطابق ہاتھ قطع کئے جانے کے حکم میں فرق نہ پڑے اور ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (تبیین)

اگر چرانے والے کے ایک پہنچے میں دو ہتھیلیاں ہوں تو اس صورت میں بعض کے نزدیک دونوں کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور بعض کے نزدیک اگر اصل ہتھیلی واضح و نمایاں ہو اور اس کے قطع کئے جانے پر کفایت ممکن ہو تو وہ زائد ہتھیلی قطع نہیں کی جائیگی اور اگر کفایت ممکن تو دونوں کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اسی قول کو راجح و پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ اگر وہ شخص ان دونوں ہتھیلیوں میں محض ایک کے ذریعہ کسی چیز کی گرفت کرتا اور پکڑتا ہو تو بس کے ذریعہ گرفت کیا کرتا ہو وہی ہتھیلی قطع کی جائیگی۔ (جوہرہ نیرہ)، اگر اس کے دائیں پیر کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں۔ لہٰذا اگر اس پیر سے کھڑا ہونا اور چلنا ممکن ہو تو اس کے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور اگر اس کیلئے اس پیر کے بل چلنا ممکن نہ ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ (مبسوط)

جس شخص پر چوری کے باعث ہاتھ قطع کیا جانا لازم ہو چکا ہو اور ابھی حکم کے مطابق اس کا ہاتھ قطع نہیں کیا گیا تھا کہ کسی اور شخص نے اس کے دائیں ہاتھ کو قطع کر ڈالا اس صورت میں اگر خصومت و نالش سے قبل ایسا ہوا ہو تو اس کا ہاتھ عمداً قطع کرنے والے کے اوپر قصاص کا اور غلطی و خطا سے قطع کرنے کی صورت میں تاوان کا وجوب ہوگا اور چرانے والے کا چوری کے باعث بایاں پیر قطع کیا جائیگا۔ اور اگر نالش کے بعد قاضی کے فیصلہ سے قبل

ل یعنی ہاتھ کے بدلہ ہاتھ کاٹا جائیگا۔

ایسا ہوا ہو تب بھی اسی حکم کے برقرار رہنے کا حکم کیا جائیگا۔ مگر محض اسقدر فرق ہوگا کہ چوری کے سلسلہ میں چور کا بایاں پیر قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا اور اگر قاضی کے فیصلہ کے بعد کاٹ دیا گیا تو قطع کرنے والے کے اوپر ضمان کا وجوب ہوگا اور اس شخص کا قطع کرنا یا چوری کے باعث ہاتھ قطع کئے جانے کے قائم مقام ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ چور جتنا مال چوری کردہ مال میں سے ضائع کردے اس کے اوپر اسکے ضمان کا وجوب ہوگا (شرح طحاوی)

اگر کوئی اجنبی شخص دایاں نہیں بلکہ بایاں ہاتھ کاٹ دے تو اب چوری کے باعث اسکے دائیں ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ تاکہ کسی چیز کو پکڑنے اور گرفت میں لینے کی منفعت سرے سے فوت نہ ہوئے[1] اور اگر اس کے بائیں ہاتھ کو بھی قطع نہیں کیا گیا بلکہ دایاں پیر کاٹ دیا گیا تو چوری کے باعث جس قطع و کاٹنے کا اس پر وجوب تھا اس کے ساقط ہوجانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر اس کے دائیں پیر کو بھی نہیں بلکہ بائیں پیر کو کاٹا گیا تو چوری کے باعث اس کا دایاں ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ (محیط) اگر حاکم جلاد سے کہے کہ اس شخص کا ہاتھ سرقہ کے ارتکاب کے باعث قطع کردے اور جلاد عمداً اس کے بائیں ہاتھ کو قطع کردے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جلاد کے اوپر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا البتہ اسے بطور تنبیہ کچھ سزا دینے کا حکم کیا جائیگا (فتح القدیر) اس کے اندر اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ جلاد کے عمداً وارادتاً بایاں قطع کرنے کی صورت میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے اور جلاد اگر غلطی سے بایاں ہاتھ قطع کردے تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک جلاد پر ضمان لازم نہ آئیگا چاہے جلاد اجتہادی غلطی کی بنا پر ایسا کرے یعنی وہ نص قرآنی میں اس طرح اجتہاد کرے کہ نص قرآنی میں مطلقاً (بلا قید) ہاتھ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے چاہے دایاں ہاتھ ہو یا بایاں ہو لہٰذا وہ بائیں ہاتھ کو قطع کردے اور چاہے شناخت کی غلطی کے باعث بایاں ہاتھ قطع کردے اسی قول کو درست قرار دیا گیا ہے۔ (ملتقی)

اگر کوئی حاکم جلاد سے اس طرح کہے کہ "اس کے ہاتھ کو قطع کردے" پس وہ بائیں ہاتھ کو قطع کردے تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس کے اوپر ضمان کا وجوب نہ ہوگا۔ اگر چور اپنے بائیں ہاتھ کو پیش کرکے کہے کہ یہ میرا دایاں ہاتھ ہے اور جلاد اسے قطع کردے تو خواہ وہ اس سے آگاہ ہو کہ یہ اس کا بایاں ہاتھ ہے مگر اس کے اوپر ضمان لازم نہ ہوگا متفقہ طور پر سب کے نزدیک یہی حکم ہے (فتح القدیر) اگر جلاد کے علاوہ کوئی اور شخص اسکے بائیں ہاتھ کو کاٹ دے تب بھی ضمان لازم نہ آئیگا اسی قول کو درست قرار دیا گیا ہے (ہدایہ)

اگر چور کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوجائے اس کے بعد کوئی شخص خلیفۃ المسلمین کی اجازت کے بغیر اس کے دائیں ہاتھ کو قطع کردے تو قطع کرنے والے پر کسی تاوان کا وجوب نہ ہوگا البتہ خلیفۃ المسلمین کو یہ حق ہوگا کہ وہ اسے اس فعل کے اوپر سرزنش وتنبیہ کرے (مبسوط) اگر جلاد اس کے دائیں پیر کو قطع کردے تو جلاد پر اس کے پیر کی دیت کا ضمان لازم آئیگا اور چور کا دایاں ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور جلاد اس کے دونوں ہاتھوں کو قطع کردے تو اس صورت میں اس کے دائیں ہاتھ کو چوری کے باعث کٹا ہوا شمار کرینگے اور جلاد پر بائیں ہاتھ کی دیت کا ضمان لازم آئے گا اور وہ اس کی دیت (مالی معاوضہ) چور کو دے گا (محیط) اگر جلاد دونوں ہاتھوں پیروں کو کاٹ ڈالے تو اس پر چور کے بائیں ہاتھ اور دونوں پیروں کا ضمان واجب ہوگا اور ان کی دیت چور کے حوالے کریگا۔ اور اگر کسی وجہ سے چور کا دایاں ہاتھ ہی نہ ہو تو اسکے بائیں ہاتھ کے کاٹے جانے کا حکم کیا جائیگا (فتاوٰی عتابیہ)

اگر گواہوں کی گواہی کے باعث چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم دیدیا جائے پھر چور چھوٹ کر بھاگ گیا۔ یا ابھی تک

[1] بلکہ کسی نہ کسی حد تک باقی رہے۔

قطع کا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ چھوٹ کر بھاگ گیا پھر بہت عرصہ کے بعد پکڑا گیا تو اسکے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اگر کوتوال وغیرہ اس کا تعاقب کر کے فوراً ہی اسے پکڑ کر لے آئے تو اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (مبسوط)

اگر کوئی آدمی کچھ آدمیوں کے مال کی چوری کرے تو ایک کی عدم موجودگی میں چور کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا (عتابیہ)

اگر کوئی شخص مقام "جوزجانات" میں چوری کرے اور اس کے متعلق نالش قاضی بلخ کے یہاں کی جائے تو قاضی بلخ کو چوری کا ثبوت بہم ہونے کے بعد اس کے ہاتھ کے قطع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اگر خراسان کے حاکم کے عہد سپرد کئے بغیر از خود کوئی شخص باغیوں میں سے مقام "جوزجانات" پر قابض ہو جائے اور وہاں کا حاکم بن بیٹھے تو اس صورت میں قاضی بلخ کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ سرقہ کی حد "جوزجانات کے" چور کے اوپر قائم کرے اسکی نظیر (مثال) یہ ہے کہ شہر خوارزم کا کوئی شخص چوری کرے اور قاضی بخارا کے یہاں نالش کی جائے (تو یہی حکم ہوگا) (محیط)

اگر کسی شخص کا چوری کرنا سخت گرمی یا سخت سردی کے موسم میں ثابت ہو درانحالیکہ اس کے ہاتھ کے قطع کئے جانے میں اس کے مرجانے کا اندیشہ ہو تو سخت سردی یا گرمی کے کم ہونے تک اسے قید کے اندر رکھا جائے۔ اور اگر اتنی سخت گرمی یا سردی نہ ہو کہ چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کی شکل میں اس کے مرجانے کا اندیشہ ہو تو بلا تاخیر ہاتھ قطع کردینے کا حکم کیا جائیگا۔ اور اگر سخت گرمی یا سردی کے کم ہونے تک اسے قید کے اندر رکھا جائے اور قید خانہ ہی میں موت کی آغوش میں سو جائے تو چوری کردہ مال کی ضمانت اس کے ترکہ سے واجب قرار دی جائیگی (مبسوط) اس وقت تک چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا جبتک کہ جس کا مال چرایا ہے وہ حاضر ہو کر حد سرقہ کا مطالبہ نہ کرے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دونگا۔ درست قول یہی ہے جو روایت ظاہر کے مطابق ہے (زاد الفقہاء) چوری خواہ گواہوں کی گواہی کے ذریعہ ثابت ہو یا خود چوری کرنے کے اقرار و اعتراف کے باعث ہمارے نزدیک دونوں کا حکم برابر ہوگا اور حکم کے اندر کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر وہ شخص جس کے مال کی چوری کی گئی ہے ہاتھ قطع کئے جانے کے وقت غیر حاضر ہو تب بھی ہمارے نزدیک حد سرقہ کا حکم باقی رہے گا (ہدایہ)

اگر کوئی شخص کسی شخص کے پاس امانتاً رکھے ہوئے مال میں سے چوری کرے یا غصب کرنے والے شخص کے یہاں غصب کردہ مال چرالے یا سود خور کے یہاں سود پر رکھے ہوئے مال میں سے چرالے یا عاریتاً لئے ہوئے مال میں سے عاریتاً یا مانگا ہوا لینے والے کے یہاں سے چوری کرلے یا اجرت پر لینے والے شخص کا اجرت پر لیا ہوا مال چرالے یا تجارت میں شرکت کی خاطر مال لینے والے کے مال میں چوری کرنے یا مستبضع (کچھ نفع کی خاطر مال لینے والے) کا مال بضاعت (کچھ نفع کی خاطر لیا ہوا مال) چرالے۔ یا جو شخص خریدنے کے لیے کسی شے پر قابض ہوا اس کی وہ شے یا رہن رکھنے والے کا رہن رکھا ہوا مال چرالے تو ان میں سے ہر شخص چور کے ہاتھ قطع کرا دینے کا حق و اختیار حاصل ہے۔ نیز ہر وہ شخص جس کے قبضہ میں دوسرے کی شے حفاظت کی خاطر ہو مثلاً والد یا ولی وغیرہ اس کو یہ حق حاصل کہ چور کے اس مال میں سے چوری کرنے کے باعث ہاتھ قطع کرادے اگر مال کے اصل مالک ان لوگوں کے یہاں سے چوری کی بنا پر چوری کردہ مال کے سلسلہ میں نالش کریں تو حد سرقہ کا بھی نفاذ ہوگا۔ البتہ اگر رہن رکھنے والا نالش کرے تو چور پر اسی صورت میں حد سرقہ کا نفاذ ہوگا جبکہ قرضہ کی ادائیگی کے بعد رہن رکھا ہوا مال قائم و موجود ہو (کافی)

اگر مال چرانے کی بنا پر ہاتھ قطع کر دیا جائے۔ اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اس چور کے پاس سے یہ مال چرالے تو اس صورت میں اصل مال کے مالک یا پہلے چور دونوں میں کسی کو دوسرے چور کے ہاتھ قطع کرانے کا حق نہ ہوگا۔ اگر دوسرا شخص پہلے چور کے ہاتھ قطع کئے جانے یا کسی شبہ کی بنا پر اس کے اوپر سے سرقہ کی حد کے ساقط ہونے کے بعد

چرائے تو پہلے چور کے نالش کرنے دوسرے چور کے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (ہدایہ)، نوادر ہشام کے اندر کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کوئی شخص کسی کے ہزار دراہم چرالے اس کے بعد ایک دوسرا شخص جس کے ہزار دراہم چرائے گئے شخص پر واجب ہوں ان چوری کردہ ہزار دراہم کو اس چور سے چھین لے تو امام محمدؒ نے جواباً فرمایا کہ میں اس صورت میں پہلے چور کے ذمہ سے ہاتھ کاٹے جانے کی سزا کے دور ہونے کا حکم دونگا (محیط)،

اگر کوئی شخص کسی کا مال چرالے اور پھر اس سے پہلے کہ حاکم کے یہاں مقدمہ دائر ہو وہ چرایا ہوا مال مالک کو لوٹا دے تو چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اگر گواہوں کی گواہی اور ہاتھ کاٹے جانے کے حکم کے بعد مال لوٹائے تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر (مقدمہ دائر ہونے کے بعد) قاضی کے فیصلہ سے قبل مال لوٹا دے تو استحساناً ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اگر چور چرایا ہوا مال مالک کے لڑکے یا کسی اور ذی رحم محرم کو لوٹا دے۔ اس صورت میں جسے مال لوٹایا ہے اگر وہ مال کے مالک کے عیال میں (یعنی زیر پرورش یا ساتھ رہنے والا) نہ ہو تو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا اور عیال میں ہونے کی شکل میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طریقے سے اگر مال اس کی زوجہ یا غلام یا ایسے اجیر کو جو ماہانہ یا سالانہ تنخواہ وغیرہ پر کام کر رہا ہو لوٹا دے تب بھی حکم اسی اوپر ذکر کی گئی تفصیل کے مطابق ہوگا اگر مال اس کے باپ یا ماں کو لوٹا دے درانحالیکہ یہ مالک مال کے عیال میں نہ ہوں تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اگر والدین کے عیال میں کوئی شخص ہو اور یہ مال اس شخص کو لوٹا دے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ اور اگر مالک مال کے مکاتب غلام کو لوٹا دے تو کیونکہ یہی مالک مال کا غلام ہے اس لئے ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی مکاتب غلام کا مال چرالے پھر وہ مال اسکے آقا کو لوٹا دے تو چرانے والے کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ اگر عیال ہی میں سے کوئی شخص چرالے اور اس شخص کو لوٹا دے جس کے عیال میں یہ عیال ہو تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا (کافی)، اگر کسی شخص کے لئے مال چرانے کے باعث ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہو جائے اسکے بعد مال کا مالک یہ مال اسے ہبہ کر دے یا اس کے ہاتھ بیچ ڈالے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا (فتح القدیر)،

اگر کوئی شخص یہ چرایا ہوا مال چور سے چھین لے اور مالک مال غصب کرنے والے شخص سے ضمان و تاوان لینا پسند کرے تو چور کے ذمے ہاتھ کاٹنے کی سزا کے ساقط و ختم ہونے کا حکم ہوگا (عتابیہ)، دس دراہم کا سرقہ اسوقت ثابت و قابل اعتبار ہوگا جبکہ چرائے ہوئے مال کی قیمت دس دراہم ہو اور ہاتھ قطع کئے جانے کے دن بھی اس کی قیمت دس ہی دراہم ہو[1]۔ لہٰذا اگر سرقہ کے دن تو وہ شے دس دراہم کی قیمت والی ہو پھر اس کے اندر کچھ نقصان آجائے پس اگر عین مال کے اندر کمی واقع ہونے کے باعث نقصان آجائے تو ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر نرخ گر جانے کی وجہ سے نقصان آیا ہو تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ روایت ظاہر کے مطابق یہی حکم ہے۔ (محیط)

اگر کوئی غلام دس دراہم کی چوری کا اعتراف و اقرار کرے۔ اس صورت میں اگر غلام ایسا ہو کہ جسے آقا نے تجارت کی اجازت دے رکھی ہو تو اس کے اقرار کو درست قرار دینے اور اس کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم ہوگا۔ اور یہ چوری کردہ مال اس کے مالک کو لوٹایا جائیگا بشرطیکہ وہ مال موجود ہو اور اگر وہ مال ضائع ہو چکا ہو تو ذکر کئے گئے غلام کے اوپر اس کا ضمان واجب نہ ہوگا چاہے اس کا آقا اس کے اقرار و اعتراف کی تصدیق کرے یا جھٹلائے اور غلط قرار دے (سراج الوہاج)، اگر ایسا غلام ہو کہ جسے آقا نے تجارت وغیرہ سے روک دیا ہو اور چوری کردہ مال جوں کا توں

---

[1] یعنی کم نہ ہو ورنہ حکم بدل جائیگا۔

موجود ہو اس صورت میں اگر آقا اس کے اقرار کی تصدیق کرتا ہو تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے اور جس کا مال چرایا ہے اسے اس کا مال لوٹانے کا حکم ہوگا اور اگر آقا اس کے قول کو جھٹلائے اور کہے کہ یہ مال تو میرا ہے تو امام ابوحنیفہؒ اس صورت میں بھی ہاتھ قطع کرنے اور چوری کردہ مال مالک کو لوٹانے کا حکم فرماتے ہیں۔ اور اگر ذکر کیا گیا مال ضائع ہو جائے تو ہمارے اصحاب (یعنی امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک غلام کا اعتراف و اقرار ہاتھ قطع کرنے کے سلسلہ میں صحیح ہوگا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا جائیگا۔ اور ذکر کئے گئے غلام پر ضمان کا وجوب نہ ہوگا۔ چاہے اس کا آقا اس کے قول کی تصدیق کرے یا جھٹلائے۔ یہ ساری تفصیل اقرار کے وقت غلام کے بڑا د بالغ ہونے کی شکل میں ہے اور اقرار کے وقت صغیر (نابالغ) ہو تو قطعاً اسکا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا مگر مال کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر یہ غلام نابالغ ہو مگر اسے آقا نے تجارت کی اجازت دے رکھی ہو اور چرایا ہوا مال جوں کا توں موجود ہو تو لوٹانے کا حکم کیا جائے گا اور ضائع ہونے کی صورت میں اس پر مال کا ضمان لازم آئیگا۔ اگر ایسا غلام ہو جسے تجارت وغیرہ سے آقا نے روک دیا ہو اور آقا بھی اس کے اقرار کی تصدیق کرے اور مال جوں کا توں موجود ہو تو مال کے مالک کو لوٹایا جائیگا۔ اور ضائع ہو گیا تو اس کے اوپر نہ فوری طور پر ضمان لازم آئیگا اور نہ حلقۂ غلامی سے آزاد ہونے کے بعد (غایۃ البیان)۔

اگر غلام دس دراہم سے کم چرانے کا اعتراف کرے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد مال کے متعلق دیکھیں گے کہ اگر یہ غلام ایسا ہو جسے آقا نے تجارت کی اجازت دے رکھی ہو تو اس کے اقرار کو درست قرار دیں گے اور ذکر کیا گیا مال اس کے مالک کو لوٹا دیا جائیگا۔ اور ضائع ہونے کی صورت میں ضمان کا وجوب ہوگا چاہے غلام بالغ (بڑا) یا نابالغ (چھوٹا) ہو اور اگر غلام ایسا ہو کہ جسے آقا نے تجارت وغیرہ سے روک دیا ہو یا آقا اس کے اقرار و اعتراف کی تصدیق کرے تو تب بھی حکم برقرار رہے گا۔ اور اگر جھٹلائے تو یہ مال آقا کا شمار ہوگا اور غلام کے متعلق یہ دیکھیں گے کہ اگر بوقت اقرار وہ کبیر و بالغ ہو تو حلقۂ غلامی سے آزادی کے بعد اقرار کردہ مال کا ضمان لازم آئیگا اور اگر نابالغ و چھوٹا ہو تو ضمان کا وجوب نہ ہوگا (سراج الوہاج)

اگر چور کو ہاتھ قطع کئے جانے کی سزا دی جائے اور چوری کردہ مال جوں کا توں اس کے پاس موجود ہو تو وہ مال اس کے مالک کو لوٹانے کا حکم نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں ذکر کیا گیا مال اپنے مالک کی ملکیت میں باقی ہے (ہدایہ) اگر ضائع ہو جائے تو ذکر کئے گئے چور پر ضمان لازم نہیں آئیگا۔ اسی طریقہ سے اگر ضائع کر ڈالے تب بھی مشہور قول کے مطابق ضمان لازم نہیں آئیگا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک دو سزائیں یعنی ہاتھ کاٹنا اور مال کا ضمان اکٹھی نہیں کی جاتیں اور بیک وقت دونوں کا وجوب نہیں ہوتا۔ (سراج الوہاج) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ہاتھ کاٹا جا چکا ہو۔ اور اگر وہ ہاتھ قطع کئے جانے سے قبل ہی ضائع کر دے یا ضائع ہو جائے اور مالک یہ کہتا ہو کہ میں اس سے اپنے مال کا ضمان وصول کروں گا تو اس شکل میں ہمارے (احناف کے) نزدیک اسکے ہاتھ کے قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ اور اگر مالک کہے کہ میں نے ہاتھ قطع کیا جانا اختیار کیا تو ہمارے نزدیک چرانے والے کا ہاتھ قطع کئے جانے اور اس پر ضمان کے واجب نہ ہونے کا حکم ہوگا۔ (محیط) اگر چور کے دائیں ہاتھ کو قطع کر دیا جائے۔ اسکے بعد چور کے علاوہ کوئی دوسرا شخص چرائے ہوئے مال کو جوں کا توں موجود ہو ضائع کر دے تو مالک کو ضائع کرنے والے سے اس کی قیمت کا تاوان وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اگر اس مال کو کسی اور شخص کے پاس امانتاً رکھا ہو اور وہ امانت رکھے گئے شخص کے پاس سے ضائع ہو جائے تو امانت رکھنے والے شخص پر ضمان لازم نہ آئیگا (سراج الوہاج)

اگر چور چرایا ہوا مال کسی اور شخص کو اپنی جانب سے ہبتاً یا بطور بیع وغیرہ دیکر مالک بنا دے اور یہ کام چور کا ہاتھ قطع کئے جانے سے پہلے ہوا ہو یا اس کے بعد ہوا ہو تو کیونکہ یہ دوسرے کی ملک کے اندر تصرف ہے اس لئے یہ مالک

ہبہ کا دینا ہی سرے سے باطل و کالعدم شمار ہوگا اور جس کا مال چرایا گیا ہو اسی کو یہ مال لوٹانے اور خریدنے والے کو اپنی پوری قیمت چور سے واپس لینے کا حکم ہوگا۔ اگر وہ مال خریدنے والے یا ہبہ کئے گئے شخص کے پاس سے ضائع ہو جائے تو خریدنے والے یا چور کسی کے اوپر بھی ضمان لازم نہ آئیگا۔ امام ابو یوسفؒ سے اسی طرح منقول ہے۔ اگر خریدنے والا یا ہبہ کیا گیا شخص یہ مال ضائع کر دے تو مالک کو قیمت کا تاوان وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اس کے بعد خریدنے والا اپنی دی گئی قیمت چور سے واپس لے لے گا اور یہ حق نہ ہوگا کہ چور سے اس کے مال کی قیمت جتنی بھی ہو وہ وصول کرے (محیط)

اگر کوئی آدمی چور کے پاس سے غصب کرے اور چھین لے اور چور کے ہاتھ قطع کئے جانے کے بعد وہ غصب کرنے والے کے پاس سے ضائع ہو جائے تو چور اور مالک میں سے کسی کی خاطر بھی غاصب پر اس کا ضمان لازم نہ ہوگا (ایضاح)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کئی مرتبہ چوری کا ارتکاب کرے اور پھر ایک مرتبہ اس پر حد نافذ کر دی گئی ہو تو یہ ان تمام چوریوں کی سزا شمار ہوگی۔ کیونکہ جو حدود محض اللہ تعالےٰ کے لیے قائم کی جاتی ہیں وہ کئی اکٹھی ہو جائیں اور وہ ساری ایک ہی قسم کی اور ایک ہی جنس کی ہوں تو وہ ایک دوسرے میں ضم ہو جاتی ہیں کیونکہ حد قائم کرنے کا مقصد جرم کے اسباب پر تنبیہ اور سرزنش ہوا کرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص ایک مرتبہ چوری کرے اور اس کے اوپر حد نافذ کر دی جائے اس کے بعد دوسری مرتبہ چوری کرے تو کیونکہ ہمیں یقینی طور پر علم ہو گیا کہ پہلی سے اس کی سرزنش نہیں ہوئی اور تائب نہیں ہوا، لہٰذا اس صورت میں دوسری مرتبہ حد قائم کرنے کا حکم ہوگا۔ اس بات پر سب فقہاء متفق ہیں کہ اگر چوری کردہ مال کے مالک حاضر ہو کر نالش کر کے چور کے اوپر چوری کرنا ثابت کر دیں درآنحالیکہ چوری کردہ اموال اس کے پاس سے ضائع ہو گئے ہوں یا ضائع کر دیئے گئے ہوں تو چور پر ان اموال کی خاطر بھی ضمان کا وجوب نہ ہوگا۔ اور اگر مالکوں میں سے ایک یا دو حاضر ہو کر نالش کریں تو باقی مالک حاضر نہ ہوں اور قاضی حاضر ہونے والے کی خاطر چور کا ہاتھ قطع کر دے۔ اس کے بعد باقی ماندہ مالک حاضر ہوں اس صورت میں اگر چور کے پاس سے چوری کردہ مال ضائع ہو گئے ہوں یا اس نے ان کو ضائع کر دیا ہو ہر صورت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس پر باقی ماندہ مالکوں کے اموال کا ضمان لازم نہ آئیگا۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ غیر موجود مالکوں کے مالوں کی قیمت کا ضمان واجب ہوگا۔ اور جو آدمی بوقت نالش موجود تھا اس کے چوری کردہ مال کا ضمان متفقہ طور پر سب کے نزدیک چور پر لازم نہ ہوگا[1]۔ اور اگر چوری کردہ مال جوں کے توں موجود ہوں تو خلیفہ اسی صورت میں یہ مال مالکوں کو لوٹا دیگا اور اس لوٹانے سے ہاتھ کاٹنے کے حکم میں رکاوٹ واقع نہ ہوگی (بلکہ ہاتھ قطع کیا جائیگا (محیط)۔ اگر کوئی شخص کئی مرتبہ چوری کرے اور ہر مرتبہ سرقہ کے نصاب کے بقدر چرائے اور بعض سرقہ کے نصاب کی مقدار کی چوری کے سلسلہ میں اس پر نالش کر دی جائے۔ یہاں تک کہ ثبوت کے بعد اس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ باقی ماندہ چوریاں جو اس کے نصاب سرقہ کے مطابق کی ہیں ان کا ضمان اس پر واجب نہ ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کی رائے اس کے اندر مختلف ہے (غایۃ البیان)

اگر چور چوری کا اعتراف (اقرار) کرے اور جس شخص کا مال چرایا ہوا وہ غیر موجود ہو اور حاکم اپنے اجتہاد کے مطابق اس کے ہاتھ کو قطع کرا دے تو اس صورت میں جس کا مال چرایا ہو چور پر اس کا ضمان لازم نہ آئیگا خواہ وہ شخص جس کا مال چرایا ہو حاضر ہونے کے بعد اس کے اقرار (اعتراف) کی تصدیق ہی کیوں نہ کر دے (مبسوط)

---

[1] بلکہ اس کی خاطر چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

باب سوم

چور کے چوری کردہ مال میں تصرف کے احکام

اگر کوئی شخص کسی کے گھر سے کوئی کپڑا چرالے اور ذکر کئے گئے گھر کے اندر ہی اس کو پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کردے اس کے بعد اسے باہر نکالے۔ اس صورت میں اگر کپڑا پھٹنے کے بعد دس دراہم کی قیمت کے بقدر نہ رہے تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس کا ہاتھ قطع نہ کرنے کا حکم ہوگا۔ اس کے برعکس اگر گھر سے باہر نکالنے کے بعد اسے پھاڑے اور پھاڑنے کے باعث اس کی قیمت سرقہ کے نصاب (یعنی دس دراہم) سے کم ہو جائے اس صورت میں اگر وہ اس کو محفوظ مقام یعنی گھر کے اندر ہی پھاڑ دے پھر اسے باہر نکالے درآنحالیکہ پھٹنے کے بعد اس کی قیمت دس دراہم کے برابر ہو۔ لہٰذا اگر کپڑا عیب دار کردینے پر تھوڑا نقصان و عیب پیدا ہو تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر زیادہ اور کھلا ہوا نقصان و عیب پیدا ہو جائے اس صورت میں اگر کپڑے کا مالک پھٹا ہوا کپڑا اور اس عیب کی بنا پر اس سے اس عیب کا تاوان وصول کرنا اختیار کرے تو چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اور اگر کپڑا چور کو دیا اور اپنے صحیح و سالم کپڑے کی قیمت کو وصول کرنا اختیار کرے تو چور کا ہاتھ قطع نہ کئے جانے کا حکم ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں کسی صورت میں بھی اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ (مبسوط) علماء کی رائے کم اور زیادہ نقصان کی تعریف میں مختلف ہے درست قول کے مطابق زیادہ نقصان یہ ہے کہ عین مال سے کامل طریقہ پر نفع حاصل کرنا ختم ہو جائے اور باقی نہ رہے اور کم نقصان یہ ہے کہ مال سے نفع حاصل کرنا تو ختم نہ ہو بلکہ صرف عیب آجائے (بحرالرائق)

اگر کپڑا پھاڑ دینے کی بنا پر وہ ضائع ہو جائے یعنی وہ کپڑا کام کا نہ رہے تو مالک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ چور سے کپڑے کی کل قیمت بطور تاوان وصول کرے اور اس سے زیادہ کسی بات کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اور تاوان ادا کرنے کی صورت میں چور کو اس پھٹے ہوئے کپڑے کا مالک قرار دیا جائے گا اور چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ کپڑے کو ضائع کر دینے کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ کپڑے کی قیمت آدھی بھی باقی نہ رہے (تبیین) اگر کوئی شخص بکری چرانے کے بعد اسے ذبح کر ڈالے اس کے بعد اسکے حرز و محفوظ مقام سے باہر نکال کر لائے تو خواہ وہ ذبح کے بعد (بھی) دس دراہم یا دس دراہم سے زیادہ قیمت کی کیوں نہ ہو مگر چور کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم نہ ہوگا۔ البتہ چوری کئے گئے شخص کی خاطر چرانے والے پر اس کا ضمان لازم آئے گا (فتح القدیر)

اگر کوئی شخص چاندی یا سونے کی اتنی مقدار چرالے کہ جس کی چوری پر ہاتھ قطع کئے جانے کا وجوب ہوتا ہو اس کے بعد وہ اس سونے یا چاندی کے دراہم یا دینار بنالے تو اس کا ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ دراہم یا دینار چوری کئے گئے شخص کو لوٹا دیگا۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک چوری کئے گئے شخص کو یہ دراہم یا دینار لینے کی کوئی صورت نہیں ہے (ہدایہ) اسی طریقے سے اگر وہ اس سونے یا چاندی کے زیور یا برتن بنالے تب بھی اسی نوعیت کا اختلاف فقہاء کی رائے میں ہے (تبیین) اگر کوئی شخص تانبا یا پیتل یا دہا یا اسی طرح کی کوئی اور شے چرالے۔ اس کے بعد اس کے برتن بنالے۔ پس یہ برتن بنانے تیار کئے جانے کے بعد وہ تول کر بیچے جاتے ہوں تب تو اسی طرح کا اختلاف فقہاء ہے (جیسا اوپر ذکر کیا گیا) اور اگر وہ تیار کئے جانے کے بعد گن کر بیچے جاتے

ہوں تو بالاتفاق چور کے قرار دیئے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص کپڑے کی چوری کر کے اسے کٹوا کر سلوالے تو ہاتھ قطع کیے جانے کی سزا کے نفاذ کے بعد چور ہی اس کا مالک ہوگا اور اس پر کسی طرح کا ضمان لازم نہ آئیگا۔ (غیاثیہ) مگر چور عنداللہ[۱] اس کپڑے کا ضامن قرار دیا جائیگا۔ اور ایسے کپڑے سے کسی طرح کا بھی نفع حاصل کرنا حلال و جائز نہ ہوگا۔ (تمرتاشی)

اگر چرانے والا چوری کردہ کپڑے کی قمیص کٹوالے اور ابھی وہ سی نہ گئی ہو کہ چور کا ہاتھ قطع کر دیا جائے تو اس صورت میں جس کا یہ کپڑا چرایا ہے اسی کو لوٹایا جائیگا۔ (مبسوط) اگر کوئی شخص کپڑا چرانے کے بعد اسے سرخ رنگ لے۔ پھر چور کا ہاتھ قطع کیا جائے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نہ اس سے یہ کپڑا لیں گے اور نہ اس پر ضمان واجب ہوگا (کافی)۔ اگر ہاتھ قطع کیے جانے کے بعد وہ کپڑا رنگے تو مالک کو لوٹانے کا حکم ہوگا (بحرالرائق و اختیار شرح مختار) اگر چرانے والا اسے کالا رنگ لے اس کے بعد اس کے ہاتھ کو قطع کیا جائے یا ہاتھ قطع کیے جانے کے بعد وہ کالا رنگ لے تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ وہ کپڑا چور سے لینے کا حکم فرماتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پہلی شکل اور اس شکل دونوں کا حکم مساوی و برابر ہوگا (فتح القدیر)۔ نوادر ابن سماعہ کے اندر امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر چور کا ہاتھ قطع کیا جائے در آنحالیکہ اس نے چرایا ہوا کپڑا رنگ لیا ہو یا کاٹ کر قمیص سی چکا ہو یہاں تک کہ کپڑے کے مالک کو (اب) اس کے واپس لینے کا حق بھی حاصل نہ رہا ہو تو اس صورت میں چور کے حق میں میرا فتویٰ یہ ہے کہ وہ اسے بیچکر جو کچھ اس نے رنگ کر اور سی کر (اس کی قیمت میں) اضافہ کیا ہے اس کی قیمت میں اتنا منہا کر کے باقی رقم بطور صدقہ دیدے۔ اسی طریقہ قمیص بیچکر اس کی قیمت میں سے سلائی کے بقدر لے کر باقی رقم صدقہ کر دی جائے۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص گیہوں کی چوری کر کے ان کا ستو یا آٹا بنالے تو اس صورت میں بھی اوپر ذکر کیا گیا حکم برقرار رہے گا یعنی اس کی قیمت میں سے اپنے خرچ و صرف شدہ رقم کے بقدر وضع کر کے باقی ماندہ رقم صدقہ کر دینے کا حکم ہوگا (محیط)

اگر کوئی شخص دراہم چرا کر انھیں پگھلا لے یا ان کے کنگن بنالے تو جس شخص کے دراہم چرائے ہوں اسے پگھلے ہوئے دراہم یا کنگن واپس لینے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر کوئی شخص پیتل چرا کر اس کے قمقمہ بنالے یا لوہا چرا کر اس کی زرہ بنالے تو جس شخص کا لوہا یا پیتل چرایا ہوا ہے واپس لینے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اسی طریقے اگر ان کے علاوہ سامان میں سے کوئی شے چرالے۔ پس اگر چوری کردہ شے کی حالت کو بدل دے اور اس تغیر و تبدل کے باعث نقصان ہو تو چوری کیے گئے شخص یعنی مال کے مالک کو اسے لینے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر چوری کردہ شے بکری ہو جس نے بچہ جنا ہو تو چوری کیا گیا شخص بکری کو واپس لے لے گا اور بچہ کو بھی (مبسوط)

اگر کوئی شخص گندم چرانے کے بعد اس کو پیس لے تو ہاتھ کاٹے کے بعد اس آٹے کا مالک چور قرار دیا جائیگا۔ اگر ستو چرانے کے بعد اسمیں شہد یا روغن (تیل) ملالے تو اس کے اندر بھی فقہاء کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا رنگنے کے اندر اوپر ذکر کیا گیا (شرح طحاوی)۔ اگر کوئی شخص ایسے آدمی کا مال چرائے کہ اس کا مال چرانے کی بنا پر ہاتھ قطع کیے جانے کا وجوب ہوتا ہو۔ اور وہ شخص اگر کسی ایسے شخص کا ہاتھ قطع کرے کہ قصاص کے اندر اس کا ہاتھ قطع کیا جانا واجب و لازم ہو اور اس شخص کا ہاتھ چوری و قصاص دو باتوں کی بنا پر قطع کیا جانا لازم ہو تو اس صورت میں اول قصاص کے باعث اس کا ہاتھ قطع کیا جائیگا اور اس پر چوری کردہ مال کا تاوان لازم آئیگا۔ اگر قصاص کے حکم، فیصلے کے بعد قصاص لینے والا اسے معاف کر دے یا اس کے ساتھ صلح کر لے تو اس شکل میں چوری کے باعث اس کا ہاتھ قطع کیے جانے کا حکم

۱؎ مگر دیانتاً اسے اس سے نفع اٹھانا درست نہ ہوگا اور اس پر ضمان کا وجوب ہوگا۔

ہوگا۔ اور اگر صلح نہ کرے حتی کہ طویل عرصہ گذر جائے درآنحالیکہ دونوں یہ ظاہر کرتے ہوں کہ وہ اس قصاص کے سلسلہ میں باہمی صلح کے اوپر رضامند ہیں پھر طویل عرصہ بیت جانے کے بعد دونوں آپس میں صلح کرلیں تو طویل عرصہ بیت جانے کی وجہ سے (اب) سرقہ (چوری) کے باعث اس کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائیگا۔ اگر چوری کے باعث ہاتھ قطع کیا جانا اور قصاص کی بناپر بایاں پیر قطع کیا جانا جمع ہوجائیں تو اوّل اس سے قصاص لینے کا حکم ہوگا اس کے بعد اسے قید خانہ کے اندر اچھا وصحت یاب ہونے تک رکھیں گے۔ اس کے بعد چوری کے باعث ہاتھ قطع کئے جانے کا حکم ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر کسی کا سر پھاڑنے اور مجروح کردینے کی بناپر بطور قصاص وبدلہ اس کا سر پھاڑنا واجب ہوجائے۔ نیز چوری کی بناپر ہاتھ قطع کیا جانا بھی لازم ہو تب بھی اسی طرح کا حکم ہوگا (مبسوط)

بابِ چہارم

راہزنوں کا ذکر

واضح رہے کہ کچھ احکام راہزنوں ہی کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً سولی دیا جانا وغیرہ مگر وہ راہزن جن کے لئے مخصوص احکام ہیں ان کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں (۱) وہ ایسے دبدبہ وقوت والے اور سرکش ہوں کہ ان کا مقابلہ اور مقابلہ پر ٹھہرنا اس راہ سے گذرنے والوں کے بس کا روگ نہ ہو اور انہوں نے راہگیروں کا مال لوٹا ہو چاہے کسی دھاردار ہتھیار کے ذریعہ (ڈاکر)، یا لاٹھی پتھر وغیرہ کے ذریعہ (۲) ڈاکہ خارج شہر اور شہر سے دور ڈالا ہو۔ ینابیع کے اندر لکھا ہے کہ اگر دو گاؤں، دو قصبوں، دو شہروں کے بیچ میں اگر ایک رات، دن کی بھی مسافت نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو تو وہاں رہزنی نہیں ہوا کرتی[1] البتہ اگر ان لوگوں اور قصبہ وغیرہ کے درمیان تین دن اور تین رات کی مسافت ہو تو وہاں پر رہزنی ہوجاتی ہے ظاہر روایت کے مطابق اسی طرح ہے امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر ان لوگوں اور قصبہ کی درمیانی مسافت، مسافت سفر (یعنی تین دن تین رات)، سے کم ہو یا قصبہ کے اندر وہ بوقت شب لوٹ مار کریں تو اس صورت میں لوٹ مار کرنے والوں پر راہزنوں کے احکام کا نفاذ ہوگا۔ اسی قول کے اوپر فتویٰ دیا گیا ہے (۳) ان سے دارالاسلام کے اندر یہ فعل ظاہر وصادر ہو (۴) ساری وہ شرطیں جو چھوٹی چوری (معمولی) چوری کے سلسلہ میں ذکر کی گئی ہیں پائی جائیں انہیں یہ شرط قرار دی گئی ہے کہ سارے لوٹ مار کرنے والے مال والوں کے لئے اجنبی اور غیر ہوں اور چوری کی بناپر اس کا ہاتھ کاٹا جاسکتا ہو (۵) ان لوٹ مار کرنے والوں کے تائب ہونے اور مالکوں کو مال لوٹانے سے قبل خلیفۃ المسلمین ان کے اوپر قابو پالے (تاتارخانیہ)

اگر ایک گروہ جو راہ سے گذرنے والوں کو لوٹنے اور روکنے کی قدرت رکھتا ہو راہزنی کے ارادہ سے نکلے یا ایک ہی آدمی اس ارادہ سے نکلے درآنحالیکہ وہ لوگوں کو روکنے اور لوٹنے پر قادر ہو لیکن ابھی نہ مال لوٹا تھا اور کسی کو قتل کیا تھا کہ گروہ یا ایک آدمی، گرفتار کرلیا گیا تو اس صورت میں امام گروہ کے افراد کو تائب ہونے تک قید میں ڈالے رکھے گا۔ لیکن قید میں ڈالنے سے قبل انھیں تعزیر بھی دی جائیگی۔ اگر وہ محفوظ مال یعنی کسی مسلم یا ذمی کے مال کو لوٹ لیں درآنحالیکہ یہ مال اتنی

---

[1] وهو السرقة الكبرى من قصده ولو في المصر ليلاً به يفتى وهو معصوم واخذ قبل اخذ شئي وقتل حبس بعد التعزير حتى يتوب واصاب كلا نصاب قطع يده ورجله من خلاف ان كان صحيح الاطراف الخ

درمختار باب قطع الطريق ص ۳۶۲ ج ۱، [2] اور نہ رہزنی کے احکام نافذ ہوتے ہیں [3] اور احکام راہزنی نافذ ہوتے ہیں

مقدار میں ہو کہ اگر پورے گروہ پر یہ مال بانٹا جائے تو ہر ایک کے حصہ میں دس یا دس سے زیادہ دراہم آجائیں یا ایسی شے پہونچے جو دس یا دس سے زیادہ دراہم کی قیمت کی ہو تو اس صورت میں خلیفۃ المسلمین ان لوگوں کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹے گا۔ اگر ایسے دار الحرب کے باشندوں کا مال لوٹ لیں جو پروانۂ امن حاصل کر کے دار الاسلام میں آئے ہوں تو لوٹنے والوں پر حد کا نفاذ نہ ہوگا۔ اور اگر راہزن مال کچھ نہ لیں بلکہ قتل کر دیں تو اس صورت میں خلیفۃ المسلمین انھیں شرعی حد کے باعث قتل کر دیگا یہاں تک کہ اگر قتل کئے گئے شخص کے ولی ان لوگوں کو معاف کر دیں تب بھی ان کا معاف کرنا قابلِ التفات نہ ہوگا اور حدِ شرعی کا نفاذ ہوگا۔ اگر لوٹ مار کرنے والے قتل بھی کریں اور مال بھی لیں تو ان پر سزا کے سلسلہ میں خلیفہ کو اختیار ہے کہ خواہ اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں پیر کاٹنے کے بعد انھیں قتل کرے اور سولی پر چڑھائے خواہ ہاتھ پیر کاٹے بغیر انھیں قتل کر دے اور خواہ انھیں سولی دیدے۔ اگر سولی دینے کا ارادہ ہو تو روایتِ ظاہر کے مطابق انھیں بقیدِ حیات سولی دے کر ان کے پیٹ پھوڑ دے تاکہ یہ موت کی آغوش میں سو جائیں۔ امام طحاویؒ سے منقول ہے کہ سولی زندہ کو نہ دے بلکہ قتل کرنے کے بعد سولی دے۔ پہلے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا گیا ہے۔ امام کرخیؒ بھی یہی فرماتے ہیں اس کے بعد درست یہ ہے کہ انھیں سولی دینے کے بعد تین دن تک سولی پر لٹکا رہنے دے[۱]۔ پھر پابندی ختم کر دے

.... تاکہ اگر ان لوگوں کے وارث ہوں تو وہ انھیں اتار کر دفن کر دیں (کافی) راہزن کے قتل کر دیے جانے یا ہاتھ وغیرہ قطع کئے جانے کے بعد اس کے اوپر مال کا ضمان لازم نہیں آتا (محیط) نیز اس کے کسی کو قتل یا مجروح یا زخمی کر دینے کے باعث بھی اس کے اوپر ضمان لازم نہیں آئیگا (تبیین) اگرچہ اصل قاتل ان میں سے ایک ہو مگر شرعی حد کا نفاذ تمام پر ہوگا[۲] (اختیار شرح مختار)

اگر رہزنی کرنے والا نہ تو قتل کرے اور نہ مال لوٹے بلکہ محض مجروح کر دے تو جس شخص کے مجروح کرنے کی بنا پر مجروح کرنے والے پر قصاص لازم ہوتا ہو اس کے سلسلہ میں اس سے قصاص لے سکتے ہیں اور جس کے اندر تاوان کا وجوب ہوتا ہو اس سے تاوان لے سکتے ہیں قصاص لینے کا حق خود مجروح یا اس کے ولی کو ہوگا (ہدایہ) اگر لوٹ مار کرنے والے مال بھی لیں اور زخمی بھی کر دیں تو دائیں جانب کے ہاتھ اور بائیں جانب کے پاؤں کاٹنے کا حکم ہوگا۔ رہا زخمی کرنا خواہ قصداً کریں یا غلطی کی بنا پر بہر صورت زخموں کا کوئی تاوان لازم نہ ہوگا (سراج اوہاج) اگر راہزن تائب ہو جائے اور اس کے بعد پکڑا گیا ہو درانحالیکہ وہ ایک مرد اگر قصداً قتل کر چکا تھا تو مقتولوں کے اولیاء کو یہ حق حاصل ہے کہ خواہ اسے قتل کر دیں اور خواہ اسے معاف کر دیں اور لوٹا ہوا مال اگر اس کے پاس سے ضائع ہو گیا ہو یا وہ ضائع کر چکا ہو تو اس کے اوپر اس مال کا ضمان واجب ہوگا۔ (ہدایہ) اگر رہزنوں کی جماعت و پارٹی تائب ہونے سے قبل پکڑی جائے درانحالیکہ وہ قصداً قتل کر چکے ہوں۔ مگر ان کا لوٹا ہوا مال معمولی و کم قیمت ہے اور ہر ایک کے حصہ میں نصابِ سرقہ کی مقدار نہیں پہونچتا تو چاہے نفس و جان کا قصاص (بدلہ) ہو یا زخم کا بہر صورت قصاص کے معاملہ میں اولیائے قصاص (وارثین) کو یہ حق حاصل ہوگا کہ خواہ معاف کر دیں اور خواہ اس سے قصاص لے لیں[۳] (ہدایہ) اگر وہ محض مال لے اور اس کے علاوہ کچھ نہ کرے اس صورت میں اگر وہ تائب ہو کر گرفتاری سے قبل حاضر ہو جائے تو اس کے اوپر لئے ہوئے مال کا واپس کر دینا لازم و واجب ہوگا اور ضائع ہونے کی صورت میں ضمان لازم ہوگا (سراجیہ) اگر کوئی شخص لوٹ مار کر کے مال حاصل کرے اس کے بعد اس کام سے تائب ہو کر

۱۔ تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور اس قبیح حرکت سے اجتناب کریں ۲۔ کیونکہ خواہ کسی نے اپنے ہاتھ سے قتل نہ کیا ہو مگر قاتل کا معاون و مددگار ضرور رہا ۳۔ یعنی اگر جان سے مارا ہو تو جان لیں اور زخمی کیا ہو تو زخمی کر دیں۔

طویل عرصہ تک اپنے اہل و عیال میں رہے تو اس شکل میں خلیفۃ المسلمین استحساناً اس کے اوپر حد کا نفاذ نہ کر لگا (بحر)
اگر رہزنوں کے اندر کوئی بچہ یا دیوانہ ہو یا جس آدمی کا مال ہے رہزنوں میں اس کا کوئی ذی رحم محرم[1] ہو تو باقی ساتھیوں کے ذمے سے حد کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا (کافی)۔ اسی طریقے سے اگر رہزنوں کے اندر کوئی گونگا شخص ہو تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا (محیط)۔ اگر راہزن ایک بڑے قافلہ کو لوٹیں اور اسمیں مسلمان بھی ہوں اور دار الحرب کے وہ باشندے بھی جو پروانۂ امن حاصل کر کے دار الاسلام میں آئے ہوئے ہوں تو ان راہزنوں کے اوپر حد کا نفاذ ہوگا۔ البتہ اگر مخصوص طور پر دار الحرب کے باشندوں ہی کو لوٹا اور قتل کیا ہو تو ایسی شکل میں اس کے اوپر حد کا وجوب نہ ہوگا۔ جس طرح کہ اگر محض دار الحرب کے باشندے ہوں اور ان کے ہمراہ مسلمان اور ذمیوں میں سے کوئی نہ ہوں تو راہزنی کے باعث حد کا وجوب نہ ہوگا (نہایہ)۔ اگر قافلہ والوں ہی میں سے بعض لوگ بعض کو لوٹ لیں تو حد کا وجوب نہ ہوگا (ہدایہ)۔ بحوالہ ابراہیمؒ امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر راہزن کسی قافلہ کو لوٹیں اور ایک شخص کو قتل کر ڈالیں۔ اس کے بعد لشت پھیر کر چلدیں اس صورت میں امام محمدؒ فرماتے ہیں اگر ان لوگوں کے اندر مقتول کا ولی بھی موجود ہو اور وہ ان راہزنوں کا تعاقب کرے تو اہل قافلہ کو بھی راہزنوں کا تعاقب کرنا جائز ہوگا ورنہ جائز نہ ہوگا۔ اور اگر وہ راہزن کسی شخص کے مال کو لوٹ لیں تو اہل قافلہ کو ان کا تعاقب کرنا جائز ہوگا کیونکہ وہ مال ان ضائع کرنے والوں کے اوپر قرض ہوگا (محیط)۔ اگر ان لوگوں میں کوئی غلام ہو تو اس کا حکم بھی آزاد لوگوں کا سا ہوگا۔ اور عورت کے لئے بھی یہی حکم ہوگا۔ روایت کے ظاہر کے مطابق یہی حکم ہے (مبسوط)۔ اگر راہزنی و لوٹ مار میں مرد و عورت دونوں شریک ہوں تو روایت کے مطابق ان پر ہاتھ کاٹنے کی سزا واجب نہ ہوگا اگر راہزنوں میں سے کسی عورت نے کسی کو قتل کر کے مال حاصل کر لیا ہو اور مرد اس میں شریک نہ ہوں تو عورت کو نہیں بلکہ مردوں کو قتل کیے جانے کا حکم ہوگا۔ اسی قول کو راجح و پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ اگر محض دس عورتیں (یعنی عورتیں) راہزنی کریں اور وہ قتل کر کے مال لوٹ لیں تو ان سب عورتوں کے قتل کئے جانے کا حکم ہوگا اور سب کے اوپر ضمان لازم آئیگا (سراجیہ)

اگر راہزن اقرار راہزنی کریں تو راہزن کے ایک مرتبہ کے اقرار کر لینے پر راہزنی ثابت ہو جاتی ہے لیکن سرقۂ صغریٰ (کم درجہ کی چوری)، کے مانند اگر اقرار کرنے والا اس لوٹ مار اور راہزنی کے اقرار سے پھر جائے اور اقرار سے رجوع کر لے تو اسے بھی قابل قبول قرار دے کر حد کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ اور اس سے مال طلب کیا جائیگا بشرطیکہ وہ ذکر کئے گئے اقرار کے ساتھ مال لینے کا بھی اعتراف و اقرار کرے۔ اگر دو گواہ گواہی دیں تو راہزنی ثابت ہے بشرطیکہ وہ یہ گواہی دیں کہ انھوں نے خود راہزنی کرتے .... دیکھا ہے یا گواہی دیں کہ راہزنوں نے رہزنی کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔ اگر دونوں گواہوں میں سے ایک تو یہ شہادت دے کہ اس نے راہزنی کرتے دیکھا ہے اور ایک گواہی دے کہ راہزنوں نے رہزنی کا اقرار کیا ہے تو یہ قابل قبول قرار نہ دیں گے اگر گواہ اپنے والد کے بارے میں راہزنی کی شہادت دیں تو چاہے والد ہو یا دادا وغیرہ[2] کتنے ہی اعلےٰ درجہ کا ہو اس کے بارے میں شہادت قابل قبول نہ ہوگی۔ اسی طریقے سے اگر کوئی شخص اپنے لڑکے یا پوتے یا پر پوتے وغیرہ خواہ کتنے ہی نیچے درجہ کا لڑکا ہو[3] کی راہزنی کی شہادت دیں تو وہ گواہی ناقابل اعتبار اور ناقابل قبول ہوگی اگر دونوں شاہد اس طرح کہیں کہ "انھوں نے ہمارا اور ہمارے رفقاء کا راستہ روکا اور ہمارا مال و متاع چھین لیا" تو اس صورت

[1] ایسا نسبی رشتہ دار کہ ان کا باہم نکاح حرام ہو۔ [2] یعنی پردادا وغیرہ [3] یعنی مثلاً مجھے کا لڑکا یا اسکے لڑکے کا لڑکا۔

میں بھی ان کی شہادت ناقابلِ قبول ہوگی اگر گواہ راہزنوں کے بارے میں یہ گواہی دیں کہ انھوں نے عوام میں سے ایک شخص کا مال و متاع لوٹا ہے زرآنحالیکہ جس کا مال لوٹنے کی شہادت دی ہو خواہ اس کے کسی ولی و وارث کے ہونے کا علم ہو یا نہ ہو بہرصورت تاوقتیکہ کوئی شخص حاضران کے خلاف نالش و چارہ جوئی نہ کرے اُن کے اوپر حد کا وجوب نہ ہوگا۔ اگر راہزنوں نے ایسے تاجروں کا مال و متاع لوٹا جو پروانۂ امن حاصل کرکے دارالحرب میں داخل ہوئے تھے یا دارالاسلام میں ایسی جگہ پر راہزنی کریں جہاں پر کہ باغی لوگوں کا قبضہ و غلبہ تھا۔ پھر یہ راہزن گرفتاری کے بعد خلیفۃ المسلمین کے روبرو لائے گئے ہوں تو ان کے اوپر حد کا نفاذ نہ ہوگا۔ اگر راہزن ایسے قاضی کے سامنے پیش کئے گئے ہوں جس کا مسلک و مذہب ان لوگوں سے مال کا ضمان لینے کا ہو اور قاضی ان سے مال کا ضمان و تاوان وصول کرکے قتل کئے گئے لوگوں کے اولیاء و ورثاء کے حوالہ کردے یعنی وہ ان راہزنوں کو مقتولین کے اولیاء کے سپرد کردے اور مقتولین کے اولیاء ان لوگوں سے دیت (جان کے بدلہ مالی معاوضہ) پر صلح کرلیں پھر طویل مدت کے بعد یہ لوگ کسی اور قاضی کے پاس لائے جائیں تو قاضی ان کے اوپر حد کا نفاذ نہ کریگا۔ قاضی راہزنوں کے متعلق حکم قتل صادر کردے اور اسی وجہ سے قیدخانہ میں محبوس و بند رکھے جائیں اور کوئی اجنبی شخص انھیں قتل کرڈالے تو اس صورت میں قتل کرنے والے پر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے تب بھی اس کے اوپر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا (فتح القدیر)

اگر امام راہزنوں کو قیدخانہ کے اندر ڈالے اور ابھی ان کی راہزنی کا مکمل ثبوت فراہم نہ ہوا ہو کہ کوئی شخص کسی راہزن کو جاکر قتل کردے۔ اس کے بعد راہزن کی راہزنی گواہوں سے ثابت ہو جائے تو اس صورت میں راہزن کے قتل کرنے والے پر قصاص کا وجوب ہوگا .... البتہ اگر قتل کرنے والا اس قتل کئے گئے راہزن کا ولی ہو تو اس شکل میں قتل کرنے والے پر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا (مبسوط)، اگر چور کسی گروہ کا مال چھین لیں اور یہ لوگ دوسرے گروہ سے فریاد کریں اور مدد طلب کریں اور دوسرا گروہ ان چوروں کا تعاقب کرے۔ لہٰذا اگر مالوں کے مالک ان کے ہمراہ ہوں تو اس دوسرے گروہ کیلئے ان چوروں سے لڑنا اور قتل و قتال جائز ہے اسی طریقہ سے اگر چور غائب ہوجائیں اور فریادرسی کی خاطر نکلنے والے ان چوروں کے مقام و جگہ کو جانتے ہوں اور ان سے مال لوٹا لینے پر قدرت رکھتے ہوں تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا۔ اگر یہ لوگ ان چوروں کے ٹھکانہ و مقام سے آگاہ نہ ہوں اور ان سے مال کے لوٹا لینے و واپس لینے پر بھی قادر نہ ہوں تو ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان چوروں سے مقابلہ کریں۔ اگر مال کے مالک کسی راہزن کو مقابلہ کرکے قتل کرڈالیں تو ان کے کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا کیونکہ ان کا اس راہزن کو قتل کردینا اپنے مال کی خاطر تھا۔ اگر راہزن ان کے سامنے سے فرار ہوکر ایسے مقام پر پہونچ گیا ہو کہ اگر یہ لوگ اسے اسی جگہ رہنے دیتے تو اسے ان کے مال لوٹنے پر قدرت حاصل نہ ہوتی اور ان کا مال لوٹ نہ سکتا لیکن انہوں نے اسے قتل کرڈالا تو اس صورت میں کیونکہ انھوں نے اپنے مال کی خاطر قتل نہیں کیا اس لئے ان کے اوپر دیت (خونبہا) کا وجوب ہوگا۔ اگر راہزنوں میں سے کوئی راہزن فرار ہوکر ایسی جگہ پہونچ جائے کہ وہ وہاں سے راہزنی نہ کرسکتا ہو اس کے بعد یہ لوگ اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس تک پہونچکر اسے قتل کردیں تو اس صورت میں ان لوگوں کے اوپر اس کی دیت کا وجوب ہوگا کیونکہ اس صورت میں اپنے مال کے تلف ہونے کے اندیشہ سے اسے قتل نہیں کیا۔

یہ بات واضح رہے کہ آدمی کے لئے اپنے مال کی خاطر قتل و قتال جائز ہے خواہ یہ مال نصاب کی مقدار سے بھی کم کیوں نہ ہو اور جو شخص مال لینے کی خاطر اس سے مقابلہ کرے اس کے لئے راہزن کو قتل کرنا درست ہے (فتح القدیر)

اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کا گلا گھونٹ کر اسے جان سے ماردے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مرنے والے

کی دیت کا وجوب قتل کرنے والے کی معاون برادری کے اوپر ہوگا۔ اور اگر وہ شہر کے اندر ایک مرتبہ سے زیادہ گلا گھونٹ کر جان لے چکا ہو تو سیاستاً اس شخص کو قتل کرنے کا حکم کیا جائیگا[ا] (کافی)

کتاب السیر[۲]

یہ دس ابواب پر مشتمل ہے

پہلے باب میں اس کے حکم، شرعی طور پر تفصیل اور شرط ذکر ہے واضح رہے کہ جہاد کی شرعی تفسیر کی گئی ہے کہ جہاد دین حق کی جانب بلانے اور ہر ایسے آدمی سے لڑنے اور قتال کرنے کا نام ہے جو کہ قبول حق سے منکر ہو اور سرکشی اختیار کرے چاہے یہ فرد سرکشی مال کے ذریعہ ظاہر کرے یا جان کے ذریعہ، جہاد دو شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا۔ (۱) دشمن جسے دین حق کی جانب بلایا جائے وہ قبول کرنے سے انکار کردے درآنحالیکہ وہ دشمن ایسا کہ اسے نہ ہماری (مسلمانوں) کی جانب سے امان حاصل ہو اور نہ ہمارے اور اس کے درمیان کسی قسم کا عہد و معاہدہ ہو۔

(۲) جہاد کرنے والا اپنے اجتہاد و علم کی رو سے یا وہ جس کے اجتہاد و رائے پر اعتقاد رکھتا و اعتماد کرتا ہو اس کے اجتہاد کی رو سے اسے اس جہاد کے ذریعہ اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہونے کی توقع ہو۔ اور اگر اسے یہ توقع نہ ہو کہ اس جہاد کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو قوت و شوکت حاصل ہوگی تو اس کے لئے جہاد و قتال جائز و حلال نہ ہو کیونکہ اس طریقے سے بجز اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے کے اور کچھ حاصل نہیں۔ واجب جہاد کا حکم یہ ہے کہ مجاہد کے ذمے وجوب ساقط و ختم ہوتا ہے اور آخرت کے لحاظ سے بہت بڑے ثواب کا مستحق اور نیک بخت شمار ہوتا ہے جس طرح کہ دوسری عبادات کے اندر ہے۔ (محیط سرخسی) بعض فقہاء کے نزدیک جہاد اعلان عام سے قبل نفل اور اعلان عام کے بعد فرض عین یعنی ہر شخص کے اوپر فرض ہے عام مشائخ (اکثر فقہاء) فرماتے ہیں کہ جہاد بہر صورت فرض ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اعلان سے پہلے فرض کفایہ[۳] قرار دیا گیا ہے۔ درست قول کے مطابق اعلان و اطلاع کے بعد جہاد فرض عین ہے نفیر کا مطلب یہ ہے کہ کسی اہل شہر کو یہ اطلاع دی جائے کہ دشمن آچکا ہے اور تمہارے اہل و اولاد و جان و مال (کو نقصان پہنچانے و تلف کرنے) کی نیت سے آرہا ہے اس طرح اطلاع کے بعد اہل شہر میں سے جو بھی جہاد کے لائق ہو اور جہاد کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس کے اوپر جہاد کی خاطر نکلنا لازم و فرض عین ہوگا۔ اس اطلاع سے پہلے البتہ اس کے لئے یہ گنجائش تھی کہ جہاد کے لئے نہ نکلتا عام اعلان کے بعد بھی مشرق و مغرب کے کل اہل اسلام پر جہاد کو فرض عین قرار نہیں دیا جاتا خواہ ان کو اس اعلان عام کی اطلاع بھی کیوں نہ ہو چلے بلکہ صرف دشمن سے قریب کے لوگوں پر جو کہ جہاد کی قدرت بھی رکھتے ہوں فرض عین قرار دیا جائیگا ان کے علاوہ دشمن سے دور کے لوگوں پر جہاد فرض عین نہیں فرض کفایہ قرار دیا جائیگا۔ یہاں تک انہیں (کچھ لوگوں کو جہاد کی خاطر

[ا] یعنی اس صورت میں دیت کافی نہ ہوگی۔ [۲] سیر کے معنی ہیں جہاد [۳] هو فرض كفاية ابتداء ان قام به البعض ولو عبيداً او نساء سقط عن الكل والا اثموا بتركه لا على صبي وعبد وامرأة واعمى ومقعد واقطع ومديون بغير اذن غريمه وعالم في البلدة افقه منه وفرض عين اذا هجم العدو فيخرج الكل ولو بلا اذن ولا ابن من الاشتغال الخ (درمختار مختصراً ج ۳ ص ۲۶۷ کتاب الجهاد) [۴] یعنی اگر کچھ لوگ شریک ہوجائیں تو سب کی طرف سے فرض ادا ہوجائے اور کوئی شریک نہ ہو تو سب گنہگار ہوں اور سب کے ذمہ فرض باقی رہ جائے۔

بھیج دینے کے بعد) جہاد نہ کرنے کی گنجائش ہے البتہ اگر ان کی ضرورت محسوس ہو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ دشمن سے قریب لوگ اگر مقابلہ کی تاب نہ لاسکتے ہوں یا بوجہ کاہلی و سستی جہاد سے گریز کریں تو اس صورت میں ان مقابلہ کی تاب نہ لاسکنے والوں یا کاہل لوگوں سے جو لوگ قریب ہوں ان کے اوپر جہاد کی خاطر نکلنا فرض عین قرار دیا جائیگا اور یہ لوگ بھی عاجزی یا سستی دکھائیں تو ان سے قریب کے لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ کل مشرق و مغرب یعنی دنیا کے بسنے والے اہل اسلام پر اس ترتیب کے ساتھ جہاد فرض عین ہو گا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اطلاع دینے والا چاہے عادل ہو یا فاسق اس سلسلہ میں اس کی اطلاع قابل قبول قرار دی جائے گی۔ بادشاہ و خلیفہ کی جانب سے اعلان کرنے والا بھی خواہ عادل ہو یا نہ ہو بہر صورت اس کی اطلاع بھی قابل قبول ہو گی۔ شیخ ابوالحسن کرخیؒ اپنی مختصر کے اندر فرماتے ہیں کہ مسلمان کے ثغور (آبادیوں) میں سے کسی آبادی کے لئے موزوں نہیں کہ دشمنوں سے مقابلہ کے وقت اسے خالی چھوڑ دیں اور دوسرے لوگ اس حصہ پر قابض ہو جائیں، اور اگر کسی جگہ و حصہ کے لوگ دشمن کے مقابلہ کے اندر کمزور پڑ جائیں اور ان کے اوپر خوف طاری ہو تو ان کے قریب رہنے والے مسلمانوں کے لئے جماعت در جماعت ان کی جانب مدد کی خاطر پہونچنا لازم ہو گا۔ پہلے ان لوگوں پر پہونچنا لازم ہو گا جو ان سے سب سے نزدیک ہوں اس کے بعد وہ جو ان سے نزدیک ہوں۔ اسی ترتیب کے ساتھ مدد کے لئے پہونچنا واجب ہوتا رہے گا۔ نیز ہتھیاروں اور سواری کے ذریعہ ان کی اعانت کرنا واجب ہو گا تاکہ جہاد دائمی طور پر باقی رہے اور ختم نہ ہو (محیط)

وہ مشرکین عرب جو دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے اور غیر عرب جنہوں نے نہ اسلام قبول کیا اور نہ جزیہ (مقررہ ٹیکس) دینا منظور کیا تو خواہ وہ ہم (اہل اسلام) پر حملہ و قتل و قتال میں سبقت نہ کریں مگر ہم پر ان سے قتل و قتال واجب ہو گا۔ (فتح القدیر) ہر ایسے شخص پر جہاد واجب ہے جو کہ آزاد، عاقل، صحت مند جہاد پر قدرت رکھنے والا ہو (اختیار شرح مختار) بچہ (نابالغ) پر، غلام پر، نابینا شخص پر لنگڑے پر، ہاتھ پیر کٹے ہوئے پر جہاد کرنا واجب نہیں (ہدایہ)

جب کوئی شخص جہاد کی خاطر نکلے درآنحالیکہ اس کے والد یا والدہ بقید حیات ہوں تو ان کی بلا اجازت نہ نکلے البتہ اگر عام اعلان ہو جائے یعنی جہاد کرنا فرض عین ہو گیا ہو تو بلا اجازت بھی نکلنا درست ہے۔ اگر اس کے والدین بقید حیات ہوں اور ان میں سے ایک اجازت عطا کر دے اور دوسرا اجازت نہ دے .... تو اسے دوسرے کی اجازت نہ دینے کی بنا پر جہاد کے لئے نکلنا جائز نہ ہو گا۔ لہٰذا جبکہ والدین یا والدین میں سے ایک اسکے جہاد کیلئے جانے کی اجازت دے تو بیٹے کا جانا جائز نہ ہو گا چاہے ان کے ہلاک و تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو مثلاً دونوں مفلس ہوں اور ان کے نفقہ کا یہی ذمہ دار ہو اور خواہ ان کے تلف ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ یہ تفصیل جو ہم بیان کر چکے ہیں والدین کے مسلمان ہونے کی صورت میں ہے۔ اور والدین کے کافر ہونے یا دونوں میں سے ایک کے کافر ہونے اور دونوں کے جہاد کی خاطر جانے کو ناپسند کرنے و مکروہ سمجھنے یا صرف کافر کے ناپسند کرنے کی شکل میں اس کے اوپر واجب ہو گا۔ کہ اپنے دل سے تحری کرکے یعنی خوب غور و خوض کرے اسکے بعد اگر اس کا دل مطمئن ہو کہ وہ میرے جہاد کے لئے نکلنے کو صرف میرے قتل ہو جانے کے ڈر سے ناپسند کر رہے ہیں اور یہی قتل کا خوف ان کے دل پر طاری ہے تو اس صورت میں اسے نہ نکلنا چاہیئے۔ اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ انہوں نے میرے جہاد کے لئے جانے کو اس لئے ناپسند کیا کہ یہ ہمارے اہل دین و ملت سے قتل و قتال کریگا تو اس صورت میں اسے ان کی رضامندی و اجازت کے بغیر چلا جانا درست ہو گا۔ بشرطیکہ ان کے ضائع و تلف ہونے کا اندیشہ نہ ہو اگر ضائع ہونیکا اندیشہ ہو تو جہاد کیلئے نہ نکلنے کا حکم ہو گا اور اگر وہ خوب خوض کرے مگر اس کے باوجود وہ کسی بات پر مطمئن نہ ہو سکے بلکہ شک میں مبتلا رہے اور غالب گمان کسی جانب نہ ہو یہ تفصیل کتاب کے اندر ذکر نہیں کی گئی

ہے مشائخ (فقہاء) فرماتے ہیں کہ اس کے لئے نہ نکلنا موزوں ہے۔ اگر دونوں ان دو باتوں کی وجہ سے اس کا جہاد میں جانا گوارا نہ کریں۔ (۱) ہمارے ہم مذہبوں سے جنگ و جدال کریگا (۲) اس کے قتل ہوجانے کا بھی ان کو اندیشہ ہو اور اس بنا پر وہ مضطرب و مغموم ہوں تو اسے جہاد کی خاطر نہ نکلنا چاہیئے۔ اگر اس کے والدین بقید حیات ہوں اور وہ اس کو جہاد کی خاطر نکلنے کی اجازت عطا کردیں اور اس کے دادا، دادی اور نانا، نانی بھی زندہ ہوں اور وہ اس کا جہاد کیلئے نکلنا پسند نہ کریں تو دادا، دادی یا نانا، نانی، کے ناپسند کرنے کا کچھ خیال نہ کرے اور جہاد کی خاطر نکل جائے اگر اس کے ماں باپ موت کی آغوش میں سو چکے ہوں لیکن دادا اور نانی بقید حیات ہوں تو اس صورت میں، ان دونوں کی اجازت کے بغیر اس کا جانا درست نہ ہوگا۔ اور اگر حقیقی دادا، دادی اور حقیقی نانا، نانی بقید حیات ہوں اس صورت میں اجازت عطا کرنے کا حق حقیقی دادا اور حقیقی نانی کو حاصل ہوگا یہ اس شکل میں ہے جبکہ وہ جہاد کرنے کی خاطر نکلنا چاہتا ہو اور اگر بغرض تجارت دشمن کے ملک میں پروانہ، امن حاصل کرکے جانا چاہے اور ماں باپ اسے ناپسند کریں اس صورت میں دشمنوں کے ملک کے حاکم کی جانب سے اسے اپنی جان کے سلسلہ میں کوئی اندیشہ نہ ہو اور وہ لوگ اس قسم کے ہوں کہ اپنا عہد پورا کرنے کے اندر معروف و مشہور ہوں اور اسے وہاں بغرض تجارت جانے میں نفع نظر آرہا ہو تو ان کی عدول حکمی کرکے بھی جانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر بغرض تجارت دشمنوں کے ملک میں مسلمانوں کے لشکروں میں کسی بھی لشکر کے ہمراہ جائے اور اس کے ماں باپ یا ایک اسے ناپسند کریں۔ اس صورت میں اگر یہ لشکر اتنا بڑا ہو کہ غالب گمان و رائے کے مطابق دشمن کے حملہ (نقصان پہونچانے، وغیرہ) کا اس لشکر پر اندیشہ نہ ہو تب بھی اس کے ہمراہ نکلنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

اور اگر غالب گمان و رائے کے مطابق دشمنوں کی جانب سے اس لشکر کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو اس کے ہمراہ نہ نکلنا چاہیئے اسی طریقہ سے اگر سریہ[لہ] ہو یا (محض سواروں کا ایک) دستہ ہو تب بھی ماں باپ کی اجازت کے بغیر اس کے لئے نکلنا درست نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں ہلاک و تلف ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے۔ جو کچھ تفصیل ہم نے بیان کی یہ ماں، باپ دادا، دادی (نانا، نانی) کے سلسلہ میں تھی۔ رہے ان کے علاوہ ذی رحم مثلاً لڑکے لڑکیاں بہن، بھائی پھوپیاں، خالائیں، ماموں وغیرہ تو ان میں سے وہ ذی رحم محرم جو اس کے جہاد کیلئے نکلنے کو ناپسند کرے اور یہ بات اس کے اوپر شاق ہو۔ اس صورت میں اگر اس ذی رحم کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً وہ اپنی ملک کے اندر کوئی مال نہ رکھتا ہو اور وہ کم عمر (نابالغ بچہ) یا بچی ہو یا بڑی عورتیں ہوں لیکن ان کے شوہر نہ ہوں یا بڑی عمر کے مرد ہوں لیکن اپاہج ہوں اور کچھ کرنے کے لائق نہ ہوں اور ان کے نفقہ کا یہی ذمہ دار ہو تو ان کی بلا اجازت جہاد کے لئے نہ نکلے اور ان کے ضائع و تلف ہونے کا خطرہ نہ ہو یعنی مثلاً وہ ان کے نفقہ کا ذمہ دار نہ ہو یا وہ مال والے ہوں یا ان کے پاس مال تو نہ ہو لیکن بالغ صحت مند ہوں یا خاوندوں والی بالغ عورتیں ہوں تو ان کی بلا اجازت اس کے لئے جانا درست ہوگا۔ اگر اس کے بیوی ہو اور اس کے تلف ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس کی بلا اجازت نہ جانا چاہیئے اور اگر اس کے ہلاک و ضائع ہوجانے کا خطرہ نہ ہو تو خواہ اس کا جانا بیوی پر شاق ہی کیوں نہ گذرے مگر بلا اجازت اس کے لئے جانا درست ہوگا۔ (ذخیرہ)

کوئی عورت اپنے لڑکے کو جہاد میں جانے سے روکے اس صورت میں اگر اس کا دل اسکی جدائی کے صدمہ کو

لہ بڑے لشکر کا ایک دستہ یا چھوٹا سا حصہ۔

کو برداشت نہ کر سکتا ہو اور اس کے تنہا رہنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ بیٹے کو روک دے اور روک دینے کی بنا پر وہ گناہگار نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ قاضی خاں) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مجھکو یہ اچھا نہیں لگتا کہ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی مصروف پیکار ہوں۔ البتہ اگر مسلمان مردوں پر اضطراری کیفیت طاری ہو جائے اور وہ مدد کے محتاج نظر آنے لگیں اور عورتوں کے جہاد کیلئے نکلنے کی مسلمانوں کے اضطرار کی عام اطلاع کی بنا پر ضرورت ہی تو اس کے اندر کوئی حرج نہیں اور عورتیں قتال کرنے اور لڑنے کے لئے نکلیں۔ اور اس صورت حال میں عورتوں کو اپنے باپوں اور خاوندوں کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز ہے اور باپوں و خاوندوں کو ایسی صورت حال میں روکنے کا حق حاصل نہیں اگر وہ ایسی حالت میں نکلنے سے روکیں گے تو گناہگار ہوں گے اسی طریقہ سے اگر مسلمانوں کو ان کی اعانت کی شدید ضرورت ہو اور عورتیں فاصلہ سے تیر اندازی کے ذریعہ جنگ کر سکتی ہوں تو اس طرح لڑنے اور جنگ کرنے کے اندر بھی کوئی حرج نہیں۔ مجاہدین کے لئے روٹی اور کھانا پکانے، پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی خاطر جوان عورتیں نہ نکلیں۔ اور رہیں عمر رسیدہ بڑھیا عورتیں تو ان کے لئے صوف وغیرہ کے کپڑے پہنکر بڑے لشکر کے ہمراہ نکلنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ عورتیں زخمیوں اور بیماروں کی دیکھ بھال کریں، پانی پلائیں، روٹی اور کھانا پکائیں مگر قتل و قتال میں شریک نہ ہوں۔

بچہ اور قریب البلوغ شخص اگر جنگ کرنے کی قوت رکھتا ہو تو اس کا حکم بالغ کا سا ہوگا۔ تاوقتیکہ عام اطلاع و اعلان جہاد نہ ہو اس کے لئے والدین کی اجازت کے بغیر نکلنا درست نہیں اور والدا سے اجازت جہاد عطا کر دے تو وہ گناہگار نہ ہوگا۔ جیسے کہ بالغ کو اجازت عطا کرنے کی بنا پر گناہگار نہیں ہوتا خواہ وہ اس سے آگاہ ہو کہ زیادہ تر جنگ کے اندر قتل ہونے کا اندیشہ ہے (محیط)

اگر قرضداروں میں کوئی شخص جہاد کرنا چاہے درآنحالیکہ قرضخواہ موجود نہ ہو۔ لہٰذا اگر مقروض کے پاس اتنا مال موجود ہو کہ اس کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے کافی ہو تو اس کے لئے جہاد کی خاطر نکلنے میں کوئی حرج نہیں وہ کسی کو وصی بنا جائے کہ اگر میں موت کے حادثہ کا شکار ہو جاؤں تو میرے ترکہ کے اندر سے میرے قرضہ کی ادائیگی کر دے اور اگر اس کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے بقدر مال موجود نہ ہو تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ قرضہ کی ادائیگی تک رکا رہے اور ادائیگی کی کوشش کرتا رہے اور جہاد کرنے کے لئے نہ نکلے اور اگر قرضہ کی عدم ادائیگی اور قرض خواہ کی اجازت کے بغیر وہ جہاد کرے تو یہ باعث کراہت ہوگا۔ اگر قرض خواہ اسے جہاد کی خاطر نکلنے کی اجازت تو عطا کر دے لیکن قرض سے بری الذمہ نہ کرے تب بھی باعث استحباب یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کے لئے کوشش کرے اور ایسی حالت کے اندر وہ جہاد کرے تب بھی کوئی حرج نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر قرض کی ادائیگی کی میعاد مقرر ہو اور قرضدار کو بظاہر یہ یقین ہو کہ وہ میعاد مقررہ سے پہلے لوٹ آئیگا تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا (ذخیرہ)

اگر زید کا عمرو پر قرض ہو اور زید اپنے قرض خواہ کو عمرو سے متعلق کر دے کہ وہ اس کے قرضہ کی ادائیگی اس کے قرضخواہ کو کر دے اس صورت میں اگر زید کا عمرو پر اتنا مال ہو جتنا کہ قرض خواہ کا زید پر ہے تو اس کے جہاد کی خاطر نکلنے میں کوئی حرج نہ ہوگا اور اگر زید کا عمرو کے اوپر اتنا مال نہ ہو تو اس کا جہاد کے لئے نہ نکلنا مستحب ہوگا۔ اگر عمرو زید کو جہاد کی خاطر نکلنے کی اجازت دے اور قرضخواہ عطا نہ کرے درآنحالیکہ زید نے عمرو کو قرضہ کی ادائیگی کا پورا ذمہ دار بنا دیا ہو اور حوالہ مکمل ہو گیا ہو تو زید کے جہاد کیلئے جانے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور اگر وہ قرض خواہ کے قرض کی ادائیگی کا کسی کو ذمہ دار نہ بنائے مگر اس کی جانب سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کے قرضخواہ کے لئے اس طرح

کفالت کرلے کہ وہ قرضدار کو بری الذمہ قرار دیدے اور وہ قرضخواہ اسے قبول و منظور کرلے تو اس شکل میں قرضدار کو جہاد کے لئے نکلنا جائز ہوگا اور اس کو ان دونوں میں سے کسی سے بھی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر اسکی جانب سے کوئی کفیل اس کے حکم کے باعث کفالت کرے اور مقروض کے بری الذمہ ہونے کی شرط نہ کرے تو قرضدار کو قرضخواہ اور کفیل سے اجازت لئے بغیر جہاد کے لئے جانے کا اختیار و حق نہ ہوگا اور اگر بلا اس کے حکم کی کفالت کرلے تو اس کے لئے محض قرض خواہ سے اجازت حاصل کرنا لازم ہوگا اور اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ وہ کفیل سے بھی اجازت طلب کرے۔ یہی صورت نفس کی کفالت کے اندر ہے کہ اگر اس کے حکم کے باعث کفیل اس کے نفس کی کفالت کرے یعنی اس طرح کہ جس وقت قرضخواہ اسے بلائیگا میں اسے حاضر کردونگا۔ اس طریقہ سے نفس کی کفالت اس کے حکم سے کرلی تو اس صورت میں اس کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ کفیل کی اجازت کے بغیر جائے۔ اور اگر اس کے بغیر اس کے نفس کی کفالت کرے تو اسکے کفیل سے اجازت لئے بغیر جانے میں کوئی حرج نہ ہوگا اگر قرضدار غریب ہو اور اس کے لئے بجز اس کے قرض کی ادائیگی کا کوئی حیلہ و شکل نہو کہ وہ مجاہدین کے ہمراہ دار الحرب میں بغرضِ تجارت جائے تو اس کے قرض خواہ سے اجازت لیکر چلے جانے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ میں جہاد کی خاطر جاتا ہوں ہوسکتا ہے مجھے نفل[1] یا مالِ غنیمت میں سے اتنا ملجائے کہ میں اس کے ذریعہ اپنے قرضہ کی ادائیگی کرسکوں تو اس صورت میں مجھ کو یہ پسند نہیں کہ وہ قرضخواہ سے اجازت لئے بغیر جائے۔ یہ ساری تفصیل عام اعلانِ جہاد نہ ہونے کی شکل میں ہے۔ اگر اعلانِ جہاد عام ہو تو چاہے قرضدار کے پاس قرضہ کی ادائیگی بقدر مال ہو یا نہو اور قرضخواہ چاہے اسے چلے جانے کی اجازت عطا کردے یا نہ کرے بہرصورت قرضدار کے جہاد کے نکلنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اس کے بعد جب ایسی جگہ پہونچے جہاں پر مسلمان قیام پذیر ہوں۔ پس اگر ایسی بات نظر آئے جو مسلمانوں کے حق میں باعثِ خطرہ و خوف ہو تو ضرور جنگ کرنی اور لڑنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ایسی بات نظر نہ آئے جو مسلمانوں کے حق میں خطرناک ہو تو اس کے لئے اپنے قرضخواہ کی اجازت کے بغیر مقابلہ و قتل و قتال کرنا جائز نہو گا (محیط) کسی شہر میں کوئی اتنا بڑا عالم ہو کہ اس سے بڑھکر کوئی بھی فقیہ اس شہر میں موجود نہو تو کیونکہ اس کا ہلاک ہو جانا لوگوں کے لئے باعثِ نقصان ہوگا اس لئے اسے جہاد نہ کرنا چاہیئے۔ (سراجیہ)

اگر کوئی شخص اپنے پاس لوگوں کی امانتیں رکھتا ہو اور امانت رکھنے والے غائب و غیر موجود ہوں۔ اس صورت میں اگر وہ کسی شخص کو یہ امانتیں مالکوں کو لوٹا دینے کا وصی بنا دے تو اسے جہاد کی خاطر نکل جانے کا حق حاصل ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)، تاوقتیکہ عام اعلانِ جہاد نہ ہو غلام کو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جہاد کی خاطر نہ نکلنا چاہیئے (ذخیرہ سرخسی)، جس وقت اہلِ روم کی طرف سے اعلان ہو تو ہر ایسے شخص کے لئے جو قتل و قتال اور جنگ کے لائق ہو جہاد کی خاطر نکلنا لازم ہے بشرطیکہ اس کے پاس توشۂ سفر اور سواری ہو۔ اور اس کے لئے کسی صریح و کھلے ہوئے عذر کے بغیر پیچھے رہجانا جائز نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر مشرکین مسلمانوں کی زمینوں میں پہونچکر مال و اولاد و عورتوں کو لیجائیں اس کے بعد مسلمانوں کو خبر ہو اور انھیں

---

[1] ایسا مالِ غنیمت جس کے متعلق سردار لشکر بوقت جنگ یہ کہدے کہ اس جنگ میں جو مال جس کے ہاتھ لگ جائے اس کا مالک وہی پانے والا ہے۔ [2] یہ روایت معتبر طریقے سے ثابت نہیں۔ جہاد تو انبیائ نے بھی کیا ہے حالانکہ ہر نبی اپنے وقت کا سب سے بڑا امام ہوتا ہے۔

ان مشرکین پر غالب آجانے کی قوت بھی میسر ہو تو ان کے اوپر ان کافروں کا تعاقب کرنا اور ساری چیزیں واپس لے لینا لازم ہوگا اور یہ حکم اس وقت تک ہے، جبتک کفار دارالاسلام کے حدود میں رہیں اور ان کے دارالحرب کے علاقہ میں داخل ہو جانے پر بھی عورتوں اور بچوں کے بارے میں یہی حکم باقی رہے گا کہ ان سے چھڑا کر لے آئیں۔ تاوقتیکہ وہ لوگ ان عورتوں اور بچوں سمیت اپنے محفوظ مقامات اور قلعوں میں داخل نہ ہو جائیں۔ اگر کفار محض مال لے کر دارالحرب میں داخل ہوں تو مسلمانوں کو ان کا تعاقب نہ کرنے کی گنجائش ہے۔ اگر کافر ان اشیاء سمیت اپنے محفوظ مقامات اور قلعوں میں داخل ہو جائیں اور مسلمان تعاقب کرتے ہوئے مقابلہ کے لئے وہاں تک پہونچ جائیں تو اسے افضل و بہتر قرار دیں گے اور یہ کہیں گے، کہ انہوں نے اچھے کام کو اختیار و پسند کیا۔ اور اگر وہ تعاقب نہ کریں بلکہ انھیں یونہی چھوڑ دیں تو مجھکو شرعاً اس بات کی گنجائش کی بھی توقع ہے ایسی شکل میں ذمیوں کے بچوں، عورتوں اور مالوں کا حکم مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں اور مالوں کا سا ہوگا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر مسلمان پر ان کا تعاقب اسی صورت میں فرض ہے جبکہ انھیں کفار کے اپنے قلعوں کے اندر گھسنے سے قبل ان تک پہنچ جانے کی توقع ہو۔ اور اگر غالب گمان ان تک ان سے قبل نہ پہونچنے کا ہو تو ان کے لئے اپنی جگہ ٹھہرے رہنے اور تعاقب نہ کرنے کی گنجائش ہوگی (محیط)۔ بحوالہ امام محمدؒ، امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ جس وقت تک مسلمان مضبوط و قوی ہوں اس وقت تک مالی امداد و تعاون (کی درخواست) باعث کراہت ہے۔ اور اگر مضبوط و قوی نہ ہوں تو بعض مسلمانوں کے بعض کو تقویت پہونچانے اور تعاون کرنے میں کوئی حرج نہیں لہٰذا لشکر کی تیاری کی ضرورت ہو تو اس وقت یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر مسلمانوں کے اندر جنگ و قتال کی قوت موجود ہو یعنی بیت المال کے اندر مال و پیسہ موجود ہو تو خلیفۃ المسلمین کو مالداروں کے لئے اس طرح کا حکم جاری کرنا موزوں نہیں جس کے باعث ان کی دلی خوشی و رغبت کے بغیر ان کا کچھ مال لے لیا جائے۔ ہاں اگر مال والے اپنی قلبی رضا و رغبت سے امداد کرنا چاہیں تو اس کے اندر کوئی کراہت نہیں بلکہ یہ طریقہ پسندیدہ و بہتر قرار دیا گیا ہے چاہے بیت المال کے اندر مال موجود ہو یا موجود نہ ہو۔

اگر مسلمانوں کو جنگ قوت میسر ہو یعنی اس طرح کہ بیت المال کے اندر مال موجود نہ ہو تو اس کے اندر بھی کوئی حرج نہیں کہ خلیفۃ المسلمین مالداروں کو اتنا مال عطا کرنے کا حکم کرے جو مجاہدین کے لئے کافی ہو۔ اس کے بعد وہ شخص جو اپنی جان و مال سے جہاد کے اوپر قدرت رکھتا ہو اس پر واجب ہے کہ اپنی جان و مال کے ذریعہ جہاد کرے۔ جو آدمی اپنے آپ جانے سے معذور ہو اور وہ مالدار ہو تو اس کے اوپر لازم ہے کہ اپنے مال سے اپنے علاوہ کسی اور شخص کو جہاد کے لئے بھیجدے لہٰذا ان دونوں آدمیوں میں سے ایک شخص اپنی جان کے ذریعہ اور دوسرا اپنے مال کے ذریعہ جہاد کرنے والا شمار ہوگا۔ اور جو شخص اپنی جان کے ذریعہ تو جہاد پر قدرت رکھتا ہو مگر وہ مفلس ہو۔ اس صورت میں اگر بیت المال کے اندر مال موجود ہو تو خلیفۃ المسلمین اس شخص کے بقدر ضرورت بیت المال سے مال عطا کریگا۔ اور جس وقت خلیفہ اسے بیت المال سے ضرورت کے مطابق مال عطا کردے تو اس کے لئے کسی اور شخص سے جہاد کی خاطر امداد لینا درست نہ ہوگا۔ اگر بیت المال کے اندر مال موجود نہ ہو یا ہو لیکن امام اسے عطا نہ کرے تو اس کے لئے دوسرے شخص سے مال لیکر جہاد کیلئے نکلنا جائز ہوگا (ذخیرہ)

اگر زید عمرو کو مال دے کہ وہ اس کی جانب سے جہاد کرے۔ اس صورت میں اگر زید مال دیتے وقت یہ الفاظ کہے "کہ اس کے مال کے ذریعہ میری جانب سے جہاد کر" تو عمرو کے لئے بجز جہاد کے کسی اور جگہ اس مال کا صرف کرنا جائز نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اسے یہ بھی حق نہ ہوگا کہ اس مال سے اپنے ذاتی قرض کی ادائیگی کرکے جہاد کے لئے جائے اور اس میں سے اپنے بال بچوں (اہل و عیال) کی خاطر چھوڑ دے۔ اگر زید عمرو سے اس طرح کہے کہ "یہ مال تیرے لئے ہے تو اس کے ذریعہ

جہاد کر" تو عمرو کے لئے جہاد کی طرح جہاد کے علاوہ بھی اس مال کو صرف کرنا جائز ہوگا۔ یہ حکم شیخ الاسلامؒ نے شرح سیر کبیر اور شمس الائمہ سرخسیؒ نے شرح سیر صغیر کے اندر بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام شرح سیر صغیر کے اندر بیان کرتے ہیں کہ عمرو کو دونوں شکلوں میں اس مال کا کچھ حصہ اپنے اہل و عیال کے نفقہ کے لئے چھوڑ جانے کا حق حاصل ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کا جہاد کیلئے جانا ممکن نہیں۔ پھر یہ کہ اس کا شمار بھی جہاد ہی کے کاموں میں ہے اگر زید عمرو کو اپنی جانب سے جہاد کی خاطر مال دے اس کے بعد عمرو کو بیماری وغیرہ کوئی ایسا عذر پیش آجائے اور اس کی وجہ سے اس کا جانا ممکن نہ ہو اور وہ چاہے کہ اپنے علاوہ کسی اور شخص کو مال کی جتنی مقدار لی ہے اس سے کم دیکر جہاد کی خاطر بھیجدے تو اس کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ مگر جتنا مال بچایا ہو اس کے متعلق اگر یہ نیت ہو کہ اسے بیت المال میں جمع کرا دونگا۔ اپنی ذات کے لئے بچانا مقصود نہ ہو تو بچا لینے کے اندر بھی کوئی حرج نہیں۔ اور اگر اس کا منشا اپنی ذات کے واسطے بچانا ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر زید عمرو کو مال دیتے ہوئے اس طرح کہے "کہ اس مال کے ذریعہ میری جانب سے جہاد کر" تو عمرو کو باقی ماندہ مال اپنی ذات کے لئے رکھنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر اس طرح کہے کہ "یہ مال تیرا ہی ہے تو اس مال کے ذریعہ جہاد کر" تو عمرو کو باقی ماندہ مال اپنی ذات کے لئے رکھنے کا حق حاصل ہوگا۔ یہ حکم ظاہر ہے کیا تو اس پر غور نہیں کرتا کہ اس شکل میں تو اس کے لئے یہ بھی درست ہے کہ سارا مال اپنی ذات کے اوپر خرچ کرے اور سرے سے جہاد ہی نہ کرے۔

اگر کوئی مسلمان شخص دوسرے مسلمان کو کچھ مال دینے کی شرط اس بات پر کرے کہ وہ کسی کافر دارالحرب کے باشندہ کو ہلاک کر دے لہٰذا وہ قتل کر دے تو اس مال کی شرط کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ شرط ٹھہرانے والے پر شرط کردہ پورا مال دینا واجب ہوگا۔ البتہ قضاءً اس کے اوپر مال کی ادائیگی کے لئے جبر نہ کریں گے۔ بعض مشائخ (فقہاء) کے نزدیک کتاب کے اندر ذکر کیا گیا قول خاص امام محمدؒ کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ و امام یوسفؒ اس شرط کو جائز قرار نہیں دیتے۔ بعض مشائخ (فقہاء) کے نزدیک یہ شرط بالاتفاق درست ہے۔ (محیط)

اگر کوئی لشکر کا سردار کسی مزدور کو اجرتِ مثل سے اتنے زائد پر مقرر کر دے کہ عموماً لوگ اپنے اندازہ کے مطابق اتنا نقصان برداشت نہیں کرتے اور مزدور کام کرے اور مدت کارکردگی پوری ہو جائے تو اس صورت میں جتنی مزدوری اجرت مثل سے زائد مقرر ہوگی اسے باطل قرار دیں گے۔ اگر سردارِ لشکر یا قاضی یہ کہے کہ میں نے یہ جانتے بوجھتے کہ اتنی مزدوری نہ مقرر کرنی چاہیئے اس قدر مزدوری مقرر کی ہے تو اس صورت میں ساری اجرت مقرر کرنے والے کے مال میں سے دی جانے کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی لشکر کا سردار کسی مسلمان یا ذمی[1] سے کہے کہ تیرے اس سوار کو قتل کر دینے پر تیرے لئے سو دراہم ہیں۔ لہٰذا وہ قتل کر ڈالے تو اسے کچھ نہ ملنے کا حکم ہوگا۔ اگر دارالحرب کے رہنے والے کافر قتل شدہ پڑے ہوئے ہوں اور سردار لشکر کہے کہ جو شخص ان کے سر کاٹے گا اسے دس دراہم معاوضہ میں دیئے جائیں گے تو اسے جائز و درست قرار دیں گے۔ یہ باعث کراہت ہے کہ کفار کے سر دارالاسلام میں لاکر لائے جائیں (مضمرات)

خلیفۃ المسلمین پر لازم ہے کہ ثغور مسلمین یعنی ایسی گھاٹیوں کو جن کے ذریعہ دشمن چھپ کر مسلمان پر حملہ آور ہو سکتے ہوں قلعہ بند و محفوظ کر دے اور ان کے دروازوں و راستوں پر لشکر متعین مقرر کر دے تاکہ کافر مسلمانوں کے شہروں میں نہ ٹھہر سکیں اور مسلمان ان پر غالب آجائیں اور انھیں مرعوب کر دیں (خزانۃ المفتین)

---

[1] دارالاسلام کا غیر مسلم باشندہ

خلیفہ کہیں لشکر بھیجے تو ان پر کسی کو امیر مقرر کر دینا چاہیئے۔ اور ایسے شخص کو ان کا امیر بنائے جو سرداری کی اہلیت و لیاقت رکھتا ہو یعنی جنگی امور میں خوش تدبیری سے کام لے سکتا ہو، متقی سخی بہادر اور لشکر والوں پر شفیق ہو۔ اسی طریقے سے امیر مقرر کرتے وقت خلیفہ امیر کو مجاہدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خیر خواہی کی وصیت کرے (مبسوط) خلیفہ اس شخص کو سردار بنائے جس میں سردار بننے کی شرائط موجود ہوں چاہے وہ قریشی یا کسی عرب قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو یا نبطی (غیر عرب) کے، غلاموں[له] میں سے کیوں نہ ہو (محیط)

اگر خلیفہ کسی فاسق شخص کو جنگی امور میں زیادہ ہوشیار و لائق دیکھے تو اسے مقرر کر دینا جائز ہوگا (عتابیہ)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر سردار لشکر کسی کام کا حکم کرے کہ اس کام میں شرع کی خلاف ورزی اور گناہ نہ ہو تو سردار کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہوگی۔ یہ بات واضح رہے کہ اس مسئلہ کی تین شکلیں ہیں (۱) اہل لشکر کو یہ یقین ہو اور سردار کی حکم کردہ بات ہمارے لئے سودمند ہوگی۔ مثلاً سردار ابھی جنگ شروع نہ کرنے کا حکم کرے اور انھیں یقینی طور پر یہ علم ہو کہ ابھی جنگ شروع نہ کرنا ہمارے واسطے سودمند ہے یعنی وہ اچھی طرح یہ بات جانتے ہوں کہ سردست دارالحرب کے لوگوں سے مقابلہ کی قوت نہیں اور اس سے آگاہ ہوں کہ ہمارے پیچھے دوسرا لشکر موجود ہے اور وہ اگلے وقت ہم میں شامل ہو جائیگا اور طاقت کے اندر اضافہ ہو جائیگا لہٰذا ایسی شکل میں جبکہ یقینی طور پر جنگ نہ کرنا اہل لشکر کے حق میں نفع بخش ہو تو سردار لشکر کی فرمانبرداری و اطاعت کرنی چاہیئے۔ (۲) انھیں یقینی طور پر خبر ہو کہ سردار انھیں جس بات کا حکم دے رہا ہے اسمیں ہمارا نقصان ہے مثلاً ذکر کی گئی مثال میں وہ یہ دیکھ رہے ہوں کہ سردست ان دارالحرب کے لوگوں سے جنگ کی جا سکتی ہے اور اگر جنگ میں تاخیر ہوگی تو جلد ہی ان تک امداد (کمک) پہونچے گی اور پھر ان کے ساتھ ہمارا جنگ کرنا مشکل ہو جائیگا اور یہ تاخیر ہمارے لئے نقصان کا سبب بنے گی۔ تو اس یقین کی شکل میں وہ سردار کے حکم کی تعمیل نہ کریں (۳) اہل لشکر شک کے اندر مبتلا ہوں کہ سردار نے جس کام کا حکم دیا ہے وہ نقصان دہ ہوگا یا نفع بخش یعنی دونوں احتمال موجود ہوں اور کوئی بات یقینی نہ ہو تو اس صورت میں لشکر والوں پر سردار لشکر کے حکم کی فرمانبرداری واجب و لازم ہوگی۔ اسی طریقے سے اگر سردار لشکر انھیں جنگ کا حکم دے اور وہ جانتے ہوں کہ یقینی طور پر اس میں ہمارا نفع ہے یا اس کے اندر ان کو شک ہو کہ نفع بخش ہے یا نقصان دہ یعنی دونوں احتمال برابر ہوں تو سردار کے حکم کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ اور اگر نفع نہ ہونے اور نقصان کا یقین ہو تو سردار کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کرنی چاہیئے۔ اگر لشکریوں کے درمیان آپس میں اختلاف رائے ہو جائے۔ بعض کہتے ہوں کہ اسکے اندر ہلاکت و موت ہے اور بعض کہیں کہ یہ باعث نجات ہے اور کسی خیال کو دوسرے خیال کے اوپر ترجیح حاصل نہ ہو بلکہ شک بدستور باقی ہے تو اس صورت میں لشکر والوں پر سردار لشکر کی فرمانبرداری لازم ہوگی۔ اگر سردار لشکر اہل لشکر کو کسی کام کا حکم دے اور لشکریوں میں سے ایک شخص عدول حکمی کرے تو اسے پہلی مرتبہ کی عدول حکمی پر سردار سزا نہیں دیگا بلکہ آئندہ ایسا نہ کرنے کی نصیحت کریگا اور سمجھائیگا۔ اس کے بعد اگر دوبارہ عدول حکمی کرے اور عدول حکمی کی معقول وجہ و عذر بھی بیان نہ کرے تو اسے تنبیہ کریگا اور سزا دیگا اور اگر وہ عذر بیان کرے تو اس سے حلف لیگا کہ عذر کی بنا پر اس نے ایسا

له اس جگہ یہ بات ذکر کر دینی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے کچھ روز قبل ایک بڑے لشکر کا سردار حضرت اسامہ ابن زیدؓ کو مقرر فرمایا تھا حضرت اسامہؓ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اس عظیم لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے اکابر صحابہ شامل تھے

کیا ہے اسے چھوڑ دیگا کیونکہ وہ ایسی بات کا مدعی ہے جس کی بنا پر تعزیر واجب نہیں ہوتی اور یہ بات اسی کے قول سے ثابت ہوگی لہٰذا حلف کے بغیر وہ اپنے قول کے اندر سچا شمار نہ ہوگا۔ اگر سردار لشکر کی صف بندی میں اس طرح ترتیب کا لحاظ رکھے کہ ساقہ کا (پچھلا حصہ) میں مخصوص قبائل و اقوام رکھے اور دائیں اور بائیں حصہ میں بھی یہی خیال رکھے یعنی لشکر کا دایاں حصہ (مثلاً) مخصوص قبائل کے لئے اور بایاں حصہ کچھ مخصوص قبائل کے لئے معین و نامزد کر دے اس کے بعد دشمن ساقہ پر شدت کے ساتھ حملہ آور ہو اور دائیں و بائیں حصہ کو یہ اندیشہ ہو کہ کہیں ساقہ شکست نہ کھا جائے تو اس صورت میں دائیں اور بائیں حصہ کا ساقہ کی اعانت کے لئے چلے جانے کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ یہ حکم اس شکل میں ہے کہ ان کی صف بندی و ترتیب بدستور باقی رہے اور مرکزوں و مقامات میں خلل نہ پڑے اور خلل پڑنے اور صف بندی کے درہم برہم ہونے کی صورت میں وہ اہل ساقہ کی وہاں ہو کر اعانت نہ کریں اور اگر سردار لشکر انھیں اپنی اپنی جگہوں سے نہ ملنے کا حکم دے اور ایک دوسرے کو مدد دینے کی مخالفت کر دے تو خواہ انھیں اپنی طرف سے شکست کا اندیشہ نہ ہو اور اہل ساقہ کی جانب سے شکست کا خوف ہو مگر اہل ساقہ کی مدد نہ کریں۔ مگر امام اہل لشکر کو حکم کر دے کہ وہ جانوروں کی چارہ کی خاطر نہ نکلیں تو انھیں نہ نکلنا چاہیئے۔ چاہے اتنی وہ اتنی تعداد میں ہوں کہ دشمن کا مقابلہ کر سکتے اور اسے بھگا سکتے ور روک سکتے ہوں یا اتنی تعداد میں نہ ہوں بہرصورت دونوں کا حکم یہی ہوگا لیکن امام جب انھیں جانوروں کی چارہ کی خاطر نکلنے کی ممانعت کر دے تو امام ایک جماعت کو چارہ حاصل کرنے کی خاطر بھیجدے اور ان کے ایک شخص کو سردار بنا دے اور وہ لشکر کے سارے جانوروں کے لئے چارہ لیکر آئیں۔ اگر امام کسی کو چارہ کے لئے نہ بھیجے اور لشکر کو (جانوروں کے لئے) چارہ کی ضرورت محسوس ہو اور انھیں اپنی سواریوں اور جانوں کے سلسلہ میں اندیشہ ہو اور ان کے پاس اتنی رقم (وغیرہ) نہ ہو کہ جس کے ذریعہ چارہ خرید سکیں تو اس صورت میں انہیں چارہ خریدنے کی خاطر جانا چاہیئے خواہ اس کے اندر سردار لشکر کی نافرمانی کیوں نہ ہو۔ اگر سردار لشکر حکم دے کہ کوئی آدمی چارہ کی خاطر نہ جائے مگر فلاں آدمی کے جھنڈے تلے جمع ہو کر تو اہل لشکر کو سردار کی اس شرط کا خیال رکھنا اور اس شخص کے جھنڈے تلے یعنی اسکے ساتھ جانا چاہیئے۔ اسی طریقے سے اگر سردار لشکر اس طرح کہے کہ جو آدمی چارہ کے لئے جانا چاہتا ہو تو فلاں شخص کے جھنڈے تلے یعنی اسکی معیت میں جائے تو اس صورت میں بھی اس کی معیت میں جانا چاہیئے (محیط)

یہ جائز ہے کہ ماہ ہائے حرام[ع۵] کے اندر جنگ کی جائے کیونکہ ان مہینوں کے اندر جنگ کی ممانعت کا حکم منسوخ و ختم ہو چکا ہے اگر مسلمان کافروں کے لحاظ سے تعداد میں آدھے ہوں تو مسلمانوں کو ان کے ساتھ جنگ سے گریز کرنا حلال و جائز نہ ہوگا۔ یہ حکم ان لوگوں کے ہمراہ ہتھیار ہونے کی شکل میں ہے اور اگر ان کے پاس ہتھیار موجود نہ ہوں تو اس شخص کے لئے جو اپنے پاس ہتھیار نہ رکھتا ہو ایسے کافر کے سامنے سے دور بھاگ جانے میں کوئی حرج نہیں جو کہ ہتھیار رکھتا ہو اسی طریقے سے اگر تیر اندازی کا آلہ اس کے پاس نہ ہونے کے باعث وہ تیر اندازی نہ کر سکتا ہو تو تیر اندازی کرنے والے کافر کے سامنے سے اس کے بھاگ جانے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر ایک مسلمان تین کافروں کے مقابلہ میں بھاگ جائے تو اس کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ (محیط سرخسی)

ع۵ وہ مہینے جن کے اندر جنگ کی ممانعت کر دی گئی تھی وہ چار مہینے ہیں ذی الحجہ، محرم، ذی قعدہ، رجب۔

اگر مسلمان تعداد کے لحاظ سے بارہ ہزار یا بارہ ہزار سے بھی زیادہ ہوں تو خواہ کافر کتنی گونہ زیادہ کیوں نہ ہوں مگر ان مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ سے فرار ہو جانا حلال نہ ہوگا۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ سارے کا فر ہم عقیدہ و ہم کلمہ ہوں۔ اور اگر ان کا کلمہ الگ الگ ہو تو اس صورت میں ایک مسلمان اور دو کافروں کا اعتبار کریں گے۔ یعنی ایک مسلمان از روئے طاقت دو کافروں کے برابر سمجھا جائیگا اور اسے دو کے مقابلہ سے بھاگنا درست نہ ہوگا۔ ہمارے زمانہ میں طاقت کو قابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ جو شخص ایسی جگہ سے بھاگ جائے کہ جہاں پر قلعہ والے منجنیق (آلہ سنگ باری) کے ذریعہ نقصان پہونچا سکتے ہوں یا ایسے مقام سے بھاگ جائے کہ جہاں پر تیروں یا پتھروں کے ذریعہ پہونچا سکتے ہوں تو اس کے بھاگنے میں (شرعاً) کوئی حرج نہیں ہوگا (محیط)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کے اندر کوئی حرج نہیں کہ خلیفۃ المسلمین ایک شخص یا دو تین اشخاص بطور سریہ بھیجدے مگر شرط یہ کہ اکیلے شخص یا دو تین اشخاص میں اس کی قوت (و اہلیت) موجود ہو (ذخیرہ) جہاد کے توابع و اقسام میں سے ایسی جگہ پر قیام پذیر ہونا بھی ہے جہاں پر کہ دشمن کے اجتماع کا کھٹکا ہو اور غرض قیام سے یہ ہو کہ اگر دشمن اچانک وہاں پر اجتماع ہو تو اس کو دور کردیں۔ اس کے اندر اختلاف ہے کہ وہ مقام کونسا کہلائیگا اس لئے کہ ہر جہاد (وغیرہ) کے موقع پر تو ایسا مقام نہیں پایا جاتا (بلکہ گاہے ہوتا ہے گاہے نہیں)، مختار و راجح قول کے مطابق وہ اس طرح کا مقام ہے کہ جسکے آس پاس مسلمان آبادی اور اسلام نہ ہو مجتنیں کے اندر اسی قول کو قابل یقین و اعتماد قرار دیا گیا ہے (بحرالرائق)

بابِ دوم
جنگ کی کیفیت کا ذکر

خلیفۃ المسلمین دارالحرب کے اندر (لشکر کے ساتھ) بنفس نفیس جانے کا ارادہ کرے تو اسے (اپنے) لشکر کا معائنہ کرکے سواروں اور پیادہ (افراد) کی تعداد معلوم کرنی چاہیئے اور ان کے نام لکھ لینے چاہئیں (شرح طحاوی) مسلمان دارالحرب کے اندر پہونچ کر کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ کرلیں تو اول اہل قلعہ یا اہل شہر کو دعوت اسلام دینی چاہیئے اگر دعوت اسلام پر لبیک کہتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کے ساتھ جنگ نہ کرنی چاہیئے۔ اور انکار کرنے کی صورت میں ان سے جزیہ[1] کا مطالبہ کرنا چاہیئے یعنی کہا جائے کہ تم بدستور اپنے دین پر قائم رہو لیکن جزیہ دینے کی ذلت کو گوارا کرو (ہدایہ)، اگر وہ قبول کرلیں تو وہ ہمارے نفع اور نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے (کنز)۔

جزیہ کے لئے صرف ان لوگوں سے کہا جائے گا جن کا جزیہ قبول کرنا درست ہو۔ اور جن کا جزیہ قبول کرنا درست نہ ہو ان سے جزیہ کے لئے کہا بھی نہیں جائیگا (تبیین)، یہ بات ذہن نشین رہے کہ کافروں کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) جن سے نہ جزیہ لینا درست اور نہ ذمی بنالینا جائز۔ ان لوگوں میں وہ مشرکین عرب داخل ہیں جو کسی آسمانی کتاب کو نہیں مانتے۔ لہٰذا جب مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہو تو ان کے مرد اگر اسلام قبول نہ کریں تو موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مال غنیمت شمار کیا جائے (۲)، بالاتفاق سب کے نزدیک ان سے جزیہ لینا درست ہے یہ لوگ

ف۱ جان کی حفاظت کا ٹیکس۔ ف۲ یعنی مثلاً وہ مسلمانوں کی طرف سے لڑیں گے اور کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمان ان کی مدد کریں گے اور حملہ آوروں کو بھگانے میں ان کے شریک رہیں گے۔

یہودی اور نصرانی ہیں چاہے عرب کے باشندے ہوں یا غیر عرب کے۔ اسی طرح مجوس (آتش پرستوں) سے بالاتفاق جزیہ لینا درست ہے چاہے عرب کے باشندے ہوں یا غیر عرب کے۔ (۳) وہ مشرکین جن کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ ان سے جزیہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ یہ عرب، اہل کتاب اور مجوس کے علاوہ مشرک قوم ہے ہمارے (احناف ؒ) کے نزدیک ان سے جزیہ لینا درست و جائز ہے۔ (محیط)

جسے دعوتِ اسلام نہ دی گئی ہو اس سے جنگ کرنا جائز نہیں البتہ دعوتِ اسلام دینے کے بعد (اگر وہ قبول نہ کرے) تو جنگ کرنا اور لڑنا جائز ہے (ہدایہ)، اگر دعوتِ اسلام دیئے بغیر جنگ کی گئی تو سارے جنگ کرنے والے گناہگار قرار دیئے جائیں گے لیکن جس طرح ان کفار کے عورتوں اور بچوں کے تلف و قتل کر دینے کی صورت میں ان حملہ آور مسلمانوں پر ضمان لازم نہیں آتا اسی طرح ان کافر (مردوں) کی جانیں اور مال تلف کر دینے کی صورت میں بھی ضمان لازم نہ آئیگا (محیط)

جس شخص کو دعوتِ اسلام پہونچ چکی اس کو مزید تنبیہ نہ ڈرانے کی غرض سے دعوتِ اسلام دینا باعثِ استحباب ہے مگر واجب و لازم نہیں (ہدایہ)، واضح رہے کہ از سرِ نو بغرضِ تاکید قبولِ اسلام کی دعوت و ترغیب دو شرطوں کے ساتھ باعثِ استحباب ہے (۱) دوسری مرتبہ دعوتِ اسلام دینا مسلمانوں کے لیے نقصان دہ نہ ہو اگر (دوبارہ) دعوتِ اسلام کو مقدم کرنے میں مسلمانوں کو نقصان ہو مثلاً یہ خبر ہو کہ اگر دعوتِ اسلام مقدم کریں گے تو کفار سامانِ جنگ کی پوری تیاری کرکے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے یا کوئی حیلہ تراش لیں گے یا اس کی وجہ سے اپنے قلعوں کو درست و مستحکم کر لیں گے تو اس صورت میں دوسری مرتبہ (جنگ پر) دعوتِ اسلام کو مقدم کرنا مستحب نہ ہوگا (۲) دعوتِ اسلام کے باعث ان کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی توقع ہو اور اگر ان کی جانب توقع نہ ہو تو بے سود دوبارہ دعوتِ اسلام میں نہ لگیں۔ (محیط) اس کے اندر بھی کوئی حرج نہیں کہ ایسی زمین کے کافروں پر جن کو دعوتِ اسلام پہونچ چکی ہو (دوبارہ) دعوتِ اسلام دیئے بغیر دن یا رات کے اندر اچانک حملہ کر دیں (محیط سرخسی)

لہٰذا اگر کافر نہ اسلام قبول کریں اور نہ جزیہ دینے پر آمادہ ہوں تو اللہ عزوجل سے مدد و اعانت کی دعا کرنے کے بعد ان سے جہاد کریں (اختیار شرح مختار)، ان کافروں کے قلعوں کے نیچے منجنیقیں لگانا (اور سنگ باری کرنا)، انھیں جلانا (کسی دریا وغیرہ کا) ان پر پانی چھوڑ دینا، ان کے درختوں کو کاٹ ڈالنا اور ان کے کھیتوں کو خراب کر دینا جائز ہے (ہدایہ) اسمیں بھی کوئی حرج نہیں کہ ان کے قلعوں کو خراب و خاکستر کریں۔ پانی میں ان کو ڈبو دیں اور عمارتوں کو گرا دیں۔ شیخ حسن ابن زیاد ؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ یہ علم ہو کہ اس گرائے جانے والے قلعہ کے اندر کوئی مقید و محبوس نہیں ہے۔ اگر کسی مسلمان کا مقید ہونا معلوم ہو جائے تو جلانا اور ڈبونا جائز نہ ہوگا۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اس بات سے انھیں روکیں تو مشرکین سے ان کا لڑنا اور غلبہ حاصل کرنا دو بھر ہو جائیگا۔ رہے قلعے تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان میں قیدی نہ ہوں خواہ ان کے اندر مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہی کیوں نہ ہوں۔

اگر کفار مسلمانوں کے بچوں یا قیدیوں کو اپنی ڈھال بنا لیں تو مسلمان ان پر تیر اندازی سے نہ رکیں البتہ تیر اندازی کے ذریعہ کفار کے قتل کی نیت کریں۔ اس طریقہ سے اس جنگ میں مسلمان تاجر قیدی یا مسلم بچہ ضائع ہوگا تو ان مجاہدین پر ان کی دیت کا وجوب ہوگا اور نہ ان کا فروں ان کے کفارہ قتل کا وجوب ہوگا۔ اگر لشکرِ اسلام عظیم ہو اور اس کے بڑا ہونے کے باعث بے خوفی اور امن حاصل ہو تو ایسے لشکر کے ساتھ قرآن شریف اور عورتیں لیجانے میں

۳ھ تاکہ وہ پھر اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے۔ اور سوچ سمجھکر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے

بھی کوئی حرج نہیں۔ اور وہ چھوٹا لشکر جس کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس طرح کا سکون و اطمینان اور بے خوفی حاصل نہ ہو اس کے ہمراہ قرآن شریف لیجانے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ کافر اپنے عہد کے پاس کرنے والے اور پورا کرنے والے ہوں (ہدایہ)

اگر لشکر بڑا ہو تو خدمت کی خاطر بوڑھی عورتوں کو ہمراہ لیجانے میں کوئی حرج نہیں۔ سلامتی اور بہترائی اسی کے اندر ہے کہ جوان عورتیں اپنے گھروں میں رہیں اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ فتنہ کے اندیشہ کے باعث عورتیں قطعاً لشکر کے ہمراہ نہ جائیں اگر ہمبستری کی غرض سے عورتوں کا ساتھ لیجانا ضروری ہو تو آزاد عورتوں کو نہیں بلکہ باندیوں کو ہمراہ لے جائیں (تبیین) کوئی متقی قوم جہاد کی غرض سے جانا چاہے اور ان کے ہمراہ فاسقوں کی ایک جماعت بھی جائے جن کے ہمراہ مزامیر (گانے بجانے کے آلات) ہوں اس صورت میں اگر متقی لوگوں کی تعداد اتنی کافی ہو کہ وہ بغیر ان فاسقوں کے بھی جہاد کے لئے نکل سکتے ہوں تو ان فاسقوں کے ہمراہ نہ جائیں۔ اور اگر تعداد کی کمی کے باعث ان فاسقوں کے بغیر لے جایا نہ جا سکتا ہو تو ان کے ہمراہ جانا چاہیئے (فتاویٰ قاضی خاں) مسلمانوں کو نہ دھوکہ کرنا چاہیئے اور نہ خیانت اور نہ مثلہ[1] (ہدایہ)

عورتوں، بچوں، پاگل، نابینا، لنجے اور شیخ فانی[2] میں سے کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی جنگی تدابیر میں دخیل ہو اور مشورہ دیتا ہو یا عورت کافروں کی سردار و بادشاہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے اسی طریقہ سے اگر ان کافروں کا سلطان کوئی نابالغ بچہ ہو اور وہ اسے جنگ کے میدان میں اپنے ہمراہ لائے ہوں اور اس کے قتل کے اندر ان کی جماعت منتشر ہوتی ہو تو اس کے قتل کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ (جوہرہ نیرہ) اگر عورت مالدار ہو اور وہ لوگوں کو اپنے مال کے ذریعہ جنگ پر ابھارتی ہو تو اسے قتل کر دینے کا حکم ہوگا (محیط) اسی طریقہ سے ان لوگوں میں سے جنگ کرنے والے کو بھی قتل کر دینا چاہیئے لیکن پاگل اور بچہ جب تک نبرد آزما رہیں اسی وقت تک قتل کرنا درست ہوگا (بعد میں نہیں) ان دونوں کے علاوہ باقی لوگوں کے محبوس و مقید کئے جانے پر قتل کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر پاگل کو کبھی افاقہ ہو جائے اور کبھی پھر پاگل ہو جائے تو افاقہ کی حالت میں اس کا حکم تندرست کا سا ہوگا (ہدایہ)

جس شخص کا ایک ہاتھ ایک جانب اور دوسرا پاؤں دوسری جانب سے (مثلاً دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کٹا ہوا ہو) یا جس کے خاص طور پر دایاں ہی ہاتھ کٹا ہوا ہو تو اسے قتل نہ کرنے کا حکم ہوگا مگر شرط یہی ہے کہ یہ لوگ اپنے مال یا رائے کے ذریعہ شریک جنگ نہ ہوں (محیط) جس شخص کے جسم کا ایک پہلو سوکھ جائے اسے قتل نہ کرنے کا حکم کیا جائے گا اور اگر اس معذوری کے باوجود وہ شریک جنگ ہو تو اس کے قتل کر دینے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے نابینا لنجا اور بہت بوڑھا شخص۔ اگر یہ لوگ میدان جنگ میں موجود ہوں اور کفار کو جنگ پر ابھارتے ہوں تو ان کے قتل کر دینے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص ان لوگوں میں سے کسی شخص کو ہلاک کر دے تو قتل کرنے والے پر کسی چیز (تاوان وغیرہ) کا وجوب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) جس شخص کا دونوں پیروں میں سے ایک پیر یا صرف بایاں ہاتھ کٹا ہوا ہو تو اس کا شمار جنگ کرنے والوں میں ہوگا۔ اور اسے قتل کر دینے کا حکم ہوگا۔ اسی طریقہ سے گونگے اور بہرے شخص کو بھی قتل کرنے کا حکم ہوگا (محیط)

بچہ اور مخبوط الحواس شخص جس وقت تک لوگوں کو جنگ کرنے پر ابھارتے رہیں اس وقت تک تو ان کے

---

[1] قتل کئے گئے کفار کے ناک وغیرہ کاٹ دینا [2] اتنا بوڑھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے لڑنا اس کے بس کا روگ نہ ہو۔

قتل کرنے کے اندر کوئی حرج نہیں۔ اور جس وقت وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں تو پھر مسلمان انھیں قتل نہ کریں خواہ وہ کئی آدمیوں کو قتل بھی کیوں نہ کرچکے ہوں (فتاویٰ قاضی خاں)، اس کے اندر کوئی حرج کہ مسلمان شخص اپنے ہر مشرک ذی رحم محرم کو سبقت کر کے موت کے گھاٹ اتار دے۔ بجز والدین اور اجداد (دادا پردادا وغیرہ) اور جدات (نانی دادی وغیرہ) کے۔ وہ مردوں کی جانب سے (یعنی دادی پردادی وغیرہ) یا والدہ کی جانب سے (یعنی نانی پرنانی وغیرہ) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ باپ اسے قتل کرنے پر مضطر و مجبور نہ کرے۔ اگر والد لڑکے کو اس کے قتل کردینے پر مضطر و مجبور کردے مثلاً بیٹے کا اس کے سامنے سے بھاگنا ممکن نہ رہے تو اس صورت میں والد کو قتل کردینے کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر جنگ کی صف کے اندر بیٹا اپنے والد پر قابو پالے تو عمداً اسے قتل نہ کرنا چاہیئے اور اسے لوٹنے کا بھی موقع نہ دے کیونکہ وہ کہیں جری ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو بلکہ اسے یہ چاہیئے کہ کسی جگہ یا کسی گوشہ میں پریشان و عاجز کرتا ہوا لیجائے اور قوت سے وہیں رکھے اور جانے کا موقع نہ دے تاکہ کوئی اور مسلمان آکر اس کا کام تمام کردے (محیط)

جس وقت تک راہب (پادری)، عبادت خانہ کے اندر گوشہ نشین رہے اس وقت تک اسے قتل نہ کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر وہ اور لوگوں میں شامل ہوجائے تو قتل کرنا درست ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)، لہٰذا اگر مسلمانوں میں اتنی قوت و ہمت ہو کہ وہ قتل نہ کئے جانے والے لوگوں کو لاد کر دار الاسلام لاسکیں تو انھیں عورت، بچے، مخبوط الحواس شخص، نابینا، لنجے (دائیں اور بائیں طرف سے ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹے ہوئے) اور دایاں ہاتھ کٹے ہوئے میں سے کسی کو بھی دارالحرب کے اندر کسی کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے ذریعہ اولاد کی پیدائش ہوگی۔ لہٰذا ان کا وہاں چھوڑ دینا مسلمانوں پر سختی اور کفار کی اعانت کا باعث ہوگا۔ ایسا عمر رسیدہ بوڑھا جس کے ذریعہ نطفہ نہ ٹھہر سکتا ہو تو اسے وہاں چھوڑ دینے اور نکال دینے دونوں کا حق و اختیار حاصل ہے۔ عبادت خانوں میں گوشہ نشین رہنے والوں اور راہبوں کا حکم بھی یہی ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ سارے عورت کے ساتھ ہمبستری کے لائق نہ ہوں۔ اس قسم کی بوڑھی عورتیں جن سے اولاد ہونے کی توقع نہ ہو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہونگی (ہدایہ سے بحر الرائق میں اسی طرح منقل کیا گیا ہے) امام قدوری اپنی کتاب کے اندر فرماتے ہیں کہ کافروں کی دو قسمیں ہیں بعض تو ان میں سے کہ اللہ عزوجل کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو اللہ عزوجل کے وجود کے تو قائل ہیں لیکن اس کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں، مثلاً بت پرست۔ لہٰذا اگر اللہ عزوجل کا انکار کرنے والا اس کے وجود کا اقرار کرے اور اسے (پوری طرح) مان لے تو اس کے مسلمان ہونے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوجانے کا حکم کیا جائیگا اور جو اللہ عزوجل کے وجود کا اقرار کرنے والا اور اس کی وحدانیت کا انکار کرنے والا ہے جب وہ اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے اس طرح کہے "لا الہ الا اللہ" تو اس کے مسلمان ہوجانے کا حکم کریں گے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتا ہو تو اس کے رسالت محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے پر اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ (محیط)

وہ بت پرست یا ذمی[1] جو وحدانیت خدا کا مقر نہ ہو اگر وہ کہے "اللہ" تو اسے مسلمان قرار نہیں دیا جائیگا

---

[1] دار الاسلام کا غیر مسلم باشندہ۔

اور اگر کہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ اس کے بعد اگر وہ کہے کہ میرا منشا یہ تھا کہ میں حق کے اوپر ہوں تو اس صورت میں "میں مسلمان ہوں" کہنے سے اسے مسلمان قرار نہیں دیا جائیگا۔ اگر کوئی یہودی یا نصرانی کہے "لا الٰہ الا اللہ" تو تاوقتیکہ وہ "محمد رسول اللہ" نہ کہے اسے مسلمان شمار نہیں کیا جائیگا مشائخ (فقہاء) فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی اس دور میں مسلمانوں کے سامنے (و قریب) موجود ہوں اگر ان میں سے کوئی کہے "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ" تاوقتیکہ وہ اپنے دین سے بیزاری کا اعتراف نہ کرے اسے دائرۂ اسلام میں داخل شمار نہیں کیا جائیگا۔ لہٰذا نصرانی ہو تو اس طرح کہے "میں نصرانیت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔" اور یہودی ہو تو اس طریقہ سے کہے "میں یہودیت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔" اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہے کہ میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ اور اگر یہودی یا نصرانی اس طرح کہے "میں مسلمان ہوں" یا "میں نے اسلام قبول کر لیا" تو اس صورت میں اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہ کریں گے۔ کیونکہ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ مسلمان حق کا اتباع کرنے والے اور گردن جھکانے والے کا نام ہے۔ اور ہم لوگ حق کے اوپر ہیں۔ لہٰذا اگر وہ "میں مسلمان ہوں" کہے تو اس سے منشا معلوم کیا جائیگا۔ اگر وہ کہے کہ ان الفاظ سے میرا منشا یہ تھا کہ میں نے دین نصرانیت یا یہودیت کو ترک کر دیا اور میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا تو اس صورت میں اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ یہانتک کہ اگر وہ بعد میں اس سے رجوع کر لے یعنی مرتد ہو جائے اور اسلام سے پھر جائے تو اسے قتل کرنے کا حکم کیا جائیگا۔ اگر وہ کہے کہ میرا مقصود یہ تھا کہ میں حق کے لئے گردن جھکائے ہوئے ہوں اور میں حق کے اوپر ہوں تو اسے مسلمان قرار نہ دیں گے اور اگر اس سے کچھ نہ پوچھا جائے حتی کہ وہ مسلمانوں کے ہمراہ باجماعت نماز پڑھے تو مسلمان شمار کرنے کا حکم ہوگا۔ اگر وہ پوچھنے یا مسلمانوں کے ہمراہ باجماعت نماز پڑھنے سے قبل موت کی آغوش میں سو گیا تو اس کے بحالت اسلام موت کی آغوش میں سونے کا حکم نہ کریں گے۔

اگر کوئی یہودی یا نصرانی کہے "لا الٰہ الا اللہ" "میں نصرانیت یا یہودیت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں" اور اس کے ساتھ ساتھ یوں نہ کہے کہ "میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کیا جائیگا یہاں تک کہ اگر وہ موت کی آغوش میں سو گیا تو اس کے اوپر نماز نہ پڑھنے کا حکم ہوگا اور اگر وہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہے کہ میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوا تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم کریں گے (فتاویٰ قاضی خاں)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہودی یا نصرانی شخص کسی ایسے آدمی کے جواب میں جو اس سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں دریافت کرے اس طرح کہے کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں" تو اس شکل میں اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ بعض مشائخ (فقہاء) سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص نصرانی سے کہے کہ کیا "مذہب اسلام حق ہے۔" اور وہ کہے "ہاں" اس کے بعد اس سے پوچھا جائے کہ "کیا مذہب نصرانیت باطل" ہے اور وہ کہے ہاں تو اس صورت میں بعض مفتی اس کے مسلمان ہونے اور بعض مسلمان نہ ہونے کا حکم فرماتے ہیں اسی طریقہ سے اگر نصرانی یا یہودی کہے کہ میں مذہب حنفیہ پر ہوں تو اسے مسلمان قرار نہیں دیا جائیگا۔ (محیط) بعض مشائخ (فقہاء) سے منقول ہے کہ اگر کوئی یہودی یہ کہے کہ میں داخل ہو گیا تو اس صورت میں اس کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جانے کا حکم کیا جائیگا۔ خواہ وہ یہ نہ کہے کہ میں یہودیت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

اگر مجوسی (آتش پرست) یہ کہے کہ میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا یا کہے کہ "میں مسلمان ہوں" تو اس کے

بھی مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی ذات کے لئے وصف اسلام کے مدعی نہیں ہوتے بلکہ اسے ایک نوع کی بد گوئی قرار دیتے ہیں (فتاویٰ قاضی خاں)۔ اگر کوئی کتابی یا مشرکین میں سے کوئی شخص ہماری جماعت کے ہمراہ نماز پڑھے تو اس صورت میں ہمارے (احناف) کے نزدیک اس شخص کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ اور اگر وہ تنہا نماز پڑھے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کریں گے۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے قول کے مطابق اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ ہمارے بعض مشائخ (فقہاء) کہتے ہیں کہ حقیقت کے اندر کسی نوع کا اختلاف نہیں اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ سے نقل کردہ قول کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ وہ (بشرطیکہ اذان و اقامت کے بغیر تنہا نماز پڑھے تو اس شکل میں اس کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکنے کا حکم نہیں کیا جائیگا۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے نقل کردہ قول کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ وہ نماز تنہا ادا کرے مگر اذان و اقامت کے ساتھ تو اس شکل میں اس کے مسلمان ہونے کا حکم کریں گے۔ جس طریقہ سے ہم نے بیان کیا ہے اس پر سب متفق ہیں اور کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اجناس کے اندر لکھا ہے کہ اگر شاہد یہ کہتے ہوں کہ ہم نے اسے سنت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور "باجماعت نماز پڑھ رہا تھا" نہ کہیں اور وہ شخص کہتا کہ میں نے اپنی نماز ادا کی ہے تو تا وقتیکہ ہماری جیسی نماز ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرکے نہ پڑھے اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کیا جائیگا (محیط)

اگر شاہد اس کے اذان و اقامت کہنے کی شہادت دیں تو چاہے اذان بحالتِ سفر دی گئی ہو یا بحالتِ حضر بہر صورت اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ اگر گواہ یہ گواہی دیں کہ ہم نے اسے مسجد میں اذان دیتے سنا تو تا وقتیکہ وہ یہ نہ کہیں کہ یہ مؤذن ہے اس پر حکم مرتب نہ ہوگا۔ اور جسوقت وہ کہدیں کہ یہ مؤذن ہے تو اسے مسلمان قرار دیں گے کیونکہ ان لوگوں کو مؤذن کہنا عادتاً ہوگا (یعنی اس کے اذان دیتے رہنے کی بنا پر اسے مؤذن کہنے لگے ہوں گے) لہٰذا اس کو مسلمان قرار دیا جائیگا۔ (بزازیہ سے بحر الرائق کے اندر اسی طرح نقل کیا گیا ہے) اور اگر وہ روزہ رکھے یا حج کرے یا زکوٰۃ کی ادائیگی کرے تو روایتِ ظاہر کے مطابق اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کریں گے۔ بحوالہ داؤد ابن رشید امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی طرح حج کرے اس طرح کہ لوگ اسے احرام باندھتے ہوئے اور تلبیہ[1] پڑھتے ہوئے دیکھیں اور مسلمانوں کے ہمراہ حج کے مناسک اور ارکان میں شریک رہے تو اسے مسلمان قرار دیا جائیگا اور اگر وہ مناسک کی ادائیگی کے وقت موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن مکمل حج نہ کرے تو اسے مسلمان قرار نہیں دیا جائیگا۔ اگر ایک گواہ یہ گواہی دے کہ میں نے بڑی مسجد کے اندر باجماعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور دوسرا گواہ کہے میں نے اسے فلاں مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو دونوں کی گواہیاں قابل قبول ہوں گی اور اسے اسلام کے لئے مجبور کریں گے (فتاویٰ قاضی خاں)، مگر اسے قتل نہ کریں گے (محیط)

حسن ابن زیادؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی ذمی سے کہے کہ اسلام قبول کرلے تو اسے مسلمان شمار کیا جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں)، امام محمدؒ سیر کبیر کے اندر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی مشرک کے اوپر قتل کرنے کی خاطر حملہ کرے۔ پھر جب اسے بالکل قابو میں کرلے تو وہ کہے "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ" لہٰذا اگر کافر کا تعلق اس قوم سے ہو جن کے یہاں یہ کلمہ کہا نہ جاتا ہو تو مسلمان پر اس کے قتل سے احتراز کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر وہ اسے گرفتار کرکے خلیفۃ المسلمین کے پاس لے آئے تو (اس صورت میں بھی) وہ آزاد مسلمان شمار ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ

---

[1] یعنی لبیک اللّٰھم لبیک

یہ کلمۂ توحید مسلمان شخص اپنے مغلوب دبے قابو کرنے سے پہلے کہے اور اگر اس کے بعد کہے تو اسے مالِ غنیمت شمار کیا جائے مگر اس کے قتل کرنے کا حکم نہ ہوگا لہٰذا اگر وہ کہے کہ میرا یہ کہنا اسلام قبول کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ یہودیت قربان کرنے کے ارادہ سے کہا تھا یا پناہ حاصل کرنے اور تیرے مجھے قتل نہ کرنے کی نیت سے کہا تھا تو اس کے قول کو ناقابلِ التفات و توجہ قرار دیا جائیگا۔ اور اگر اس کے "لا الٰہ الا اللہ" کہنے پر مسلمان ہاتھ روک لے اور وہ فرار ہو کر مشرکین سے ملجائے اس کے بعد جنگ کرتا ہوا آئے اور اس مسلمان شخص پر حملہ آور ہو اور مسلمان شخص بھی اس پر حملہ کرے پھر جس وقت مسلمان اس پر قابو پالے تو وہ کہے "لا الٰہ الا اللہ"، اس صورت میں اگر اس کی جماعت موجود ہو جہاں وہ پناہ حاصل کر سکتا ہو تو اس کے قتل کر دینے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور اگر اس کی جماعت منتشر اور بکھر گئی ہو تو اس صورت میں مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اسے قتل کر ڈالے۔ البتہ اس سے سرزد شدہ فعل کے اوپر اسے تنبیہ کرے اگر یہ مشرک ان لوگوں میں سے ایک ہو جو کہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہوں مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے اور مسئلہ کی باقی صورت جوں کی توں رہے تو خواہ وہ یہ کلمہ کہے تب بھی اس کے اندر کوئی حرج نہیں کہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اگر وہ اس طرح کہے "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ" تو مسلمان کے اوپر اسکے قتل سے باز آجانا لازم ہے۔ اگر کسی کافر کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے اور وہ اسلام قبول کرے تو استحساناً اس کے اسلام لانے کو درست قرار دینے کا حکم ہوگا۔ نوادر ابن رستم کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ جو آدمی بحالتِ نشہ اسلام قبول کرے تو اس کے اسلام کو قابلِ قبول قرار دیا جائیگا (محیط)

اگر کوئی بت پرست کہے کہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے اوپر ہوں یا کہے کہ میں دینِ حنیفیہ پر ہوں یا مذہب اسلام پر ہوں تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ اگر وہ موت کی آغوش میں سو جائے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ اگر کوئی کافر شخص دوسرے کافر شخص کو قبول اسلام کی تلقین کرے تو وہ مسلمان شمار نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر اسے قرآن سکھائے یا قرآن کی تلاوت کرے تو وہ مسلمان قرار نہیں دیا جائیگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

باب سوم

صلح اور امان اور جائز امان کا ذکر

اگر خلیفۃ المسلمین کی رائے دار الحرب کے لوگوں سے مصالحت کی ہے یا دار الحرب کے بعض گروہ فریق سے مصالحت کی رائے اور یہ مصالحت مسلمانوں کی بھلائی و خیر خواہی کی خاطر کی جائے تو اس کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا اگر خلیفۃ المسلمین کی رائے یہ ہو کہ کچھ مال لیکر دار الحرب کے لوگوں سے کچھ مدت تک جنگ نہ کی جائے تو اس کے اندر کوئی حرج نہیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہوگا جبکہ مسلمانوں کو پیسہ و مال کی احتیاج و ضرورت ہو۔ اگر ضرورت نہ ہو تو اس طریقہ سے مال لے کر جنگ موقوف کرنا درست نہیں۔ اور اس معاہدہ کی بنا پر لیا ہوا جزیہ کے مصارف کی مانند صرف کرنے کا حکم ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ دار الحرب میں جا کر مسلمان مجاہد یہ مال نہ لیں بلکہ دار الحرب والے اپنے قاصد کے ذریعہ اس طریقہ سے صلح کرنے کی درخواست کریں۔ اگر اہلِ اسلام کا لشکر انھیں گھیرے اور وہ مال دیکر مصالحت کرلیں تو یہ مال مالِ غنیمت شمار ہوگا یعنی اس کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد باقی مسلمانوں کے اوپر تقسیم کر دیا جائیگا۔ (ہدایہ)

اگر دار الحرب کے لوگوں سے کوئی اہلِ اسلام کا فریق خلیفہ کی اجازت کے بغیر معاہدۂ صلح کر لے تو اسے جائز قرار دیں گے اور سارے مسلمانوں کے لئے اسے مان لینا لازم ہوگا کیونکہ یہ ایک نوع کی امان ہے اور ایک مسلمان کا امان عطا کرنا سارے مسلمانوں کے امان عطا کرنے کی طرح ہے تو یہ ساری مسلمانوں کی جانب سے امان شمار کی جائیگی (سراج الوہاج)

اگر کوئی مسلمان دار الحرب کے لوگوں سے سال بھر کے لئے ہزار دینار کے معاوضہ میں صلح کر لے تو اس کی صلح کو درست قرار دیا جائیگا۔ لہٰذا اگر امام کے علم میں یہ بات نہ آئے حتیٰ کہ سال بھر گذر جائے تو وہ مال حاصل کر کے بیت المال میں جمع کر دے۔ اور اگر امام کو سال گذرنے سے قبل اس صلح کا علم ہو جائے تو امام المسلمین اس کے بارے میں غور کریگا۔ پس اس کے باقی رکھنے کے اندر مصلحت معلوم ہو تو اسے برقرار رکھے گا اور اس کے توڑ دینے کے اندر مصلحت معلوم ہوتی ہو تو ان کا مال ان کو لوٹا کر ان کے معاہدۂ صلح کو ختم کر کے ان کے ساتھ جنگ کریگا۔ اگر آدھا سال بیت گیا ہو تب بھی پورا مال استحساناً لوٹانے کا حکم کیا جائیگا۔ (محیط سرخسی)

اگر کوئی مسلمان دار الحرب والوں سے کہے کہ میں تم سے سال بھر کیلئے "ہزار دینار کے بدلہ صلح کرتا ہوں" اس کے بعد سال کا کچھ حصہ بیت گیا ہو اور کچھ باقی ہو کہ امام اس معاہدۂ صلح رد کر کے صلح ختم کرنے کی اطلاع کر دے تو اس صورت میں امام المسلمین سال گذرے ہوئے حصے کے اعتبار سے مال لے لے اور باقی حصے کے مقابلہ میں جس قدر مال باقی رہ جائے وہ لوٹا دے۔ مثلاً آدھا سال گذرا ہو تو آدھا مال رکھنے اور آدھا مال لوٹانے کا حکم ہوگا (محیط)

اگر کوئی شخص دار الحرب کے لوگوں سے تین برس کے لئے فی برس ہزار دینار کے معاوضہ میں صلح کر لے اور پورا مال وصول کر لے اس کے بعد ابھی سال بھر گذرا ہو کہ امام اس معاہدۂ صلح کو توڑنے اور ختم کرنے کا قصد کرے تو انھیں دو تہائی مال لوٹانے کا حکم ہوگا۔ کیونکہ مقرر شدہ رقم متفرق ہونے کی بناپر ہر عقد و معاہدہ (ہر سال کا) الگ الگ ہو گیا۔ اس کے برعکس پہلی صورت کہ اس کے اندر معاہدہ سال بھر کی شرط کے ساتھ ہے اور عقد و معاہدہ ایک ہی ہے اور مال کا ذکر حرفِ شرط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ (لہٰذا شرط پائے جانے پر مال کا وجوب ہوگا۔ (محیط سرخسی) دس سال سے زیادہ تک کا معاہدۂ صلح درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین کی نظر میں یہ معاہدہ مسلمانوں کے لئے سودمند و بہتر ہو۔ (اختیار شرح مختار)

اگر کوئی دشمن مسلمانوں کا محاصرہ کر کے کہے کہ اگر بمعاوضہ مال صلح کرنا چاہو تو ہمیں منظور ہے تو خلیفۃ المسلمین اسے منظور نہ کرے۔ البتہ اگر ہلاکت اور شدید نقصان کا اندیشہ ہے تو جائز ہے (ہدایہ) اگر دار الحرب کے لوگ خلیفۃ المسلمین سے چند مقررہ برسوں کے لئے اس شرط کے ساتھ صلح کی درخواست کریں کہ ہم ہر برس مسلمانوں کو اتنا مال اس شرط کے ساتھ ادا کرتے رہیں گے کہ ہمارے اوپر ہمارے ملک میں اسلامی احکام نافذ نہ کئے جائیں تو امام اسے منظور نہیں کریگا البتہ اگر مسلمانوں کی اس کے اندر بہتری دکھلائی ہو تو منظور کر لے۔ لہٰذا اگر یہ معاہدۂ صلح مسلمانوں کے لئے مفید و بہتر ہو اور صلح اس بات پر ہو جائے کہ ہر برس مسلمانوں کو سو آدمی دیا کریں گے تو اس کے اندر دو شکلیں ہیں (۱) غیر متعین سو آدمیوں کے اوپر معاہدۂ صلح ہوا ہو۔ (۲) سو متعین آدمیوں پر صلح کی گئی ہو۔ لہٰذا اگر سو متعین آدمیوں کے اوپر صلح کی گئی ہو تو یہ دیکھیں گے کہ شرط کردہ سو آدمی دار الحرب کے باشندے اور ان ہی کی اولاد میں سے ہوں تو ان کے آزاد ہونے کی بناپر، اس معاہدۂ صلح کو جائز قرار نہ دیں گے۔ اور یہ سو آدمی ان کے غلاموں میں سے ہونے کی صورت میں یہ معاہدۂ صلح درست شمار ہوگا۔ اگر صلح سو ایسے معین آدمیوں پر ہو جو نہ ان کی اولاد ہو اور نہ وہ خود ہوں۔ مثلاً وہ شروع برس میں کہیں کہ ہمیں امن عطا کر دو اس شرط کے ساتھ کہ دسوں آدمی تمہاری ملک ہوں گے اور ہم

تمہارے ساتھ اب سے تین برس تک معاہدہ صلح اس شرط کے ساتھ کرتے ہیں کہ ہر سال تمھیں ہم سو آدمی اپنے غلاموں میں سے عطا کریں گے تو اسے درست قرار دینے کا حکم ہوگا (محیط)

اگر کفار معاہدہ صلح کے اندر یہ شرط کرلیں کہ امام و خلیفہ وہ شخص ان کو لوٹا دے جو ان میں سے اسلام قبول کرکے ہمارے پاس آگیا ہو تو معاہدہ صلح کے جائز اور شرط کے باطل ہونے کا حکم ہوگا۔ اور شرط کا پورا کرنا واجب ہوگا (کافی) اگر امام المسلمین ان کے ساتھ معاہدہ صلح کرے پھر از روئے مصلحت معاہدہ صلح کا توڑنا موزوں معلوم ہو تو ان کے معاہدہ صلح کو ختم کرکے ان سے جنگ کرے۔ اور صلح کے لوٹانے و ختم کرنے کی صورت بھی امان کی سی ہوگی۔ یعنی اگر امان اعلان و مشہور کرکے دی گئی ہو تو صلح بھی اسی طرح ختم کرنی لازم ہوگی اور اگر اعلان کے ساتھ نہ دی جائے مثلاً کوئی شخص انھیں پوشیدہ طریقے سے امان دیدے تو (محض) اسی ایک شخص کا صلح کو ختم کرنا اور لوٹانا کافی ہوگا۔ معاہدہ صلح کے ختم کرنے کے بعد اتنی مدت تک تاخیر کرنا اور جنگ نہ کرنا جائز نہیں کہ ان کا سلطان اپنے آس پاس کی سلطنتوں کو اس کی اطلاع دے سکے (تاکہ وہ اس کی مدد کریں)، چاہے وہ اطلاع دے یا نہ دے۔ اگر اپنے قلعوں سے باہر نکل کر وہ لوگ مختلف شہروں میں بکھر جائیں اور کچھ، لشکر اسلام میں بھی آجائیں یا وہ اپنے قلعے صلح و امان کے باعث بلا حرمت کے چھوڑ رکھیں۔ تو انھیں اتنی مہلت دینی چاہیئے کہ وہ اپنے ٹھکانہ پر پہنچ کر اپنے قلعوں کو پہلے کی طرح بنالیں۔ یہ مہلت اس بنا پر ہے تاکہ دھوکہ دہی کا الزام نہ آئے۔ صلح ختم کرنے کی خبر پہنچانے اور مہلت وغیرہ دینے کا حکم اس صورت میں ہے کہ امام نے کسی مقررہ مدت کے لئے صلح کرنے کے بعد مدت پوری ہونے سے قبل صلح ختم کردی ہو۔ اور اگر صلح کی مقررہ مدت گذر چکی ہو تو اس کے بیت جانے پر اپنے آپ ہی صلح ختم ہو جائیگی۔ لہٰذا اطلاع دینی واجب نہ ہوگی (تبیین) تاوقتیکہ معاہدہ صلح باقی رہے مسلمانوں کو دارالحرب یا ان کے ملک کے علاقوں پر لوٹ مار نہ کرنی چاہیئے (سراج الوہاج) اگر وہ لوگ عہدہ و معاہدہ میں خیانت کرتے ہوئے سبقت کریں تو انھیں معاہدہ صلح کے ختم کرنے کی اطلاع دیئے بغیر ان سے جنگ کرے مگر شرط یہ ہے کہ ان سب کا بالاتفاق یہ کام ہو (ہدایہ)

اگر دارالحرب کے لوگوں میں سے جن کے ہمراہ معاہدہ صلح ہو چکا ہو ایک ایسا گروہ جو (زیادہ) صاحب قوت و طاقت نہ ہوں دارالحرب سے نکلنے کے بعد وہ دارالاسلام کے اندر لوٹ مار کریں تو یہ امر دارالحرب کے لوگوں کی جانب عہد کے توڑنے میں شمار نہ ہوگا۔ اور ان میں کا ایسا گروہ جو صاحب قوت و طاقت اور زور آور ہو اپنے سلطان یا اپنے ملک کے لوگوں کی اجازت کے بغیر نکلے تو اس صورت میں اس گروہ کے سلطان اور ملک کے لوگوں کا معاہدہ بدستور برقرار رہے گا۔ اور لوٹ مار کرنے والے ان افراد کو قتل کرنے اور غلام بنانے کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور اگر یہ گروہ اپنے سلطان یا ملک کے لوگوں کی اجازت کے ساتھ نکلا ہو تو اس امر کے باعث سارے لوگ عہد کے توڑنے والے شمار ہوں گے (فتاویٰ کرخی)

اگر مسلمانوں اور بعض دارالحرب کے لوگوں کے درمیان صلح ہو جائے اس کے بعد ان مسلمانوں میں سے ایک آدمی ایسے کفار کے ملک میں پہنچے جن کے ساتھ معاہدہ صلح نہ ہوا اس کے بعد مسلمان اس ملک کے اوپر چڑھائی کریں اور جہاد کرکے اس شخص کو گرفتار کرلیں تو اس کے جان و مال کو امان حاصل نہ ہوگی اور اسے غلام بنانے کا حکم ہوگا۔ وہ کافر جن کا ہمارے (مسلمانوں کے) ساتھ معاہدہ صلح ہو چکا ہو وہ جس جگہ اور جس ملک (و شہر) میں چاہیں پہنچ جائیں بہر صورت ان کو مسلمانوں کی جانب سے امن و امان حاصل ہوگا۔ اگر مسلمان ایسے حربی لوگوں کے ملک پر چڑھائی کریں اور جہاد کریں جن کے ساتھ ہمارا معاہدہ صلح نہ ہوا ہو اور وہ اس جگہ کسی ایسے آدمی کو گرفتار کرلیں، جو اس ... ملک کا باشندہ

ہو جن کے ساتھ ہمارا معاہدۂ صلح ہو لیکن وہ اس ملک کے کفار کے قبضہ میں ہو جن کے ساتھ مسلمان جہاد کر رہے ہوں تو اس شکل میں وہ مسلمانوں کا مالِ غنیمت (اور لوٹا ہوا مال) شمار ہوگا (سراج الوہاج)، واضح رہے کہ ذمی اسے کہتے ہیں اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے یہ عہد کرے کہ ہم جزیہ ادا کریں گے، مسلمانوں کے اطاعت گذار رہیں گے اور مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ نہیں کریں گے۔ اگر ذمی اپنے عہد کو توڑ ڈالیں تو ان کا حکم معاہدۂ صلح کو توڑنے والے مشرکین کا سا ہوگا اور ان کے مال کو لے لینا درست ہوگا کیونکہ جزیہ کے ساتھ ان کو اور ان کے مال کو باقی رکھنا درست ہے[لے] (اختیار شرح مختار)

وہ لوگ جو اسلام سے پھر جائیں اور وہ لوگ غالب آگئے ہوں اور جس ملک کے اندر مسلمانوں کا قیام ہو وہ دار الحرب بن جائے تو بحالتِ اندیشہ و خوف ان کے ساتھ مال لئے بغیر صلح کر لینی ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کیلئے بہتر ہو۔ اگر ان سے مالی معاوضہ کے ساتھ معاہدۂ صلح کر لیں تو جس وقت ان کے اوپر فتح حاصل کریں یہ مال انھیں نہ لوٹانا چاہیئے کیونکہ مسلمانوں کے لئے اس مال کا حکم مالِ غنیمت کا ہے۔ اس کے برعکس اگر خلیفۂ برحق سے بغاوت کرنے والے لوگوں پر اہل حق جنگ میں غالب آجائیں اور بغاوت کرنے والے اطاعت اختیار کر لیں تو ان کے ہاتھ آئے ہوئے مال کو انھیں لوگوں کو لوٹانا ضروری ہوگا کیونکہ اس کا حکم مالِ غنیمت کا نہ ہوگا۔ البتہ جنگ ختم ہونے سے قبل ان کے مال کو نہیں لوٹایا جائیگا۔ کیونکہ اس وقت مال کی واپسی ان کے حق میں مدد شمار ہوگی۔ (نہر الفائق و فتح القدیر)

معاہدۂ صلح کے سلسلہ میں عرب کے بت پرستوں کا حکم اسلام سے پھر جانے والوں کا سا ہوگا۔ کیونکہ اسلام سے پھر جانے والوں کی مانند عرب کے بت پرستوں سے بھی بجز اسلام کے اور کوئی بات قابلِ قبول نہ ہوگی لہذا وہ اسلام قبول کریں یا ان کا تلوار کے ذریعہ فیصلہ کیا جائے۔ اسلامی لشکر کے سردار یا کسی اور راہبر و قیادت کرنے والے کے لئے دار الحرب کے باشندہ کا ہدیہ قبول کر کے اپنے لئے مخصوص کر لینا باعثِ کراہت ہے۔ بلکہ اسے مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت قرار دینا چاہیئے۔ دار الحرب کے لوگوں کو کراع (زرہ) اور ہتھیاروں کا بیچنا باعثِ کراہت ہے چاہے ان کے ساتھ معاہدۂ صلح ہو گیا ہو یا نہ ہو گیا ہو۔ نیز یہ بھی باعثِ کراہت ہے کہ ان کے پاس یہ سامان (ہدیۃً) بھیجا جائے۔ اسی طریقے سے یہ بھی باعثِ کراہت ہے کہ لوہا وغیرہ جو کہ جنگی سامان کی بنیاد ہو دار الحرب میں پہنچائی جائے۔ ذمیوں کے یہاں اس طرح کی چیزیں بھیجنا باعثِ کراہت نہیں (اختیار شرح مختار)

اگر کوئی دار الحرب کا باشندہ ایک تلوار لائے اور تلوار کے بجائے ڈھال یا نیزہ یا کمان خریدے تو دار الاسلام سے باہر اس کو نہ لے جانے دیا جائے (مبسوط)، اگر اسے بعوض دراہم بیچکر دوسری خریدے تو مطابق ممانعت ورد کئے کا حکم ہوگا (تبیین)، اگر دار الحرب کا کوئی بادشاہ درخواست کرے کہ میں تمہارا ذمی بنتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ جزیہ کی ادائیگی کروں گا اور اپنی سلطنت میں حسبِ مرضی ظلم و قتل کے احکام نافذ کروں گا تو اسلام کے اندر کیونکہ یہ باتیں جائز نہیں اس لئے اس کی درخواست قابلِ قبول نہ ہوگی۔ اگر زمین کا کوئی حصہ اسی کا ہو اور اس کے اندر اسی کی سلطنت کے باشندوں میں سے ایک قوم جو اس کی غلام ہو قیام پذیر ہو اور وہ ان میں سے جس کو چاہتا ہو بیچدیتا ہو۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں سے ذمی بنکر صلح کر لے تو اس صورت میں جیسے وہ صلح سے قبل اس کے غلام تھے صلح کے بعد بھی اس کے غلام شمار ہوں گے اور اسے اختیار حاصل ہوگا کہ ان میں سے جسکو چاہے بیچدے۔ (فتح القدیر)

اگر اس کا کوئی دشمن اس کے اوپر غلبہ حاصل کر لے۔ اس کے بعد مسلمان اس وجہ سے اس کے دشمن پر غالب

لے اور اس صورت میں سرکشی کے باعث وہ حکم ساقط ہو گیا اور ان کا مال لینا جائز ہو گیا۔

اگر یہ غلام اسے چھین لیں کہ وہ ان کا ذمی ہے تو مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے یہ سارے غلام اسی ذمی بادشاہ کو بلا معاوضہ لوٹا دیئے جائیں گے۔ اور مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہو تو ذمیوں کے دوسرے مالوں کی طرح ان کو بھی قیمتاً مال لوٹانے کا حکم ہوگا اسی طریقہ سے اگر ذکر کیا گیا بادشاہ اسلام قبول کرلے اور ان کی مملوکہ زمین میں رہنے والے غلام بھی اسلام قبول کریں یا یہ غلام جو اس کی زمین میں رہتے ہوں وہ تو اسلام قبول کرلیں اور بادشاہ دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہو تو اس کی زمین میں رہنے والے یہ غلام پہلے کی طرح اب دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی اسی کے غلام رہیں گے۔

فصل —— امان کا ذکر

اگر کوئی آزاد مسلمان مرد یا آزاد مسلمہ عورت کفار کے ایک گروہ یا قلعہ والوں یا کسی شہر کے لوگوں یا ایک کافر کو امان عطا کردے تو اس کے ان لوگوں کے امان دینے کو درست قرار دیں گے اور اس کے بعد مسلمانوں میں سے کسی کے لئے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنی درست نہ ہوگی لیکن اگر اس کا اس طریقہ سے امان عطا کرنا مصلحت کے خلاف ہو اور اس کے اندر خرابی رونما ہوتی معلوم ہو تو خلیفۃ المسلمین اس کی عطا کی ہوئی امان کو توڑ دینے کی انھیں خبر کردیگا۔ مثلاً اگر خود خلیفہ امان عطا کرے اس کے بعد قرین مصلحت یہ ہو کہ یہ امان توڑ دی جائے تو انھیں امان ختم کردینے کی خبر کردیگا۔ اگر امام المسلمین کسی قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہو اور اسلامی لشکر میں سے کوئی شخص انھیں امان عطا کردے دراں حالیکہ اس کے اندر خرابی ہو تو امام المسلمین ان لوگوں کو امان ختم کرنے کی اطلاع کردے گا اور وہ آدمی جس نے امان عطا کی ہو اسے تنبیہ کرے گا۔ (ہدایہ) ذمی کے امان عطا کرنے کو باطل قرار دیا جائیگا لیکن اگر امام المسلمین ذمی کو یہ حکم کرے کہ وہ دار الحرب کے لوگوں کو امان عطا کردے اور وہ عطا کردے تو اسے درست قرار دینے کا حکم ہوگا۔ (تبیین) اگر مکاتب امان عطا کردے تو درست ہے۔ جو مسلمان بحیثیت تاجر دار الحرب میں ہو یا وہ مسلمان جو ان لوگوں کی قید میں ہو اس کے امان عطا کرنے کو درست قرار نہ دیں گے۔ جو شخص دار الحرب کے اندر اسلام قبول کرے اور وہاں رہتے ہوئے وہ دار الحرب کے لوگوں کو امان عطا کردے تو اس کے امان عطا کرنے کو جائز قرار نہ دیں گے (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر کوئی غلام امان عطا کرے اور اسے جہاد و لڑنے کی اپنے آقا کی جانب سے اجازت حاصل ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کا امان عطا کرنا درست ہوگا۔ اور اگر اسے آقا کی طرف سے جہاد کی اجازت حاصل نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ اس کی امان کو درست قرار نہیں دیتے اور امام محمدؒ درست قرار دیتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کا قول اس مسئلہ کے اندر غیر واضح ہے۔ ہمارے بعض مشائخ (فقہاء) کے نزدیک وہ غلام جسے جہاد کی اجازت آقا کی جانب سے حاصل نہ ہو اس کی امان کے اندر یہ اختلاف اس شکل میں ہے جبکہ یہ جہاد اعلان و اطلاع کے بغیر ہوا ہو اور اگر جہاد کے لئے عام اعلان ہو گیا ہو اور اس کی وجہ سے ہر فرد کے اوپر جہاد فرض ہو چکا ہو تو اس شکل میں غلام کا امان عطا کرنا بالاتفاق درست ہوگا۔ بعض مشائخ (فقہاء) کے نزدیک ہر شکل کے اندر اسی طرح کا اختلاف (اقوال) ہے (محیط)

اگر باندی امان عطا کرے تو اس کے اندر بھی وہی تفصیل کمل ہوگی جو غلام کے سلسلہ میں ذکر کی گئی یعنی اگر اپنے آقا کی اجازت سے باندی جہاد کرے تو اس کے امان دینے کو درست قرار دیں گے۔ اور اس کے جہاد نہ کرنے کی صورت میں امام ابو حنیفہؒ اس کی امان کو درست قرار نہیں دیتے (ذخیرہ)

اگر کوئی ایسا غیر عاقل بچہ جو اس کے نفع و نقصان کو نہ سمجھتا ہو امان دیدے تو اس کا حکم پاگل کا سا ہوگا اور اس کی امان درست قرار نہیں دی جائے گی۔ اگر وصف اسلام سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ اسلام کس چیز کا نام ہے اور اس کی درست تعریف بیان کرتا ہو درآنحالیکہ اپنی (کم عمری کی وجہ سے) اسے جہاد کی اجازت نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی امان درست نہ ہوئے اور امام محمدؒ کے نزدیک درست ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ اگر وہ ایسا ہو کہ اسے جہاد کی اجازت حاصل ہو تو زیادہ درست قول کے مطابق ہمارے اصحاب (احناف) کے نزدیک متفقہ طور پر اس کی امان درست شمار ہوگی (فتح القدیر) جس شخص کی عقل میں فتور ہو لیکن وہ اسلام سے آگاہ اور اس کی تعریف بیان کرتا ہو تو اس کا حکم عاقل کا سا ہوگا (تبیین)

اگر بالغ لڑکا ہو لیکن وہ اسلام کے اوصاف و ارکان بیان کرنے پر قادر نہ ہو اس وجہ سے کہ شریعت کے امور و احکام سے آگاہ نہیں تو اس کے امان دینے کو درست قرار نہ دیں گے کیونکہ اس کا حکم مرتد (اسلام سے پھر جانے والے شخص) کا سا ہوگا۔ لڑکی چاہے آزاد ہو اور چاہے مملوکہ اس کا بھی یہی حکم ہوگا (محیط)

اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مشرکین کی ایک جماعت کو امان عطا کرے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی دوسری جماعت ان پر حملہ آور ہو کر ان کے مردوں کو قتل کرے انکی عورتوں اور مالوں کو لوٹ کر آپس میں بانٹ لے اور ان کے نطفوں سے ان عورتوں کے اولاد ہو۔ اس کے بعد حملہ آور مسلمانوں کو امان عطا کی جانے کا علم ہو تو اس صورت میں قتل کرنے والوں پر مقتولین کی دیت کا وجوب ہوگا اور عورتیں اور مال ان لوگوں کو لوٹانے کا حکم ہوگا اور عورتوں سے کیونکہ وہ ہمبستر ہو چکے ہیں لہٰذا البطور تاوان ان کا مہر ادا کرنا ہوگا۔ ان سے جو اولاد ہوئی وہ بلا قیمت آزاد شمار ہوگی اور ان کے باپ کیونکہ مسلمان تھے اس لئے ان کے تابع قرار دیکر اولاد بھی مسلمان شمار ہوگی اور انھیں کافروں کو نہیں لوٹائیں گے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ عورتیں تین ماہواریاں گذر جانے کے بعد لوٹائی جائیں گی۔ اور یہ عورتیں اس زمانہ عدت کے اندر کسی عادل (و متقی) کے یہاں رکھی جائیں گی۔ اس معاملہ کے اندر بوڑھی متقیہ عورت عادل شمار نہیں دی جائے گی۔ مرد نہیں۔ (محیط) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان دارالحرب والوں کو امان دینے کا اعلان کر دیں اور پکار دیں تو سارے دارالحرب والے ان کے امان عطا کرنے کی آواز سننے کے بعد امن یافتہ شمار ہوں گے خواہ کسی بھی زبان کے اندر ان کو آواز دے۔ چاہے وہ اس کلام کو سمجھنے کے بعد امان سے آگاہ ہو جائیں یا اس زبان کو نہ سمجھنے کی بنا پر امان سے آگاہ نہ ہوں اور صرف آواز سن سکے ہوں مثلاً عربی زبان کے اندر امان کی ندا کی جائے درآنحالیکہ وہ لوگ رومی ہوں اور عربی زبان سے ناواقف۔ یا نبطی زبان کے اندر امان کی ندا دی جائے درآنحالیکہ وہ نبطی زبان کو نہ سمجھنے والی قوم ہو وغیرہ تو اس صورت میں وہ آواز سننے کے بعد ہی امان یافتہ شمار ہوں گے۔ اگر کافر مسلمانوں کو امان عطا کرنے کی آواز نہ سن سکے ہوں تو وہ امان یافتہ شمار نہ ہوں گے اور مار ڈالنا اور گرفتار کر لینا جائز ہوگا۔

اگر مسلمان ایسی جگہ سے انھیں پکاریں کہ اس جگہ سے وہ آواز سن سکتے ہوں لیکن وہ لشکر قرائن اور ہر اعتبار سے ان لوگوں کو آواز نہ سننے کا علم ہو جائے مثلاً یہ لوگ محو خواب ہوں یا جنگ میں مشغول ہوں تو یہ امان درست ہوگی، معلوم ہونے کا اس جگہ مطلب یہ ہے کہ حقیقی علم نہیں بلکہ غالب گمان پتہ نہ چلنے کا ہو۔ یہ بات واضح رہے کہ سارے لوگوں کا اس آواز کو سننا شرط نہیں بلکہ اگر اکثر لوگ بھی سن لیں تو کافی ہے۔ اور اسے سب لوگوں کا سن لینا قرار دیا جائے گا۔

اگر مسلمان کسی دار الحرب کے غیر مسلم باشندے سے کہیں "مت خوف کر" یا اس سے کہیں کہ "تو سختی یا خوف نہ کر" تو ان جملوں کے ذریعہ وہ امان یافتہ شمار ہوگا۔ اگر اس سے یہ کہیں "تیرے لئے اللہ کی امان ہے" تو اسے امان قرار دیں گے۔ اس طریقہ سے اگر کہیں "تیرے واسطے اللہ کا عہد ہے" یا "تیرے لئے اللہ کا ذمہ ہے" یا اس سے کہیں "آگے آ اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو سن" یا اس سے کہیں کہ "ہم نے حفاظت و بچاؤ (کی گارنٹی) دی" تب بھی اسے امان یافتہ قرار دینے کا حکم ہوگا۔ اگر اسلامی لشکر کا سردار کسی معین گروہ سے جو قلعہ کے اندر مقیم (محصور) ہو اس سے کہے کہ "تم ہماری جانب نکل کر آؤ ہم تمہاری صلح کے بارے میں مدارات (اور تم سے گفتگو) کریں اور تمہیں امان حاصل ہے" یا "امان یافتہ" نہ کہیں اور وہ لوگ باہر نکل آئیں تو اس صورت میں سارے امان یافتہ شمار ہوں گے۔ اگر سردار لشکر یہ کہے کہ "تم ہماری جانب نکلو تو انھیں امان یافتہ شمار نہیں کیا جائیگا اگر وہ کہے کہ ہمارے پاس اتر آؤ" تو اسے امان قرار دیا جائے گا۔ اگر ان سے کہے کہ ہماری جانب نکلو اور ہم لوگوں سے خرید و فروخت کرو تو اسے امان قرار دیں گے۔ اگر دار الحرب والے کسی قلعہ یا کسی مضبوط مقام پر جہاں انھیں نہ پناہ حاصل ہو اور نہ قوت موجود ہو ۔ اور کوئی مسلمان کسی دار الحرب کے باشندہ کو اشارہ کے ذریعہ کہے کہ "تم ہمارے پاس چلے آؤ" یا وہ قلعہ والوں کو اشارہ سے کہے کہ تم لوگ دروازہ کو کھول دو اور آسمان کی جانب اشارہ کرے۔ لہٰذا یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس سے مراد امان ہے وہ دروازہ کھول دیں اور جو کام اور اشارہ یہ مسلمان کرے اسے مسلمان اور دار الحرب کے باشندے دونوں اچھی طرح جانتے ہوں کہ ایسا کرنے پر امان حاصل ہوتی ہے یا یہ کام اس طرح دونوں کے درمیان معروف نہ ہو۔ بہر صورت ان مشرکین کو امان کے حاصل ہونے کا حکم ہوگا۔ اگر دشمن کی جانب اپنی انگلی کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرے اور اس اشارہ "میرے پاس آؤ" کہنا خیال کیا جاتا ہو ورنہ حالانکہ جو شخص اشارہ کر رہا ہو وہ اپنی زبان سے یہ کہتا ہو کہ اگر تم آؤ گے تو میں تمہیں موت کے گھاٹ اتار دونگا۔ اور ذکر کیا گیا دشمن آجائے تو اس صورت میں اسکو امان یافتہ قرار دیں گے اور اس کا قتل کر دینا جائز نہ ہوگا۔ یہ حکم مشرک کے اس اشارہ کو سمجھنے اور اسے امان خیال کرنے کی صورت میں ہے اور وہ اشارہ کرنے والے شخص کا یہ قول کہ اگر تو آئے تو میں تجھے موت کے گھاٹ اتار دوں گا نہ سنے یا نہ سمجھے (تو وہی اوپر ذکر کیا گیا حکم باقی رہے گا)، اگر اشارہ کرنے والے کے قول کو سنکر سمجھ بھی لے اس کے بعد چلا آئے تو اسے امان یافتہ قرار دیں گے۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان کسی کافر سے کہے کہ چلے آؤ تاکہ میں تمکو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ لہٰذا کافر پہلے کلام کو سنکر سمجھ لے اور کلام کا آخری حصہ سن لے یا سن تو لے لیکن نہ سمجھے اور چلا آئے تو اسے امان یافتہ قرار دیا جائیگا اور اگر وہ کلام کے آخری حصہ کو سنکر سمجھ بھی لے تو امان حاصل نہ ہونے کا حکم ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر کوئی مسلمان مشرک سے کہے کہ اگر جنگ کا ارادہ ہے تو چلے آؤ اگر تیرے اندر مردانگی ہے۔ پس وہ پہلے کلام کو سننے کے بعد سمجھ بھی لے اور کلام کے آخری حصہ کو نہ سنے یا کلام کے آخری حصہ کو سن تو لے مگر سمجھ نہ سکے۔ لہٰذا چلا آئے تو اسے امان یافتہ قرار دینے کا حکم ہوگا۔ اگر وہ پورے کلام کو سن اور سمجھ لے۔ اس کے بعد چلا آئے تو اسے امان حاصل ہونے کا حکم نہ ہوگا اسی طریقے سے اگر کوئی حربی (دار الحرب کا باشندہ) کہے کہ "تو اس جگہ آ تو دیکھ میں تیرے ساتھ کیا برتاؤ کرونگا" تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا (ذخیرہ و محیط)

اگر کافروں کا ایک گروہ مسلمانوں سے کہے کہ "ہمارے ساتھ ہماری اولاد کو دائرہ امن میں داخل کر دو" اور مسلمان انھیں اس طریقے سے امان عطا کر دیں تو وہ آدمی اور ان کی اولاد در اولاد خواہ کتنے بھی درجہ کی کیوں نہ ہو

سارے دائرۂ امن میں داخل شمار ہوں گے۔ مگر صرف پسری اولاد اس کے امن کے اندر داخل شمار ہوگی دختری اس میں شامل نہ ہوگی (سیر کبیر ظہیریہ)

اگر کوئی حربی شخص کہے "میرے ساتھ ساتھ میری اولاد کو بھی امن و امان عطا کرو" اور مسلمان اسے اس طریقہ سے امان عطا کر دیں تو اس صورت میں وہ اور اس کی ساری صلبی پسری اولاد داخل شمار ہوگی اور دختری اولاد اس میں شامل نہ ہوگی۔ اگر وہ کہے "میرے ساتھ میری اولاد در اولاد کو بھی امان عطا کرو۔ تو شیخ الاسلام اور قاضی رکن الاسلام سغدی بیان کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کے متعلق دو روایات ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ اس شکل کے اندر دختری اولاد روایت کے اندر بیان کردہ حکم کے اعتبار سے داخل شمار ہوگی۔ اگر وہ کہے "مجھے اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو کہ میرے آباء بھی اس امان کے اندر داخل ہوں" اور اس کے والدین بقید حیات ہوں تو اس صورت میں سارے امان میں داخل قرار دیئے جائیں گے۔ اگر اس کے والدین بقید حیات نہ ہوں بلکہ دادا، دادی زندہ ہوں تو ان دونوں کے لئے امان حاصل ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ امام محمد فرماتے ہیں اگر ان کی مادری زبان کے لحاظ سے دادا کو بھی باپ کہا جاتا ہو مثلاً لڑکے کے لڑکے کو بیٹا کہتے ہوں تو امان کے سلسلہ میں دادا کا حکم بھی لڑکے کے لڑکے کا سا ہوگا (محیط)

اگر حربی لوگ کہیں کہ "ہمیں اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو ہمارے ابناء (بیٹے) بھی امان میں داخل ہوں درآنحالیکہ وہ بیٹے اور بیٹیوں والے ہوں تو اس امان کے اندر سارے شامل ہونگے۔ اور اگر ان کے بیٹے موجود ہی نہ ہوں محض لڑکیاں ہوں تو اس صورت میں کوئی لڑکی امان یافتہ اور داخل امان شمار نہ ہوگی بلکہ سب کو مال غنیمت قرار دیا جائیگا۔ اگر وہ کہیں کہ "ہمارے ساتھ ہماری بیٹیوں اور بہنوں کو بھی امان عطا کرو" تو اس صورت میں امان محض مؤنث اور ان کی اولاد میں سے کوئی (مثلاً بیٹا، پوتا وغیرہ) اس کے اندر داخل شمار نہ ہوگا (ظہیریہ)

اگر کوئی کہے کہ میرے ساتھ میری بہن کو بھی امان عطا کرو درآنحالیکہ وہ بھائی اور بہن رکھتا ہو تو سارے امان کے اندر داخل و شامل قرار دیئے جائیں گے۔ اور اگر وہ محض بہنیں رکھتا ہو اور اس کے بھائی وغیرہ کوئی مذکر موجود نہ ہو تب بھی ساری بہنیں داخل امان شمار کی جائیں گی (محیط)

اگر حربی لوگ کہیں کہ ہمارے ساتھ ہمارے ابناء کو بھی داخل امان کرو درآنحالیکہ وہ صلبی لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے (پوتے) رکھتے ہوں تو دونوں داخل امان قرار دیئے جائیں گے اگر حربی لوگ کہیں کہ ہمارے ساتھ ہمارے آباء (باپوں) کو بھی داخل امان کرو درآنحالیکہ ان کے باپ بقید حیات نہ ہوں بلکہ دادا زندہ ہوں تو اس صورت میں ان کے دادا داخل امان شمار نہ ہوں گے۔ اسی طریقہ سے اگر وہ کہتے ہوں کہ ہمارے ساتھ ہماری ماؤں کو بھی داخل امان کرو درآنحالیکہ ان کو جنم دینے والی ان کی حقیقی مائیں موجود نہ ہوں بلکہ ان کی دادیاں زندہ ہوں تو یہ دادیاں امان میں داخل شمار نہ ہوں گی۔ اگر کوئی حربی شخص کہے کہ اس شرط کے ساتھ مجھکو امان عطا کرو کہ میرے موالی (غلام) بھی دائرۂ امان میں داخل شمار ہوں گے درآنحالیکہ اس کے غلام نہیں بلکہ محض باندیاں موجود ہوں تو اس صورت میں استحساناً ان باندیوں کو داخل امان قرار دیا جائیگا۔ (ظہیریہ)

اگر کوئی حربی شخص قلعہ کے اندر ہی سے اسلامی لشکر کے سردار سے کہے کہ "مجھے امان عطا کرو مگر شرط یہ ہے کہ میرا سامان بھی داخل امان ہو" لہٰذا اس طریقہ سے اس کو امان عطا کر دی جائے تو سامان بھی امان کے اندر داخل شمار ہوگا۔ اور سامان اسی کے حوالہ کیا جائیگا۔ البتہ متاع و سامان کی تعریف میں دراہم و دینار، زیور

چاندی، سونا، جواہر، ہتھیار اور سواری کے جانور داخل شمار نہیں ہوں گے اور ان کے علاوہ باقی اشیاء فرش، کپڑے اور گھر کا سارا سامان متاع ہو سامان کی تعریف میں داخل قرار دینے کا حکم ہوگا۔ متاع و سامان کے اندر استحساناً گھر بھی داخل قرار دیئے جائیں گے (محیط) اگر کوئی حربی شخص کہے کہ مجھکو امان دس آدمیوں سمیت عطا کرو تو یہ دس آدمی اس کی ذات کے علاوہ شمار ہونگے اور امام کو یہ حق حاصل ہوگا کہ یہ وہ دس افراد متعین و مقرر کر دے۔ اگر کوئی حربی شخص کہے کہ "میرے گھر کے دس افراد یا میرے قلعہ کے دس افراد کے ساتھ مجھے امان عطا کرو تو اس صورت میں وہ اور اس کے علاوہ نو افراد میں داخل ہوں گے۔ اگر وہ کہے کہ مجھکو میرے دس بھائیوں کے ہمراہ امان عطا کرو تو اس شکل میں اس کے علاوہ دس بھائیوں کو امان حاصل ہونے کا حکم ہوگا۔ اسی طریقے سے اگر وہ کہے کہ مجھے میری دس اولاد کے ساتھ امان عطا کرو تب بھی اسی حکم کے برقرار رہنے کا حکم کیا جائے گا۔

اگر کہے کہ مجھے میرے دس بھائیوں کے ہمراہ جن میں میں بھی ہوں امان عطا کرو یا، میری دس اولاد کے ساتھ جن کے ساتھ میں بھی ہوں امان عطا کرو تو خود اس کے علاوہ دس آدمیوں کو امان حاصل ہونے کا حکم ہوگا۔ اگر کہے کہ میرے دس گھر والوں جن کے ساتھ میں بھی ہوں امان دو یا میرے قلعہ کے دس آدمیوں کو جن کے ہمراہ میں بھی ہوں امان عطا کرو تو اس سمیت دس افراد کو امان ملنے کا حکم ہوگا اگر وہ کہے کہ مجھے میرے موالی[1] (آقاؤں) کے ساتھ امان عطا کرو در آنحالیکہ اس کے آقا ایسے ہوں کہ انھوں نے اسے نعمتِ آزادی سے ہمکنار کیا ہو اور کچھ موالی (غلام) ایسے بھی ہوں کہ جنھیں وہ نعمتِ آزادی عطا کر چکا ہو تو امان موالی کی ان دونوں قسموں کو شامل قرار نہیں دی جائے گی۔ بلکہ اس کے اندر وہی فریق و طبقہ داخل ہوگا جو امن و امان حاصل کرنے والے سے مراد لیا ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ میں نے دونوں میں سے کسی کو متعین و مقرر کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو استحساناً ان دونوں قسموں کے اس میں شامل ہونے کا حکم ہوگا۔ اگر کسی قلعہ کا اہلِ اسلام محاصرہ کرلیں اور سردار قلعہ قلعہ کے اوپر سے کہے کہ مجھکو میرے دس قلعہ والوں سمیت اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو کہ میں قلعہ تم لوگوں کے لئے کھولدوں اور مسلمان کہیں کہ تجھے اسی طرح امان دی گئی۔ لہٰذا وہ دروازہ کھولدے تو اس صورت میں اسے دس قلعہ والوں سمیت داخلِ امان قرار دیں گے۔ اور سردارِ قلعہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دس آدمیوں کو معین کردے۔ اگر وہ کہے کہ مجھے اور میرے قلعہ والوں کو اپنے اس قلعہ کے اندر داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی شرط کے ساتھ امان عطا کردو اور مسلمانوں کا اسی شرط پر معاہدۂ امن و امان ہو جائے تو اس صورت میں مسلمانوں کو اس قلعہ کے مالوں اور افراد میں خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ کسی پر کسی قسم کے تصرف کا حق و اختیار حاصل نہ ہوگا۔ (خزانۃ المفتین)

اگر دار الحرب کے لوگوں میں سے کوئی شخص مسلمانوں سے امان کا طلبگار ہو اور اس کو امان عطا کر دی جائے اس کے بعد وہ اپنے ہمراہ ایک عورت کو لا کر کہے کہ یہ میری زوجہ ہے اور اپنے ہمراہ چھوٹے چھوٹے بچے لا کر کہے کہ یہ میری اولاد ہے در آنحالیکہ اپنے متعلق امان حاصل کرتے وقت ان کا ذکر کئے بغیر صرف یہ کہا تھا کہ مجھکو امان عطا کرو تاکہ میں تم لوگوں کے پاس آجاؤں یا دار الاسلام میں آجاؤں یا تم لوگوں کا وہ لشکر جو دار الحرب کے اندر ہے اس میں آجاؤں تو اس صورت میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ بجز اس کے سب مالِ غنیمت ہونا چاہیئے مگر یہ بات قباحت سے خالی نہیں۔ لہٰذا استحساناً اس کے ساتھ ساتھ ہم انھیں بھی داخل امان قرار دیتے ہیں۔ اسی طریقہ سے اس کے ہمراہ متعدد مرد و عورتیں ہوں اور وہ کہے کہ یہ سارے میرے غلام و باندیاں ہیں اور وہ

---

[1] موالی۔ مولیٰ کی جمع ہے۔ مولیٰ آزاد کرنے والے شخص اور آزاد شدہ غلام دونوں کو کہتے ہیں۔

سب اس کے قول کی تصدیق کریں یا وہ لوگ اتنے کم عمر ہوں کہ اپنے بارے میں کچھ بیان کرنے پر قادر نہ ہوں یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ان کی تصدیق کی بھی ضرورت نہ ہو تو اس کے اوپر ذکر کیے گئے قیاس و استحسان کی مانند حکم نافذ ہوگا۔ لہذا استحساناً ہم اس سے حلف لیکر اس کے قول کی تصدیق کرنے کا حکم کریں گے اور اس کے علاوہ ان لوگوں کو بھی امان یافتہ قرار دیں گے۔ درآنحالیکہ قیاس کی رو سے بجز اس امان چاہنے والے شخص کے سب کو مال غنیمت قرار دینا چاہیے۔ اسی طریقہ سے وہ جانور جو سواری کے کام میں آتے ہوں اور وہ اجرت پر کام کرنے والے آئیں ان کے اندر بھی اوپر ذکر کیا گیا قیاس و استحسان جاری ہوگا۔ اگر اس امان چاہنے والے کے ہمراہ کچھ مرد ہوں جنھیں وہ اپنی اولاد قرار دیتا ہو اور وہ لوگ بھی اس کے قول کی تصدیق کرتے ہوں تو ان لوگوں کو قیاس اور استحسان دونوں کی رو سے مالِ غنیمت شمار کرنے کا حکم ہوگا۔ اگر ایسے نوعمر بچے ہوں کہ وہ اپنے بتانے پر قدرت رکھتے ہوں اور وہ حربی انھیں اپنی اولاد قرار دیتا ہو اور وہ بھی اس کے قول کی تصدیق کرتے ہوں تو قیاس کی رو سے مالِ غنیمت شمار کریں گے۔ البتہ استحساناً مالِ غنیمت قرار نہ دیں گے۔ اگر وہ بچے اس کے قول کی تصدیق نہ کریں تو مسلمانوں کے حق میں انھیں مالِ غنیمت قرار دیا جائیگا۔ اگر اس کے ہمراہ بالغ عورتیں ہوں اور وہ انھیں اپنی بیٹیاں قرار دیتا ہو اور وہ عورتیں اس کے قول کی تصدیق کرتی ہوں تو از روئے قیاس مالِ غنیمت شمار کرنے اور استحساناً مالِ غنیمت شمار نہ کرنے کا حکم ہوگا۔ اس قسم کے مسائل میں بنیادی بات یہ طے پائی کہ جس آدمی کو اپنے نفس کی خاطر امان حاصل کرنے کی قدرت ہو یا باعتبار غالب اکثریت[1] کے تو اس کو امان کے اندر کسی اور کا تابع قرار نہ دیں گے۔ اور جو آدمی غالب اکثریت کے اعتبار سے اپنے لئے امان حاصل کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کو امان کے اندر دوسرے شخص کا تابع قرار دینے کا حکم کیا جائیگا۔

اسی طریقہ سے اگر کوئی دارالحرب کا باشندہ اپنے لئے امان حاصل کرے تو اس صورت میں اس کی والدہ، دادی، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں اور اس کی ہر ذی رحم محرم عورت امان کے اندر اس کے تابع شمار کی جائیں گی اور اسی دارالحرب کے باشندہ کا والد، دادا اور بھائی وغیرہ جیسے خود امان حاصل کرنے کے اوپر قدرت ہو اسے امان کے اندر اسی حربی شخص کا تابع قرار نہ دینے کا حکم ہوگا۔ وہ شخص جو امان حاصل کرنے والے کی امان کے تابع ہونے کے باعث داخلِ امان شمار کیا جاتا ہے اگر امان حاصل کرنے والے کے ہمراہ دارالاسلام کے اندر داخل ہو اور یہ پتہ چل جائے کہ یہ شخص ان میں سے ہے جو لوگ امان حاصل کرنے والے کے ساتھ داخل امان ہوئے ہیں یا امن حاصل کرنے والا خود اس کے تابع ہونے کا مدعی ہو اور ساتھ آنے والا بھی اس قول کی تصدیق کرتا ہو تو بہرصورت دونوں شکلوں کا حکم برابر ہوگا اور وہ ساتھ آنے والا امان حاصل کرنے والے کے تابع قرار دیکر داخلِ امان شمار ہوگا۔ اگر وہ امان حاصل کرنے والے کے قول کو جھٹلائے اور انکار کرے تو اس صورت میں اسے فئے[2] شمار کیا جائیگا۔ اگر اول اس کے قول کی تصدیق اور پھر انکار کرے تو اسکے اندر تفصیل یہ ہے کہ امن حاصل کرنے والے حربی شخص کے وہ غلام و باندیاں جو اب بھی اس کی ملکیت میں ہوں اور اس کی نابالغ اولاد جو اپنے متعلق بیان کرنے پر قادر ہوں داخلِ امان شمار ہوں گے۔ رہا اس کے اجیر اور بالغ عورت کا معاملہ اگر وہ پہلی بار اس کے قول کی تصدیق کریں تو گویا انھوں نے خود ہی اپنے آپ کو اس شخص کا

---

[1] یعنی اگر اس جیسے آدمی امان خود حاصل کرنے پر قادر ہوں [2] بغیر جہاد حاصل شدہ مال۔

مملوک قرار نہیں دیا اور مملوک ہونے کا اعتراف نہیں کیا کیونکہ امن حاصل کرنے والا خود ہی ان کے بارے میں مملوک ہونے کا مدعی نہیں لہٰذا ان کا آزاد ہونا باقی رہا۔ اس کے بعد جب انہوں نے اس کے قول کا انکار کیا تو انہوں نے اپنے مملوک ہونے کا اعتراف کر لیا۔ اور حربی شخص اگر اپنے بارے میں مملوک ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کے دعوے کو درست قرار دیتے ہیں۔ اس شخص کے مسئلہ کے ذکر میں جسے محصور کر لیا گیا ہو بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی محصور شخص مسلمانوں سے امان طلب کرے اور یہ شرط کرے کہ (اس کے بعد) میں مسلمانوں کے پاس آجاؤں گا۔ تو امان کے اندر اس کے لباس اور زیب تن کئے ہوئے ہتھیاروں، سواری کے جانوروں اور وہ روپے و اشرفیاں وغیرہ جو کہ اپنے ہمراہ لایا ہو ان سب کو استحساناً داخل امان قرار دیا جائیگا۔ اور اس کے علاوہ باقی ماندہ کو فے شمار کریں گے۔ پھر یہ بات واضح رہے کہ اس کے اتنے ہی کپڑے اور ہتھیار داخل امان قرار دیئے جائیں گے جتنے کپڑے کہ اس قسم کا آدمی باندھ سکتا ہو یا جس قدر کپڑے اس طرح کا شخص پہن سکتا ہو یہاں تک کہ اگر وہ چند کمانوں کو اپنے کاندھے پر لگا لے اور چند تلواروں کو لٹکا لے یا چند قباؤں کو زیب تن کر لے یا چند عمامے سر کے اوپر بوجھ لادنے کی مانند باندھ لے تو جتنے زائد ہوں گے وہ اس کے شمار نہ ہوں گے بلکہ انھیں فے قرار دیا جائیگا۔ (محیط)

اگر اسلامی لشکر کا سردار قلعے کے امیر کے پاس ضرورت کے باعث کسی قاصد کو بھیجے، اس کے بعد مسلمان قاصد اسے پیغام پہنچاتے ہوئے کہے کہ اسلامی لشکر کے سردار نے میری معرفت تیرے اور تیری رعایا کے لئے پروانہ امان بھیجا ہے لہٰذا تو دروازہ کو کھول دے یا قلعہ کے امیر کے پاس اسلامی لشکر کے سردار کی جانب سے ایک جعلی بنایا ہوا خط لے جائے یا زبانی یہ بات بیان کرے اور بوقت بیان چند مسلمان بھی حاضر ہوں۔ لہٰذا قلعہ کا امیر قلعہ کا دروازہ کھول دے اور مسلمان قلعہ کے اندر گھس پڑیں اور لوٹنا اور گرفتار کرنا شروع کر دیں تو قلعہ کا امیر کہے کہ تم لوگوں کا قاصد تمہارے لشکر کے سردار کی جانب سے ہمیں امان دے چکا ہے اور وہ مسلمان جو بوقت بیان موجود ہوں اس کی شہادت دیں تو اس صورت میں وہ سارے لوگ داخل امان قرار دیئے جائیں گے اور ان کا لوٹا ہوا سارا مال انھیں واپس کر دینے کا حکم ہوگا۔ اگر اس طرح ہو کہ قلعہ کے امیر کے پاس جانے والا شخص اسلامی لشکر کے سردار کا قاصد نہ ہو بلکہ وہ اپنی جانب سے جعلی خط بنائے اور اسے لیکر قلعہ کے سردار کے پاس جائے اور اس سے زبانی اس کا ذکر کرتے ہوئے کہے کہ میں اسلامی لشکر کے سردار اور مسلمانوں کا قاصد ہوں اس کے بعد ایسا واقعہ پیش آئے۔ تو اس صورت میں یہ سارے لوگ مسلمانوں کے فے قرار دیئے جائیں گے مگر امام المسلمین کے لئے ان لوگوں کے قول کو قابل قبول قرار دینا درست ہوگا۔ (ظہیریہ)

اگر اسلامی لشکر کے سردار کا قاصد سردار کے پیغام پہنچا دینے کے بعد کہے کہ تمہیں فلاں (چھوٹے) لشکر کے قائد و سردار نے امان عطا کر کے مجھے اس بات کی اطلاع کی خاطر بھیجا ہے اور مسلمان تمہیں سردار لشکر کے دروازہ تک امان عطا کر چکے ہیں اور میں بھی تم کو اپنے پاس داخل ہونے سے قبل امان دے چکا ہوں اور تمہیں ندا دے چکا اور اطلاع کر چکا ہوں اور اس کی بات پر چیت کی شہادت مسلمانوں کی وہ جماعت دے جو اس وقت موجود تھی تو اس شکل میں یہ سارے فے میں شمار ہوں گے مگر شرط یہ ہے کہ ان کی ذکر کردہ اطلاع غلط اور جھوٹ ہو۔ اگر کوئی مسلمان قاصد کو کسی ضرورت کے باعث کہیں بھیجے اور قاصد اس کی ضرورت پوری کرنے کے بعد کہے کہ مجھکو تمہارے پاس بھیجنے والا شخص امان عطا کر چکا ہے تو اسے باطل قرار دیں گے (محیط سرخسی)

اگر امام المسلمین یا کوئی مسلمان کسی ذمی شخص کو یہ حکم کرے کہ تم ان دار الحرب کے لوگوں کو امان عطا کر دو لہٰذا اگر ذمی شخص سے اس طرح کہا ہو کہ انھیں امان عطا کر دو اور ذمی شخص دار الحرب کے لوگوں سے کہے کہ میں نے تمھیں امان عطا کی۔ یا کہے "فلاں شخص نے تمھیں امان عطا کی" تو اس صورت میں دونوں کا حکم یکساں ہوگا اور اس صورت میں بھی وہ سارے امان یافتہ شمار ہوں گے۔ اگر کوئی ذمی شخص کہے کہ میں نے تم لوگوں کو امان عطا کی تو اسے باطل قرار دیئے کا حکم ہوگا۔

اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص ان کے کسی قلعہ کا محاصرہ کرلے اور لشکر کا سردار قلعہ والوں سے کہے کہ اگر کبھی کسی بھی وقت میں تم کو امان عطا کروں تو میرا امان دینا باطل ہوگا یا تمہارے لئے امان نہیں ہوگی یا میں تمہاری اس امان کو رد و ختم کر دوں گا۔ اس کے بعد ہی لشکر کا سردار انھیں امان عطا کرے تو امان کے باطل ہونے کا حکم ہوگا۔ اگر لشکر کا سردار انھیں امان بخشے تو اس کی امان کو باطل و کالعدم قرار دیں گے۔ اگر لشکر کا سردار کسی منادی کرنے والے کو یہ حکم دے کہ وہ لشکر کے اندر یہ اعلان کردے کہ جو شخص تم لوگوں میں سے قلعہ والوں کو امان عطا کرے تو اسکی امان کے باطل ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ اس کے بعد کوئی مسلمان قلعہ والوں کو امان عطا کر دے تو اس کی امان درست ہونے کا حکم ہوگا۔ اگر پکارنے والے کو نداء اعلان کا حکم دے کہ وہ قلعہ والوں کو پکار کر اطلاع کر دے یا خط لکھ کر بھیجدے یا قاصد بھیجدے کہ اگر کوئی مسلمان شخص تمہیں پروانۂ امن عطا کرے تو اس کی امان کے اوپر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ اس کی امان کو کالعدم باطل قرار دیا جا چکا ہے اس کے بعد کوئی مسلمان شخص انھیں پروانۂ امن عطا کرے اور قلعہ والے اس کے امان عطا کرنے پر قلعہ سے باہر آجائیں تو ان لوگوں کو فے شمار کرنے کا حکم ہوگا۔

اگر لشکر کا سردار قلعہ والوں سے کہے کہ تمہیں کسی مسلمان کے پروانۂ امن عطا کرنے پر امان نہیں ملے گی تاوقتیکہ میں خود تمہیں پروانۂ امن عطا نہ کردوں۔ اس کے بعد کوئی مسلمان شخص ان لوگوں کے پاس آکر کہے کہ میں لشکر کے سردار کی جانب سے تم لوگوں کے پاس بطور قاصد آیا ہوں اور تمہیں لشکر کا سردار امن و امان عطا کر چکا ہے۔ لہٰذا قلعہ والے اس اطلاع پر قلعہ سے باہر چلے آئیں تو اس صورت میں سارے امان یافتہ شمار ہوں گے خواہ ذکر کیا گیا شخص یہ اطلاع غلط ہی کیوں نہ دے اگر قلعہ والے لشکر کے سردار سے کہیں کہ اگر کوئی مسلمان میری جانب سے قاصد بن کر آئے یا کوئی مسلمان تمہیں امان عطا کرے تو تاوقتیکہ میں خود امان عطا نہ کردوں امان حاصل ہونے کا حکم نہیں ہوگا اور مسئلہ کی باقی صورت جوں کی توں رہے تو اس شکل میں یہ سارے آدمی فے شمار ہوں گے۔ اگر لشکر کا سردار ان کے پاس قاصد بھیجے اور وہ پیغام امان قلعہ کے امیر تک پہونچا دے تو یہ لوگ امان یافتہ قرار دیئے جائیں گے اگر وہ ان لوگوں سے کہے کہ جب میں تمہیں امان عطا کردوں تو میری امان کالعدم و باطل ہوگی۔ اس کے بعد انھیں امان عطا کرے تو اس امان کے درست ہونے کا حکم ہوگا۔ (محیط سرخسی)

اگر دار الحرب کے لوگوں کے کسی قلعہ یا کسی شہر کا مسلمان محاصرہ کرلیں لہٰذا وہ مسلمانوں سے یہ درخواست کریں کہ جو اللہ تعالےٰ کا حکم ہو اسی کے مطابق ہمیں اپنے پاس بلاؤ تو اس صورت میں مسلمان انھیں اس شرط کے ساتھ اپنے پاس نہ بلائیں۔ (محیط)

اگر مسلمان انھیں اسی شرط کے ساتھ بلالیں درآنحالیکہ انھیں اس طریقہ سے نہ کرنا چاہئے تھا تو امام المسلمین کے لئے موزوں یہ ہے کہ انھیں دعوت اسلام دے۔ اگر وہ لوگ دعوت اسلام قبول کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوجائیں تو ان سب کے آزاد قرار دیئے جانے کا حکم ہوگا اور ان کی عورتیں، ان کے اموال و اولاد سب ان کے حوالے کرنے کا حکم ہوگا اور یہ دار الاسلام ہی کے باشندے شمار ہوں گے اور ان کا ملک دار الاسلام قرار

دیا جائے گا۔ اور ان اراضی سے محض عشر (محصول و لگان) لینے کا حکم ہوگا۔ اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کریں
تو اس صورت میں امام المسلمین اسے ذمی قرار دیگا اور ان کے اوپر جزیہ[2] مقرر کرنے اور ان کی زمین پر خراج[1]
مقرر کر دے۔ نہ یہ لوگ غلام بنائے جائیں گے اور نہ ان کو موت کے گھاٹ اتاریں گے اور نہ انھیں ان کے محفوظ
مقام پر لوٹانے کا حکم ہوگا۔ اگر کسی معین مسلمان کے حکم کے مطابق پاس آجائیں تو اسے درست شمار کریں گے
لہٰذا وہ مسلمان انھیں موت کے گھاٹ اتارنے یا غلام بنانے یا ان کو ذمی بنانے کا حکم کرے تو اس حکم کو درست
قرار دیں گے۔ اگر وہ انھیں اپنی جگہ پر لوٹ جانے کا حکم دے تو اسے ناجائز قرار دیا جائیگا۔ اگر فلاں ذکر کیا گیا
شخص ان کے بارے میں کچھ حکم کرنے سے پہلے موت کی آغوش میں سو جائے یا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے
تو ان کے ساتھ وہی برتاؤ و معاملہ ہوگا جو اللہ تعالےٰ کے حکم کی شرط کے مطابق اوپر ذکر ہوچکا۔ اگر وہ
مسلمان ان کے سلسلہ میں ثالث (حَکم) سے رجوع کرلے تو اس کا رجوع کرنا درست شمار ہوگا اور اگر وہ اول
انھیں لوٹا دینے اور پھر موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم کرے تو استحساناً اس حکم کو درست ___ قرار
نہ دیں گے۔ (محیط سرخسی)

اگر وہ کسی مسلمان کا ذکر کئے گئے طریقہ کے مطابق حکم تسلیم کرلیں مگر اس مسلمان کے فاسق ہونے کی وجہ سے
گواہی قابلِ قبول نہ ہو یا اس بنا پر قابلِ قبول ہو کہ تہمت لگانے کے باعث اس پر حد کا نفاذ ہوچکا ہو تو ان کے
معاملہ میں اس کا حکم دینا درست ہوگا چاہے وہ ان کو موت کے گھاٹ اتارنے کا یا غلام بنا لینے کا حکم کرے یا
ان کے علاوہ کوئی اور حکم کیا ہو۔ (محیط)

نوازل کے اندر ہے کہ اگر دارالحرب کے لوگ کسی ایسے شخص کے حکم کے باعث چلے آئیں جس کے اوپر تہمت
لگانے کی وجہ سے حد نافذ ہوچکی ہو یا وہ شخص نابینا ہو تو اسے ناجائز (غیر درست) قرار دینے کا حکم کیا جائے گا
(تاتارخانیہ) اگر وہ شخص کسی غلام یا آزاد عاقل بچے کے حکم کی بنا پر آجائیں تو اس کے حکم کو درست
قرار نہ دیں گے۔ اور اگر وہ اس کے حکم کے باعث آجائیں گے تو انھیں ذمی بنا لینے کا حکم ہوگا۔ جس طرح
کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق آجانے کی شکل میں حکم ہے اگر وہ لوگ کسی ذمہ دار کے کہنے اور حکم کی بنا پر
چلے آئیں اس صورت میں اگر ذمی شخص نے ان کو موت کے گھاٹ اتارنے اور ان عورتوں و بچوں کو مملوک
بنانے کا یا ان کے علاوہ کوئی اور حکم کیا ہو تو درست شمار کریں گے۔ امام محمدؒ سیر کبیر کے اندر اسی طرح ذکر فرماتے
ہیں۔ اگر ذمی کو اپنے اوپر حکم (ثالث) بنانے سے قبل وہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے تو پھر ان کے
معاملہ میں اگر ذمی شخص موت کے گھاٹ اتارنے یا مملوک وغیرہ بنانے کا حکم کریگا تو وہ قابلِ نفاذ و درست
نہ ہوگا۔ بلکہ اس شکل میں انھیں خلیفۃ المسلمین آزاد قرار دے گا اور انھیں غلام وغیرہ بنانا کسی کے
لئے جائز نہ ہوگا۔ اور وہ لوگ کسی (مسلمان) عورت کو حکم مقرر کریں تو اس عورت کا فیصلہ بجز قتل کے حکم کے
قابلِ نفاذ و درست ہوگا۔ یعنی اگر عورت ان کے موت کے گھاٹ اتارے جانے کا فیصلہ کرے تو وہ قابلِ قبول
نہ ہوگا۔ زیادات کے اندر اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ وہ مسلمان جسے ان کافروں نے قید کر رکھا ہو اس کے اندر
حکم (ثالث) بننے کی اہلیت نہیں ہوگی۔ اسی طریقہ سے وہ مسلمان تاجر جو دارالحرب میں تجارت کر رہا ہو اس کا بھی

---

۱ جان و مال کی حفاظت کا ٹیکس ۲ غیر مسلموں کیلئے معین (مخصوص) ٹیکس۔

حکم بننا درست نہ ہوگا۔ اسی طریقے سے اگر کوئی دارالحرب کا باشندہ اسلام قبول کرکے وہیں رہائش پذیر ہو تو تو اس کا بھی حکم و ثالث بننا درست ہوگا۔ اسی طریقے سے ان میں کا وہ شخص جو اسلامی لشکر میں ہو اس کا حکم بننا بھی درست نہ ہوگا۔

سیر کبیر کے اندر لکھا ہے کہ اگر دارالحرب کے لوگ یہ شرط کریں کہ ہم فلاں شخص کے حکم کے باعث اس شرط کے ساتھ تمہارے پاس آسکتے ہیں کہ ہمارے حق میں وہ جو کچھ فیصلہ کرے وہ قابلِ نفاذ ہوگا۔ اگر وہ کسی قسم کا حکم نہ کرے تو ہمارے محفوظ مقام پر لوٹا دینا یا کہیں کہ ہم فلاں کے حکم کے باعث اس شرط کی بنا پر آتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے حق میں یہ فیصلہ کرے کہ انھیں ان کے محفوظ مقام پر لوٹا دو تو تم لوگ اس حکم کی تعمیل کرنا۔ اس صورت میں مسلمانوں کے لئے موزوں نہیں کہ انھیں اس شرط کے ساتھ آنے کی اجازت دیں۔ اور اگر مسلمان اس شرط کے ساتھ آنے کے لئے کہہ بھی دیں تو حکم و ثالث کے واسطے موزوں نہیں کہ ان کے متعلق یہ حکم و فیصلہ کرے کہ وہ اپنی محفوظ جگہ پر لوٹ جائیں۔ اگر مسلمان ان کو اس شرط کے ساتھ آنے کی اجازت دیدیں اور حکم و ثالث بھی ان کے متعلق یہی فیصلہ کرے تو مسلمانوں پر اس کی تعمیل لازم ہوگی۔

نوادر ابن سماعہ کے اندر امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر اسلامی لشکر کا سردار قلعہ والوں میں سے کسی گروہ کو فلاں کے غلام بن جانے کی شرط کے ساتھ امان عطا کرے اور وہ لوگ اس بات پر رضامند ہو کر فلاں شخص کے پاس آجائیں تو اس صورت میں مسلمانوں میں سے جو شخص بھی انھیں لوٹ لے اور ان پر قابض ہو جائے وہ اسی کا غلام شمار ہوں گے اور مخصوص طور پر فلاں کے غلام قرار نہیں دیئے جائیں گے۔ اگر کافر اس شرط کے ساتھ درخواست کریں کہ ہمیں دعوتِ اسلام دی جائے۔ لہٰذا اگر ہم دعوتِ اسلام کو قبول کریں تو فبہا ورنہ بصورت دیگر ہم اپنی محفوظ جگہ لوٹا دیئے جائیں تو امام المسلمین کے اوپر اس کا قبول کرلینا لازم ہوگا۔ اگر اس شرط کے ساتھ وہ آجائیں کہ ان پر دعوتِ اسلام پیش کی جائے گی۔ لہٰذا انھیں دعوتِ اسلام دی جائے لیکن وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو اس صورت میں انھیں اپنے قلعہ کے اندر چلے جانے کا حق حاصل نہ ہوگا اور مسلمانوں کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ انھیں تنگ کریں اور ان کی عورتوں و بچوں کو گرفتار کریں۔ اگر وہ لوگ دعوتِ اسلام قبول نہ کرنے کے بعد خراج کی ادائیگی پر رضامندی ظاہر کریں تو ان کے اوپر خراج کی ادائیگی لازم ہوگی اور پھر انھیں چھوڑا نہ جائے گا کہ وہ اپنے محفوظ مقام پر پہنچ کر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوں۔

اگر بعض قلعہ والے اس شرط کے ساتھ مسلمانوں سے آملیں کہ فلاں شخص ہمارے متعلق جو فیصلہ کرے گا وہ ہمارے لئے قابلِ قبول ہوگا۔ اس کے بعد ان لوگوں کے قلعہ سے نکل آنے اور ہٹ جانے کے بعد ذکر کیا گیا قلعہ فتح کرلیں اور وہ آدمی جو قلعہ میں جنگ کے موقع پر تھا قتل ہو گیا تو اس مذکور شرط کے ساتھ نکل آنے والوں کے ساتھ ان کی ذکر کردہ شرط کے مطابق عمل ہوگا۔ اور اگر وہ لوگ بھی یہ شرط ٹھہرالیں کہ عدم رضامندی کی شکل میں ہم اپنے قلعہ میں لوٹ جائیں گے درآنحالیکہ وہ مذکور قلعہ گر چکا ہو تو اس صورت میں اس مقام سے جو جگہ زیادہ قریب ہو اور وہ وہاں محفوظ رہ سکتے ہوں انھیں اسی جگہ پہنچنے کا حکم ہوگا۔ اگر سارے قلعہ والوں کے متفقہ فیصلہ کے مطابق اتنے آدمی اس طریقے سے صلح کی خاطر نکلیں تو مسلمان قلعہ والوں کو قتل نہ کریں اور اگر قتل کردیں گے تو ان کے اوپر کسی قسم کے کفارہ وغیرہ کا وجوب نہ ہوگا۔ البتہ ان کا یہ فعل برائی سے خالی نہ ہوگا۔ اگر اس شرط کے ساتھ وہ لوگ نکلے ہوں کہ ہمارے بارے میں والی و حاکم بنفس نفیس

حکم دے گا تو والی دار اس صورت میں باعتبار حکم لشکر کے ایک مسلمان سپاہی کے مانند ہوگا۔ اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فلاں شخص کے حکم کی شرط کے ساتھ مسلمانوں کے پاس آجائیں تو ان کا حکم محض اللہ تعالیٰ کے حکم پر اترنے اور آنے والوں کا سا ہوگا۔ اگر فلاں اور فلاں کے حکم کے مطابق آجائیں اس کے بعد ان دونوں میں سے ایک موت کی آغوش میں سو جائے تو اس صورت میں تنہا دوسرے کا حکم ان کے معاملہ میں درست نافذ ہوگا۔ منتقیٰ کے اندر فرماتے ہیں کہ البتہ اس شکل میں اس تنہا شخص کا حکم نافذ درست ہوگا جبکہ مسلمان اور کافر دونوں تنہا اس فیصلہ حکم پر رضامندی کا اظہار کر دیں۔ نیز اسی جگہ پر فرماتے ہیں کہ اگر فلاں اور فلاں دونوں بقید حیات ہوں لیکن دونوں کے اندر حکم کے سلسلہ میں اختلاف ہو جائے تب بھی ان میں سے کسی کا تنہا حکم و فیصلہ جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر دونوں یعنی مسلمان و کافر کسی ایک فیصلہ پر متفق ہو جائیں تو اور بات ہے۔ اگر ان دو اشخاص میں سے ایک شخص یہ حکم کرے کہ ان لڑنے والوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے اور ان کے اہل و عیال مملوک بنائے جائیں اور دوسرا شخص سب کو مملوک بنانے کا حکم کرے تو اس صورت میں ان میں سے کسی کو بھی قتل کرنے کا حکم نہ ہوگا اور وہ سارے کے سارے خواہ مرد ہوں یا عورتیں و بچے مسلمانوں کے لئے فے شمار ہوں گے۔ اگر دونوں یہ حکم کریں کہ ان میں نبرد آزما لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے اور ان کے اہل و عیال مملوک بنائے جائیں تو امام المسلمین کو یہ حق حاصل ہے کہ خواہ یہی شکل اختیار کرے کہ لڑنے والوں کو موت کے گھاٹ اتارے اور ان کے اہل و عیال کو مملوک بنائے اور خواہ سب کے سب کو فے قرار دیدے۔

اگر دارالحرب کے لوگ کسی مسلمان شخص کے حکم کے مطابق آملیں اور وہ کسی معین مسلمان کا نام نہ لیں تو امام المسلمین کو شخص معین کرنے کا حق حاصل ہوگا اور خلیفۃ المسلمین اس کے لئے مسلمانوں میں سے افضل و بہترین شخص کا انتخاب کرے گا۔ اور اگر حکم و ثالث مقرر کرنے اور حکم کئے جانے کے بعد اس کے نفاذ سے قبل وہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو انھیں آزاد مسلمان قرار دیا جائے گا۔ اور اگر حکم و ثالث ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کو ذمی قرار دے چکا ہو تو ان کی آراضی ان کے حق میں خراجی شمار ہوگی اور ان سے خراج لیا جائے گا۔ اگر حکم و ثالث ان کے بارے میں یہ حکم کرے کہ ان میں سے جس قدر سردار ہیں ان سے غداری کا اندیشہ ہے لہٰذا انھیں موت کے گھاٹ اتارا جائے اور باقی ماندہ مردوں اور عورتوں کو مملوک بنا لیا جائے تو اس طرح کا حکم درست قرار دیا جائے گا۔ اگر ثالث کے متعلق یہ حکم کرے کہ ان کے (سب) مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں و بچوں کو مملوک بنا لیا جائے لہٰذا ان میں سے مردوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور عورتوں و بچوں کو مملوک بنا لیا جائے تو ان کی زمین فے قرار دی جائے گی۔ اور امام المسلمین کو یہ اختیار رہے گا کہ خواہ اس پانچ حصوں پر بانٹ کر ایک حصہ رکھ لے اور باقی چار حصوں کو مجاہدین میں بانٹ دے اور خواہ اسے بدستور اپنی حالت پر والی و عامل کے قبضہ میں چھوڑے رکھے (اور تقسیم نہ کرے)، اور اس زمین کو آباد کرنے کی خاطر امام المسلمین ایسے لوگوں کو مدعو کرے جو اس کے اندر تعمیر (کاشت وغیرہ) کریں اور اس کے خراج کی ادائیگی کریں جیسا کہ ذمیوں کی افتادہ و بیکار زمین کے بارے میں حکم ہے۔ اگر دارالحرب کے لوگوں کے آجانے کے بعد حکم و ثالث کا انتقال حکم کرنے سے قبل ہو جائے تو ان میں سے بجز ان آزاد لوگوں کے جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہوں سارے لوٹا دیئے جائیں گے۔ اور ان میں سے وہ لوگ جو مملوک ہوں انھیں قیمت کی ادائیگی کے بعد ان لوگوں میں سے نکال لیا جائے گا۔ اسی طریقہ سے ہمارا وہ ذمی جو ان لوگوں کے پاس ہو اور ان کا وہ ماتحت و زیر دست

جو دعوت اسلام قبول کرنے کے بعد مدد کا طلبگار ہو اس کی اعانت کی جائے گی (اور وہاں سے نکالا جائیگا)
یہ بات ذہن نشین رہے کہ جس شکل میں شرائط وغیرہ کے مطابق انھیں ان کی جگہ لوٹا دینا لازم ہو تو جس جگہ نکلنے کے
بعد وہ ہمارے پاس آئے ہوں اسی جگہ لوٹانے کا حکم ہوگا۔ اور جو جگہ اس مقام کی بہ نسبت زیادہ محفوظ و مضبوط ہو
یا جس جگہ لشکر زیادہ تعداد میں موجود ہو انھیں اس جگہ نہیں لوٹائیں گے (محیط)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان قلعہ والوں میں سے کسی آدمی سے یہ کہیں کہ اگر تو ہماری اس اور اس طریقہ سے
راہبری کرے تو تجھے امان حاصل ہے یا کہیں کہ ہم نے تجھے امان عطا کی۔ اس کے بعد وہ شخص اس طرح راہبری
نہ کرے تو امام کو یہ حق حاصل ہے کہ خواہ اس شخص کو موت کے گھاٹ اتار دے اور خواہ اسے غلام بنالے۔ اگر اس
سے اس طرح کہیں کہ ہم نے تجھے اس شرط کے ساتھ امان عطا کی کہ تو ہماری اس اور اس طرح راہبری کرے اور اس
کے سوا اور کچھ نہ کہیں، پھر وہ شخص راہبری نہ کرے تو امام محمدؒ نے یہ شکل کتاب کے اندر بیان نہیں فرمائی۔ اس
کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اسے اس کی امان پر برقرار شمار کیا جائے گا اور امام المسلمین کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ
اسے موت کے گھاٹ اتارے یا غلام بنائے۔ اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دارالحرب میں چلا جائے اور لشکر اسلام دار الحرب
کے کسی اس طرح کے قلعہ یا شہر کے قریب سے گذرے کہ مسلمانوں کو ان سے نبرد آزما ہونے کی قوت نہ ہو اور مسلمان
ان کے علاوہ دوسروں کی جانب جانا چاہتے ہوں۔ لہٰذا شہر والے ان سے کہیں کہ تم لوگ ہمارے شہر یا قلعہ سے
چلے جانے تک اس نہر کا پانی نہ پینے کا عہد کرو اس شرط کے ساتھ کہ نہ ہم تم لوگوں سے جنگ کریں گے اور نہ تمہارے
رخصت ہونے پر تمہارا تعاقب کریں گے۔ لہٰذا اگر اس طرح کے عہد کے اندر مسلمانوں کا نفع و بھلائی ہو تو ان کے
ساتھ یہ معاہدہ کر لیا جائے اور معاہدہ کے تحت مسلمان نہ اس نہر سے خود پانی پئیں نہ اپنے جانوروں کو
پلائیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کو یقینی طور پر اس کا علم ہو کہ مسلمانوں کے یا ان کے جانوروں کے پانی پینے سے
ان کے پانی کا نقصان ہوگا (اور کمی واقع ہوگی) یا نقصان ہونے یا نہ ہونے کا علم نہ ہو۔ اگر مسلمانوں کو
اس پانی کے استعمال کی ضرورت ہو تو انھیں اطلاع دیکر یہ معاہدہ توڑ دینا چاہیئے۔ اور اگر یقینی طور پر
پانی کے استعمال سے نقصان نہ پہونچنے کا علم ہو مثلاً کثیر مقدار میں ہو تو معاہدہ کو توڑے بغیر مسلمانوں کے لئے خود
پینا اور اپنے جانوروں کو پلانا جائز ہوگا۔ گھاس اور چارہ کا حکم بھی پانی کا سا ہوگا۔

اگر وہ لوگ مسلمانوں سے اس طرح کا معاہدہ کرلیں کہ مسلمان ان کے کھیتوں اور درختوں اور پھلوں کی جانب
التفات نہ کریں گے (اور نقصان نہ پہونچائیں گے) اور مسلمانوں نے یہ معاہدہ قبول کرلیا ہو۔ اس کے بعد مسلمانوں کو
ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی کی ضرورت محسوس ہو تو مسلمان تا وقتیکہ انھیں معاہدہ کے توڑ دینے کی اطلاع نہ کردیں
ان اشیاء میں سے کسی شے کی جانب التفات اور نفع اٹھانا جائز نہ ہوگا۔ چاہے یہ نفع اٹھانا کافروں کے لئے
باعث نقصان ہو یا نہ ہو۔ اگر کافر مسلمانوں سے یہ معاہدہ کرلیں کہ مسلمان ان کے کھیت اور گھاس نذر آتش نہیں
کریں گے اور مسلمان یہ معاہدہ قبول و منظور کرلیں تو مسلمانوں کو اس کا پورا کرنا لازم ہوگا۔ اور ان کے لئے جائز نہ ہوگا کہ
ان کے کھیت اور گھاس میں سے کسی کو آگ کی نذر کریں۔ البتہ کھانے کی چیز کھا لینے اور اور جانوروں کو چارہ دینے
میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر وہ یہ معاہدہ کریں کہ مسلمان نہ ان کے کھیتوں میں سے کھائیں اور نہ ان کی گھاس میں سے چارہ
دیں اور مسلمان اس عہد کو قبول کرلیں تو اس صورت میں نہ مسلمان ان کھیتوں میں سے کچھ کھائیں نہ جلائیں اور نہ اپنے
جانوروں کو چارہ دیں۔ اس قسم کے مسئلوں کے اندر ضابطہ یہ ہے کہ جس شے کے بارے میں پروانۂ امن حاصل ہو

تو جس بات سے معاہدہ کردہ بات کے مانند یا اس سے بڑھ کو نقصان پہونچتا ہو دونوں سے امان کا تعلق ہوگا اور نقصان پہونچانا درست نہ ہوگا۔ اور اگر دوسری بات کے اندر معاہدہ کردہ بات سے کم نقصان پہونچتا ہو تو امان اس سے متعلق نہ ہوگی۔ اسی بنا پر اگر کافر یہ معاہدہ کر لیں کہ ہماری کھیتیاں نہ جلائی جائیں اور مسلمان بھی یہ معاہدہ (قبول) کر لیں تو اس صورت میں مسلمانوں کے لئے ان کھیتوں کو غرق کرنا جائز نہ ہوگا۔ (ذخیرہ)

اگر شہر کے کافر یہ معاہدہ کریں کہ تم اس راستہ سے نہ گذرو اور شرط یہ ہے کہ ہم تمہیں موت کے گھاٹ اتاریں گے اور نہ محبوس و قیدی کریں گے۔ لہٰذا اگر یہ معاہدہ مسلمانوں کے لئے بہتر (اچھا) ہو تو معاہدہ کر لینے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ پس مسلمان دوسرا راستہ اختیار کر لیں خواہ وہ دوسرا راستہ دور اور تکلیف دہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور معاہدہ کے بعد اگر مسلمان اسی راستہ سے گذرنا چاہتے ہوں تو تاوقتیکہ معاہدہ توڑنے اور ختم کرنے کی انھیں اطلاع نہ کر دیں مسلمانوں کو اس راستہ سے گذرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ درست نہ ہوگا کہ (اطلاع دینے سے قبل) کسی کو قتل یا قید کریں۔ اس راستہ سے گذرنے کا پروانۂ امن حاصل ہوگا تو قید اور قتل سے امان بھی اس پروانۂ امن میں داخل شمار ہوگی۔

اگر کافر مسلمانوں سے اپنے دیہاتوں کے خراب (و تباہ) نہ کرنے کا معاہدہ کر لیں یعنی یہ کہ مسلمان اس گاؤں کی عمارتیں تباہ و برباد نہ کریں گے تو اس کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا کہ ان کے دیہاتوں میں سے وہ سامان جو عمارت میں کام آنے والا نہ ہو مسلمان حاصل کر لیں اور لے لیں۔ اگر تخریب سے امان کا معاہدہ کیا ہو تو سامان و اناج وغیرہ اس امان میں داخل قرار نہیں دیئے جائیں گے۔ اگر کافر یہ شرط کر لیں کہ ان کا جو آدمی مسلمان قید کریں اسے موت کے گھاٹ نہ اتاریں تو اسے قید کر لینے کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر وہ یہ شرط کر لیں کہ مسلمان ان میں سے کسی کو بھی قید نہ کریں گے تو مسلمان انھیں موت کے گھاٹ اتاریں اور نہ قید کریں۔ (محیط)

اگر دار الحرب کے لوگ کہیں کہ ہمیں امان عطا کرو تا کہ ہم تمہارے واسطے قلعہ کے دروازہ کو کھول دیں اور تم اس شرط کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو کہ تم ہمیں دعوتِ اسلام دو گے اور ہم اسلام قبول کر لیں گے۔ اس کے بعد کافر قبولِ اسلام سے انکار کریں تو انھیں امان حاصل ہوگی اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ (اس وقت) ان کے قلعے سے باہر نکل آئیں پھر ان کے معاہدہ کو توڑنے کی انھیں اطلاع دیں۔ اگر مسلمان بھی کافروں سے یہ شرط کر لیں کہ تم لوگ قبولِ اسلام سے انکار کرو گے تو ہم اور تم میں معاہدۂ امن نہ ہوگا۔ وہ لوگ اس پر آمادہ ہو جائیں اور قلعہ کی باقی صورت جوں کی توں رہے۔ اس صورت میں اگر وہ قبولِ اسلام نہ کریں تو ان میں سے جنگ کرنے والوں کو قتل کرنے اور انھیں مملوک بنانے کے اندر کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر ان لوگوں میں سے بعض دعوتِ اسلام قبول کر لیں اور بعض نہ کریں تو دائرہ اسلام میں داخل ہونے والا آزاد شمار ہوگا اور انکار کرنے والا فے قرار دیا جائے گا۔ اگر ان لوگوں میں سے کسی کو امام المسلمین دعوتِ اسلام دے اور وہ انکار کی بنا پر فے قرار دیا جائے، اس کے بعد وہ اسلام قبول کرے تو اسے قتل کرنا درست نہ ہوگا البتہ وہ فے شمار ہوگا۔ اگر امام المسلمین اس شخص کو دعوتِ اسلام دے اور وہ انکار کرے اور اس کے بعد اس کے فے حکم دیئے جانے سے قبل وہ اسلام قبول کر لے تو استحساناً اس کے آزاد ہونے کا حکم ہوگا۔

اگر کوئی دار الحرب کا باشندہ حاضر ہونے کا قصد کرے اس شرط کے ساتھ کہ مسلمان اسے امان عطا کریں اور دعوتِ اسلام دیں۔ اور یہ شرط کرے کہ (اس کے بعد) اگر میں تین دن کے اندر دعوتِ اسلام

اسلام قبول کرلوں تو فبہا ورنہ مجھے امان حاصل نہیں ہوگی۔ لہٰذا مسلمان اسے دعوت اسلام دیں تو اسے دعوت اسلام دینے کے وقت سے تین شب و روز تک مہلت دی جائے گی۔ اگر اتنی مدت بیت گئی اور اس نے اسلام قبول نہ کیا تو حکم کے بغیر اسے فے شمار کریں گے۔ اگر وہ تنہا یہ شرط کرے کہ میں تین دن کے اندر اسلام قبول کرلوں تو فبہا ورنہ تم لوگوں کا غلام شمار ہوں گا یا سارے قلعہ والے یہی شرط کرلیں تو سارے مسلمان اس شرط کے پابند ہوں گے اور یہ سارے مسلمان ان کی حفاظت کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں گے۔ اگر مسلمان کافر شخص سے یہ کہے کہ تجھے پروانۂ امن حاصل ہے اس شرط کے ساتھ کہ تو یہاں آجائے اور اسلام قبول کرلے تو اسلام قبول کرنے سے پہلے صرف آجانے پر ہی امان پایا ہوا شمار ہوگا۔ اور اس کے مسلمان نہ ہونے کی شکل میں اسے اس کی حفاظت کی جگہ پہونچا دینا لازم ہوگا۔

اسی طریقے سے اگر کہے کہ اتر آنے اور پاس آنے کی شرط پر تجھکو امان حاصل ہے لہٰذا تو ہمیں سو دینار دیدے اور وہ اسے قبول کرکے چلا آئے اس کے بعد وہ شخص دینار دینے پر آمادہ نہ ہو تب بھی اس کو اس کی محفوظ جگہ پہونچا دینا لازم ہوگا۔ کیونکہ پہلی شکل میں امان اسلام قبول کرنے اور دوسری شکل میں دینار ادا کرنے پر معلق کی گئی ہے۔ لہٰذا جب وہ قبول منظور کرکے چلا آئے تو اسے امان پایا ہوا قرار دیں گے اور اس کے اوپر دینار لازم ہونے کا حکم ہوگا۔ لہٰذا اس کے دینار نہ دینے اور انکار کی شکل میں ادا نہ کرنے تک اسے قید میں رکھنے کا حکم ہوگا۔ لیکن کیونکہ اسے پروانۂ امن حاصل ہو چکا ہے اس لیے اسے فے قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا جس وقت بھی وہ دیناروں کی ادائیگی کرے گا اسے چھوڑ دینا لازم ہوگا تاکہ وہ اپنی حفاظت کی جگہ پہونچ جائے اور ان دیناروں کے اس کے ذمہ سے ساقط و ختم ہونے کا حکم ہوگا۔ البتہ اگر وہ اسلام قبول کرلے یا ذمی بن جائے تو دینار ساقط و ختم ہو جائیں گے۔ اسی طریقے سے اگر وہ ایک اسی عطا کرنے کی شرط پر صلح کرے تو اس کے اوپر متوسط درجہ کی ماس یا اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہوگی۔

اگر کوئی دار الحرب کا باشندہ مسلمانوں سے کہے کہ مجھے اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو کہ میں تم لوگوں کے پاس آجاؤں اور میں تم لوگوں کو سو دینار عطا کروں گا۔ اور اگر تمہیں سو دینار عطا نہ کروں تو میں امان یافتہ شمار نہ ہوں گا یا اس طریقے سے کہے کہ اگر میں قلعے سے اترنے کے بعد تم لوگوں کے پاس آجاؤں اور سو دینار تمہیں دیدوں تو میں امان پایا ہوا شمار ہوں گا اس کے بعد وہ اتر کر چلا آئے اور مسلمان اس سے دینار مانگیں اور وہ دیناروں کی ادائیگی سے انکار کرے تو قیاس کی رو سے اسے فے قرار دینے اور استحساناً فے قرار دینے کا حکم کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کو امام المسلمین کے سامنے پیش کیا جائے اور امام اسے اس مال کی ادائیگی کا حکم کرے۔ لہٰذا اگر وہ ادائیگی کردے تو فبہا ورنہ ادا نہ کرنے کی شکل میں اسے فے قرار دینے کا حکم ہوگا۔ اگر ان لوگوں میں کوئی شخص جنہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہو کہے کہ تم مجھکو امان عطا کرو یہاں تک کہ میں تم لوگوں کے پاس آجاؤں اس شرط کے ساتھ کہ تمہیں کسی جگہ پر سو قیدی آدمیوں کے بارے میں نشان دہی کردوں گا اور بتاؤں گا اور مسلمان اس شرط کے ساتھ اسے امان عطا کردیں۔ اس کے بعد وہ ان کے پاس آکر انہیں اس مذکور جگہ پر لے جائے لیکن اس جگہ کوئی قیدی نظر نہ آئے اور وہ شخص کہے کہ قیدی یہاں تھے ضرور لیکن کسی مقام پر چلے گئے اور مجھے یہ خبر نہیں کہ وہ کس جگہ گئے ہیں تو اس آدمی کو اس کے اپنے قلعہ میں یا جس جگہ سے وہ آیا ہوا ہے وہیں پہونچا دینے کا حکم ہوگا۔ دار الحرب کا وہ باشندہ جو مسلمانوں کی قید میں ہو اگر وہ کہے کہ مجھکو اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو کہ میں تمہاری آدمیوں کی جانب نشان دہی و رہبری کروں اور مسئلہ کی باقی صورت جوں کی توں رہے۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں کی ان کی جانب رہبری نہ کرے تو اسے امان پایا ہوا قرار نہ دیں گے اور امام کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اسے قتل کردے۔ اگر وہ شخص

جو چہار طرف سے گھرا ہوا (محصور) ہو کہے کہ مجھے اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو کہ میں تمہاری سو قیدیوں کی جانب رہبری کروں اور سو قیدیوں کی نشان دہی و رہبری نہ کرنے کی شکل میں تمہارے لئے فے ہوں گا۔ یا مملوک شمار ہوں گا اس کے بعد وہ شرط پوری نہ کرے تو اسے مسلمانوں کے لئے فے شمار کریں گے لیکن مسلمانوں کے واسطے اسے موت کے گھاٹ اتارنا جائز نہ ہوگا۔ اگر وہ کہے مجھے اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو کہ میں تم لوگوں کے پاس آؤں۔ اور تمہاری ایسے دیہات کی جانب نشان دہی کروں جس کے اندر سو غلام موجود ہیں۔ درآنحالیکہ انھیں مسلمان پہلے ہی حاصل کرچکے ہوں یا اگرچہ انھوں نے حاصل نہیں کئے تھے مگر یہ اس کی نشان دہی سے قبل ہی ان کو علم تھا تو اس کی نشان دہی قابلِ اعتبار نہ ہوگی اور اسے فے قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ مسلمانوں کو اس (گاؤں) کے راستہ پر لے چلے اور وہ مسلمان اس کے ساتھ اس راستہ پر چلیں اور پھر گاؤں تک پہونچنے سے قبل مسلمان (غلاموں کے بارے میں) آگاہ ہوجائیں۔ یا ذکر کیا گیا شخص مسلمانوں کو صرف اس مقام کا پتہ بتادے اور خود ان کے ہمراہ نہ جائے۔ اور مسلمان اس کے بتائے ہوئے پتہ کے مطابق جائیں حتیٰ کہ انھیں وہ قیدی مل گئے ہوں تو اسے اسی شخص کی نشان دہی شمار کریں گے۔

اگر وہ کہے کہ مجھے اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو کہ میں تم کو ایسے راستہ کی نشان دہی کردوں کہ تم ان کے اہل وعیال تک پہونچ جاؤ اور اگر میں اس طرح نشان دہی نہ کرسکوں تو میں امان پایا ہوا شمار نہ ہوں گا۔ اس کے بعد وہ آجائے اور دیکھے کہ مسلمان راستہ پا چکے ہیں اور وہ کہے کہ میں نے اسی راستہ کی نشاندہی کا ارادہ کیا تھا تو امان یافتہ شمار نہ ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ اس شرط کے ساتھ امان عطا کرو کہ مسلمانوں کو قلعہ کا راستہ بتلادوں اور پھر وہ قلعہ سے نشان دہی کرتا ہوا اتر آئے اور اس جگہ آکر دیکھے کہ مسلمانوں نے وہ راستہ پالیا ہے تو اسے امان پایا ہوا قرار دیں گے۔ اسی طریقہ سے اگر وہ کہے کہ اس قلعہ یا اس شہر یا کسی قلعہ یا کسی شہر کی نشان دہی کردوں گا تو اس شکل میں بھی یہی برقرار رہے (محیط سرخسی)

چوتھا باب
(مال) غنیمت اور اس کی تقسیم کا ذکر

پہلی فصل۔ (مال) غنیمت کا ذکر

جنگ کے دوران کفار پر غالب آکر لئے ہوئے مال کا نام غنیمت ہے۔ فے کفار سے بلا جنگ لئے ہوئے مال کو کہتے ہیں مثلاً جزیہ اور خراج وغیرہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ لیتے ہیں اور فے کے اندر پانچواں نہیں لیتے (غایۃ البیان)

کفار سے جو مال بذریعہ ہبہ یا چوری یا چھین لینے و اُچک لینے کے حاصل ہو یا ہدیۃً ملے اسے مال غنیمت قرار نہیں دیں گے بلکہ وہ مخصوص طور پر لینے والے کا ہی شمار ہوگا۔ (خزانۃ المفتین) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر دارالحرب کے شہروں میں سے کسی شہر کے کفار مسلمانوں کے لئے بذریعہ جنگ ان پر غلبہ حاصل کرنے سے قبل دائرہ اسلام میں داخل ہوجائیں تو وہ تمام آزاد شمار ہوں گے اور ان کی عورتوں و اولاد و مال پر کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اور ان کی زمینوں پر مسلمانوں کی زمینوں کی مانند عشر مقرر کیا جائے گا یعنی پیداوار کا دسواں حصہ لیں گے اور ان پر خراج کا وجوب نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر مسلمانوں کے ان پر غالب آنے سے قبل وہ لوگ ذمی بن جائیں تب بھی یہی حکم برقرار رہیگا البتہ اتنا فرق ہے کہ اس شکل میں ان کی زمینوں پر خراج مقرر کرنے کا حکم ہوگا۔ نیز ان کے ہر فرد (لائق جزیہ) پر قاعدہ کے مطابق جزیہ مقرر کرنے کا حکم کیا جائے گا۔

اگر مسلمانوں نے ان کے اوپر غلبہ حاصل کر لیا ہو اور اس کے بعد وہ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہوں تو اس صورت میں امام المسلمین کو ان کے بارے میں یہ حق حاصل ہے کہ خواہ انھیں اور ان کے مالوں کو مجاہدین میں بانٹ دے اس شکل میں اول پانچواں حصہ مسافروں، مسکینوں اور یتیموں کے لئے نکالا جائے گا اور چار حصے مجاہدین میں مال غنیمت کی مانند تقسیم کر دے گا اور ان کی زمینوں پر عشر مقرر کر دے گا۔ اور اس کا بھی اختیار ہے کہ ان کے اوپر احسان کر کے انھیں ان کے اہل وعیال اور اموال تمام لوٹا دے اور ان کی زمینوں کے اوپر عشر یا خراج مقرر کر دے۔ اگر مسلمان ان لوگوں کے اوپر غلبہ حاصل کر لیں اور یہ دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہوں تو امام کو حق حاصل ہے کہ خواہ انھیں غلام بنا کر انھیں اور ان کے اموال کو مجاہدین میں بانٹ دے۔ لہٰذا اگر وہ بانٹنے کا ارادہ کرے تو اس کے پورے مال غنیمت سے پانچواں حصہ نکال لے اور جس جگہ اسے رکھنا اور (مصرف) میں صرف کرنا چاہے رکھ کر باقی ماندہ مجاہدین میں بانٹ دے اور ان زمینوں پر عشر مقرر کر دے اور خواہ ان کے مردوں کو موت کے گھاٹ اتار کر عورتوں، بچوں اور مالوں کو ہمارے بیان کردہ طریقہ کے مطابق بانٹ دے اور خواہ اہل وعیال اور جانوروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے اور ان کے جانوروں اور ان کے اموال انہی کے حوالہ کر کے شرعی دستور کے مطابق ان کے اوپر جزیہ مقرر کر دے اور ان کی زمینوں پر خراج لاگو کر دے۔ (محیط)، چاہے خراج مقرر کی گئی زمین کا پانی عشری ہو مثلاً کنوؤں اور تالابوں، چشموں اور بارش کا پانی اور خواہ خراجی ہو مثلاً عجمی لوگوں (غیر عرب)، کی کھودی ہوئی نہروں کا پانی۔ (غایۃ البیان)،

اگر دار الحرب کے ان کافروں کے ساتھ جن کے اوپر غلبہ حاصل کر لیا گیا ہو اس طریقہ سے احسان کیا جائے کہ ان کی جانوں اور زمینوں کو ان کے حوالہ کر دیا جائے اور درگذر سے کام لیا جائے اور عورتوں، بچوں اور باقی مالوں کو مسلمانوں میں بانٹ دیا جائے تو درست ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں۔ البتہ اگر ان کے پاس زراعت و کاشت کے لائق مال چھوڑ کر ایسا کیا گیا ہو تو بلا کراہت جائز ہو گا۔ اسی طریقہ سے اگر اس طرح احسان کیا گیا ہو کہ ان کی جانوں، زمینوں، عورتوں اور بچوں کو ان کے حوالہ کر کے باقی سارا مال مجاہدین میں بانٹ دیا ہو تو اسے بکراہت جائز قرار دیں گے۔ البتہ ان کے پاس زراعت کے قابل چھوڑ دینے کی صورت میں بلا کراہت جائز قرار دینے کا حکم ہو گا۔ اگر محض ان دار الحرب کے باشندوں کی جانیں ان کو دیدیں اور درگذر سے کام لیا اور باقی ان کی زمینیں اور مال مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیئے گئے تو اسے درست قرار نہ دیں گے۔ اسی طریقہ سے اگر زمینیں ان لوگوں کی نہ ہوں اور امام چاہے کہ یہ (غیروں کی)، زمین عطا کر کے ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے تو اسے بھی درست و جائز قرار نہ دیں گے۔ (محیط) امام کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ زمینوں کے علاوہ سب مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کرے زمینوں کو مجاہدین کے اوپر وقف کی ہوئی زمینوں کے مانند رکھے اور خواہ ذمیوں میں سے کچھ لوگوں کو لا کر آباد کرے اور خراج مقرر کر دے اور یہ بھی حق ہے کہ چاہے خراج مقاسمہ مقرر کر دے اور چاہے خراج مقاطعہ۔ اور یہ سارا خراج ان مجاہدوں کو دیدیا جائے گا۔ (تاتار خانیہ عن شرح الطحاوی)

اگر کوئی ذمی اپنے عہد کو توڑ کر بغاوت وغداری کرے اور اپنی زمین پر غلبہ حاصل کرے یا مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر وغیرہ کے اوپر قبضہ کرے اور یہ شہر یا (ملک)، بالاتفاق دار الحرب بن جائے۔ اس کے بعد مسلمان ان کے اوپر غالب آجائیں اور امام المسلمین کو ان کے متعلق فیصلہ کا حق حاصل ہو تو اس صورت میں خواہ امام ان کے اوپر احسان کرتے ہوئے ان کی جانوں، مالوں اور ان اہل وعیال کو ان ہی کے حوالہ کر دے اور ان کی زمینوں پر خراج لاگو کر دے۔ اور خواہ عشر لازم کر دے۔ یہ عشر برائے نام اور حقیقتاً خراج ہو گا۔

اسی وجہ سے اس نوع کا عشر خراج کے مصارف کے موقعوں پر صرف کیا جاتا ہے۔ خواہ عشر دوگنا (ڈبل) مقرر کرے جیسا کہ امام عادل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنی تغلب پر کیا تھا۔ اگر امام المسلمین ان کافروں میں سے مردوں کو موت کے گھاٹ اتار دے اور عورتوں و بچوں کو بانٹ دے اور زمینیں بلا مالکوں کے رہ جائیں اور وہاں کوئی مسلمان قوم آکر آباد ہو جائے اور وہ مال غنیمت والوں (مجاہدین) کی اعانت کریں اور یہ زمینیں ان ہی کے حوالہ کر دی گئیں تاکہ وہ وہاں رہ کر مونث (تعاون) کریں تو درست ہے۔ مگر یہ فعل ان لوگوں کی رضا و خوشی کے ساتھ ہوگا۔ جنھیں ان زمینوں میں لاکر بسانا چاہتا ہو۔ جب ان زمینوں میں کچھ مسلمان آکر آباد ہو جائیں اور وہ ان زمینوں کے مالک بن جائیں تو ان زمینوں پر عشر اور خراج میں سے کسی ایک کے مقرر کرنے کا حق حاصل ہے۔

اگر مسلمانوں میں سے کچھ مسلمان اسلام سے پھر جائیں اور وہ اپنے شہر یا مسلمانوں کے شہر میں سے کسی شہر کے اوپر غلبہ حاصل کر لیں اور وہ مقبوضہ شہر بالاتفاق دار الحرب بن جائے اس کے بعد مسلمان اس پر غلبہ حاصل کر لیں تو بجز اسلام قبول کرنے اور موت کے گھاٹ اتارنے کی کوئی بات قابل قبول نہ ہوگی۔ لہٰذا اگر وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے انکار کریں تو انھیں موت کی آغوش میں سلا دینے کا حکم ہوگا۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مجاہدین میں بانٹ دینے کا حکم کیا جائے گا اور انھیں مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسلام قبول کریں، ان کی زمینوں اور مالوں کو بھی مجاہدین تقسیم کریں گے اور ان کی زمینوں پر عشر مقرر کرنے کا حکم ہوگا۔ اگر خلیفۃ المسلمین کی رائے کے مطابق مردوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور عورتوں و بچوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنا اور زمینوں کا تقسیم نہ کرنا بہتر ہو اور اسے اس فیصلہ میں مسلمانوں کے لئے خیر و بھلائی نظر آئے تو اسے ایسا کر لینے کا حق حاصل ہوگا۔ اس کے بعد اگر اسے اپنی رائے کے مطابق ان زمینوں میں کسی ذمی قوم کو لاکر بسا دینا بہتر معلوم ہو اور وہ ذمی قوم اپنا اور ان زمینوں کا خراج ادا کیا کرے۔ تو اسے اس کا بھی حق حاصل ہوگا اور اس کے ایسا کرنے پر یہ زمینیں ذمیوں کی ملکیت قرار دی جائیں گی اور ان کی اولادیں نسلاً بعد نسل ان کی وارث قرار پائیں گی اور یہ (حسب قاعدہ) خراج ادا کرتی رہیں گی۔ واضح رہے کہ اس جگہ گزرے ہوئے مسئلہ کے برعکس ذمیوں کو لاکر بسانے کا ذکر ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ ذمی اسلام سے پھر جانے والے لوگوں کے ہلاک کر دیئے جانے سے مشتعل و غضب آلود نہیں ہوں گے اور گزرے ہوئے مسئلہ میں ایسی شکل نہیں ہے۔ اگر خلیفۃ المسلمین کے غلبہ حاصل کرنے کے بعد اسلام سے پھر جانے والے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ہوں تو انھیں آزاد قرار دیا جائے گا اور ان کے اوپر کسی قسم کی ملکیت حاصل نہ ہوگی مگر ان کی عورتوں، بچوں اور مالوں کے سلسلہ میں امام کو حق حاصل ہے کہ خواہ انھیں مجاہدین میں تقسیم کر کے زمینوں پر عشر مقرر کر دے اور خواہ بطور احسان اسلام سے پھر کر دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کو ان کی عورتیں اور بچے اور زمینیں عطا کر دے اور زمینوں پر خواہ خراج مقرر کرے خواہ عشر لاگو کر دے۔

اگر خلیفۃ المسلمین یہ چاہے کہ سابقہ حالت پر ان کی عشری زمینوں کو عشری اور خراجی زمینوں کو خراجی رہنے دے تو اسے اس کا بھی حق حاصل ہوگا اگر خلیفہ ایسے ذمیوں کے اوپر جو اپنے عہد کو توڑ چکے ہوں یا دار الحرب کے لوگوں پر غلبہ حاصل کر کے انھیں ذمی بنا دینا چاہے تاکہ خراج کی ادائیگی کیا کریں۔ درانحالیکہ جنگ کے دوران ان کے اوپر غلبہ حاصل کرنے سے قبل ان کا مال ملا ہو تو یہ حاصل شدہ مال ان لوگوں کو لوٹانے کا حکم نہ ہوگا۔ البتہ عذر ہو تو بات دوسری ہے۔ عذر محض یہ ہے کہ ان لوگوں کو زمینوں کے آباد کرنے پر اس مال کے بغیر قدرت حاصل نہ ہو۔ رہا اس مال کا معاملہ جو انہی لوگوں کے قبضہ میں رہا ہو اگر زمینوں کی آبادی اور اس کی زراعت کے

باعث اس مال کی ضرورت ہو تو خلیفہ یہ مال ان لوگوں سے نہیں لے گا اور اگر ضرورت ہو تو امام المسلمین کو ان لوگوں سے وہ مال لیکر مجاہدین تقسیم کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ ان کے دلوں کو مائل کرنے اور دلجوئی کی خاطر یہ مال ان ہی کے پاس رہنے دے تاکہ وہ اسلام کے محاسن و خوبیوں سے آگاہ ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اسی طریقہ سے ان پر غلبہ حاصل کرنے سے قبل ان کی عورتوں اور بچوں میں سے جس کو بھی قید کیا ہو اسے بھی نہیں لوٹائیں گے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد ان عورتوں اور بچوں میں سے جو ان کے پاس ہوں کوئی نہ چھینے گا۔ امام المسلمین دار الحرب کے لوگوں پر غالب آکر کوئی شہر فتح کرے اور یہ شہر اور اس کے باشندے مجاہدین میں بانٹ دیئے جائیں۔ اس کے بعد ان کے اوپر ان کی جانیں بخش کر اور خراج کی ادائیگی کی شرط پر ان کی زمینیں عطا کر کے احسان کرنا چاہے تو امام کو حق حاصل نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر ان کے اوپر داول، اس طرح احسان کرے پھر تقسیم کرنا چاہے تو اسے یہ حق حاصل نہ ہوگا (محیط) جو قیدی ہوں ان کے بارے میں امام المسلمین کو حق حاصل ہے کہ خواہ انھیں غلام بنائے اور خواہ انھیں موت کے گھاٹ اتار دے۔ البتہ وہ مشرک جو عرب ہوں یا اسلام سے پھر گئے ہوں ان سے بجز قبول اسلام اور تلوار کے کچھ قابل قبول نہ ہوگا۔ امام کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ ان قیدیوں کو ذمی بنا کر رہا کر دے البتہ مشرکین عرب اور اسلام سے پھر جانے والے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یعنی انھیں ذمی بنانا بھی درست نہیں ان قیدیوں میں سے جو قیدی اسلام قبول کر لے اس کے لئے اتنا تو درست ہے کہ اسے غلام بنالیا جائے اس کے علاوہ کچھ درست نہیں۔ (تبیین) ان قیدیوں کو دار الحرب میں لوٹا دینا درست نہ ہوگا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر کچھ مسلمانوں کو دار الحرب کے لوگوں نے قید کر لیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ ان کافر قیدیوں کو حوالہ کر کے ان کے معاوضہ میں اپنے مسلمان قیدی لئے جائیں (کافی و متون) مگر اس کے اندر فقہاء کا اختلاف ہے۔ اسی وجہ سے "زاد" کے اندر نقل کیا گیا ہے کہ درست قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔

امام محمدؒ سیر کبیر کے اندر فرماتے ہیں کہ کافر مرد یا کافر عورتیں جو مقید ہوں اور مسلمانوں کے قبضہ میں ہوں انھیں دے کر اپنے ان مسلمانوں کو جو کافروں کی قید میں ہوں معاوضہ میں چھڑا لینے اور ان کے پنجے سے نجات دلانے میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ سے اس مسئلہ کے اندر دو قسم کی روایات ہیں ان دو میں سے زیادہ ظاہر روایت یہی ذکر کردہ ہے (محیط) عام مشائخ (بیشتر فقہاء) یہی فرماتے ہیں۔ (نہر الفائق) یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس طرح کے تبادلہ میں لشکر والوں کی رضا و خوشنودی شرط ہے کیونکہ اس صورت میں ان کو ملنے والے مال میں سے ان کا حق سوخت ہو رہا ہے۔ اگر اہل لشکر صرف مردوں کے تبادلہ پر راضی ہوں تو امام کو دوسرے تبادلہ (یعنی عورتوں کے بدلہ عورتیں وغیرہ) کا حق حاصل نہ ہوگا۔ رہے کافروں میں سے مرد قیدی اگر ابھی تک تقسیم نہ کی گئی ہو تو امام کو حق حاصل ہے کہ ان مرد قیدیوں کے بدلہ میں مسلمان قیدیوں کو رہا کرالے۔ اگر تقسیم کی جا چکی ہو تو اس صورت میں امام کو یہ حق حاصل نہیں البتہ اگر لشکر راضی ہو تو اور بات ہے۔

اگر کافروں کے بادشاہ کا قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ وہ کسی (مخصوص) جگہ پر قیدیوں کا تبادلہ کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ساتھ کافر مسلمانوں سے یہ عہد لے لیں کہ قیدیوں کے لانے اور تبادلے تک ہمیں پروانۂ امن عطا کر دو۔ اور اگر تبادلہ کے اوپر فریقین متفق نہ ہوں تو ہمیں اپنے مسلمان قیدیوں کے ساتھ لوٹ جانے کا حق ہوگا۔ تو اس صورت میں مسلمانوں کو اپنا عہد پورا کرنا چاہیئے اور تبادلہ کی جو بھی شرط کی ہو خواہ یہ شرط کی ہو کہ تبادلہ میں یا اور قیدی وغیرہ دیں گے اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ اگر دونوں آپس میں تبادلہ پر راضی ہوں اور کافر یہ چاہیں کہ مسلمان قیدیوں

سمیت لوٹ جائیں۔ درآنحالیکہ مسلمان ان کے اوپر حاوی اور ان سے قوی ہوں تو مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ کفار کو مسلمان قیدیوں سمیت اپنے ملک (دارالحرب) میں واپس جانے دیں اور ان کے اوپر معاہدہ کی اس شرط کو توڑ دینا اور ان قیدیوں کو رہا کرا لینا واجب ہوگا۔ البتہ بجز قیدیوں کے چھڑانے کے اور کوئی برا برتاؤ ان کے ساتھ نہ کریں (محیط)

کفار سے اس نوع کا تبادلہ کہ ان سے مال وصول کر کے ان کے قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے تو مشہور مذہبوں اور مسلکوں میں سے کسی مسلک کی رو سے اسے درست قرار نہیں دیا گیا[1] اگر کفار کا وہ قیدی جو مسلمانوں کے پاس ہو اسلام قبول کرلے تو یہ جائز نہیں کہ ان مسلمان قیدیوں میں سے کسی قیدی کے بدلہ جو کہ کفار کی قید میں ہیں اسے تبادلہ میں کفار کے حوالہ کردیں البتہ اگر وہ ...... اس بات پر بخوشی راضی اور اپنے اسلام مضبوط قائم ہو تو درست ہے۔ یہ جائز نہیں کہ قیدیوں پر احسان کرتے ہوئے انہیں بلامعاوضہ چھوڑ دیا جائے۔ (کافی)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مشرکین کے لڑکے مع ان کے والدین قید کر لئے گئے ہوں تو ان بچوں کا تبادلہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر تنہا کسی بچہ کو قید کر کے دارالاسلام میں لایا گیا ہو تو اس کا تبادلہ جائز نہ ہوگا۔ اسی طریقے سے اگر دارالحرب ہی کے اندر مال غنیمت کا مال بانٹ دیا گیا ہو اور کوئی بچہ کسی مسلمان مجاہد کے حصہ میں آئے یا مال غنیمت بیچ جائیں اور کوئی مسلمان اس مال غنیمت (بچہ) کو خرید لے تب بھی اس کا تبادلہ جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بچہ اس آدمی کے تابع ہو کر جو دارالاسلام اور اس شخص کے شہر میں تقسیم یا خریدنے کے سبب آگیا ہے مسلمان شمار کیا جائے گا (محیط)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان کفار سے گھوڑوں اور ہتھیاروں کو چھین لیں۔ اس کے بعد کافر ان کے تبادلہ معاوضہ کی درخواست کریں اس طرح کہ مال کے بدلہ یہ اشیاء ہمارے حوالہ کر دی جائیں تو اس طرح کا معاملہ درست و جائز نہ ہوگا۔ اور اگر وہ یہ درخواست کریں کہ ہمارا قیدی ہمارے حوالہ کر دو اس کے بدلہ میں یہ ایک مشرک شخص یا دو مشرک شخص لے لو تو مسلمانوں کے لئے اس نوع کا تبادلہ جائز نہ ہوگا۔ جو مسلمان دارالحرب کے اندر قید ہوں ان کا تبادلہ دراہم یا دیناروں یا ایسی اشیاء کے بدلہ میں جو جنگی امور میں تقویت رساں نہ ہوں مثلاً کپڑے وغیرہ درست شمار ہوگا۔ البتہ ہتھیار یا گھوڑے عطا کر کے قیدی چھڑانا درست نہ ہوگا۔ (سراج الوہاج)

امام محمدؒ سیر کبیر کے اندر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آزاد مسلمان شخص یا کوئی ذمی جو دارالحرب کے اندر مقید ہو کسی ایسے مسلمان یا ذمی شخص کو جو پروانۂ امن حاصل کر کے دارالحرب میں آیا ہو کہے کہ مجھکو فدیہ و معاوضہ کر کے ان سے رہائی دلوا دے یا مجھکو ان لوگوں سے خرید لے اور وہ اسی کے مطابق عمل کر کے اسے دارالاسلام میں لے آئے تو اس پر کسی قسم کی ملکیت حاصل نہ ہوگی اور وہ آزاد شمار ہوگا۔ البتہ جتنے مال کے معاوضہ میں اس قیدی کو چھڑایا ہو اتنے مال کا قیدی اس آزاد کرانے والے کا مقروض ہوگا۔ لہٰذا اگر دیا ہوا فدیہ و مال دیت کی مقدار سے زائد نہ ہو تو وہ پورا فدیہ اس سے وصول کرے گا۔ اور اگر دیت (جان) کے بدلہ میں دیا ہوا مال، کی مقدار سے زائد ہو تو رہا ہونے والے سے محض دیت کی مقدار کے مطابق لینے کا حق ہوگا۔ اور اس سے زائد وصول کرنے کا حق و اختیار حاصل نہ ہوگا۔ بعض مشائخ (فقہاء) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے قیاس کی رو سے معاوضہ میں ...... دیا ہوا کل مال واپس لینے اور وصول کرنے کا حق ہوگا چاہے دیت کی مقدار سے کم ہو یا زیادہ ہو۔ زیادہ صحیح قول کے مطابق امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سب یہی فرماتے ہیں جو پہلے ذکر کر دیا گیا

اسی طریقے سے اگر ذکر کیا گیا قیدی پروانۂ امن حاصل کر کے دارالحرب کے اندر آئے ہوئے شخص کہے کہ مجھے ہزار دراہم کے

[1] جنگ بدر وغیرہ کے قیدیوں کی نظیر سامنے ہے اس لئے یہ بات خود محل نظر ہے۔

بدلہ ان سے رہائی دلوادے اور حکم کیا گیا شخص اتنے معاوضہ میں چھڑا سکے بلکہ زیادہ کے بدلہ میں چھڑوائے تو اس صورت میں رہاشدہ شخص سے محض ہزار دراہم وصول کرنے کا حق ہوگا۔ (ذخیرہ)

اگر قیدی حکم کئے گئے شخص سے اس طرح کہے کہ مجھکو ان لوگوں سے اس شئے کے بدلہ میں جو تو مناسب سمجھے یا جس کے بدلہ تو چاہے رہائی دلوادے۔ یا اس طریقہ سے کہے کہ تو میرا فدیہ دے کر ان سے رہائی دلوادے اور تو جو کچھ میرے معاوضہ کے سلسلہ میں کرے گا درست ہوگا تو اس شکل میں رہا کرنے والے نے جو کچھ بھی اس کے فدیہ کے طور پر دیا ہو چاہے کم مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں سب وصول کریگا۔ اگر یہ قیدی باندی یا غلام ہو اور وہ کسی مسلمان شخص یا کسی ذمی سے جو پروانۂ امن حاصل کر کے آیا ہو کہے کہ مجھکو ان لوگوں سے خرید لے یا فدیہ میں لے لے اور وہ اس کی قیمت کے بقدر یا اس کی قیمت سے کم یا زیادہ پر اسی طرح کر لے تو اسے درست قرار دیں گے اور اسے خریدنے والے کا غلام (یا باندی) قرار دینے کا حکم ہوگا۔ اگر غلام کہے کہ مجھکو میرے لئے خرید لے۔ اس صورت میں اگر اسے اس کی قیمت کے مانند یا معمولی فرق سے خرید لے اور ان لوگوں کو مطلع کر دے کہ میں اسے اس کی ذات کے لئے خرید رہا ہوں تو خریدنے والے کو غلام پر کوئی ملکیت حاصل نہ ہوگی اور وہ آزاد شمار ہوگا۔ اس کے بعد حکم دیئے گئے شخص کو یہ حق حاصل ہوگا کہ غلام کے فدیہ میں دیا ہوا مال اس سے وصول کرے (محیط)

اگر مکاتب شخص کسی سے یہ کہے کہ میرا فدیہ و معاوضہ طے کرا دے۔ اور وہ طے کرا دے اور اپنے پاس سے ادا کر دے تو وہ شخص فدیہ میں دیئے ہوئے مال کے بقدر مکاتب سے وصول کرے گا۔ اگر ذکر کیا گیا مکاتب آزادی کے لئے مقررکردہ مال کی ادائیگی پر قادر نہ رہے تو وہ ذکر کئے گئے مال کا مقروض شمار ہوگا۔ یعنی اس کے بدلہ اسے آقا کے پاس رہتے ہوئے (بھی) فروخت کرانا درست ہوگا۔ اگر مکاتب شخص اس سے کہے کہ بطور فدیہ میری طرف سے پانچ ہزار دراہم عطا کر دے درآنحالیکہ اس کی قیمت ہزار دراہم ہی ہو تو امام ابوحنیفہؒ اس کے درست و جائز ہونے اور امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ ناجائز ہونے کا حکم فرماتے ہیں۔ البتہ امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہزار دراہم کے بقدر درست ہوگا۔ مگر یہ اس صورت میں ہے کہ اسے آزادی حاصل نہ ہوئی ہو۔ اگر تجارت وغیرہ کی اجازت دیا ہوا غلام کسی شخص سے کہے کہ میرا فدیہ ادا کر دے تو فدیہ ادا کرنے والے کو یہ مال اس کے آقا سے وصول کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اور تاوقتیکہ وہ مملوک ہو اس سے بھی وصول نہیں کر سکتا البتہ اس کے حلقۂ غلامی سے آزاد ہونے کے بعد اس پر اس مال کی ادائیگی لازم ہوگی اگر کوئی اجنبی (غیر متعلق) شخص دوسرے سے کہے کہ جو دارالحرب کے اندر مقید ہو اسے خرید لے۔ لہٰذا اگر حکم دیئے گئے شخص سے اس طرح کہے کہ اسے میری خاطر خرید لے یا کہے اسے میرے (ہی) مال سے خرید لے تو اس صورت میں حکم دیا گیا شخص جتنے مال کے بدلہ خریدے وہ حکم دینے والے سے وصول کرے گا۔ اور اگر وہ یہ الفاظ "میری خاطر" یا "میرے مال سے" نہ کہے تو اسے حکم دینے والے سے وصول کرنے کا حاصل نہ ہوگا۔ البتہ اگر وہ اس کا شریک ہو تو اور بات ہے (ظہیریہ)

فتاویٰ کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی قیدی کسی کو ادائیگی فدیہ کا وکیل بنا دے اور وکیل کسی دوسرے شخص سے کہے کہ اسے میری خاطر خرید لے تو یہ درست ہوگا۔ اسی طریقہ سے اگر وکیل اس سے کہے کہ اسے میری خاطر میرے مال سے خرید لے تب بھی درست ہوگا اور وکیل کو وکیل بنانے والے سے اس مال کی وصولیابی کا حق حاصل ہوگا۔ اگر ایک وکیل دوسرے وکیل سے اس طرح کہے کہ "اسے خرید لے" اور یہ نہ کہے کہ "میری خاطر" یا "میرے مال سے" اس کے بعد دوسرا وکیل خرید لے تو وہ احسان کرنے والا شمار ہوگا۔ حتیٰ کہ دوسرے وکیل کو کسی شخص سے اس مال کی وصولیابی کا حق نہ ہوگا۔ اور پہلے وکیل کو بھی اپنے وکیل بنانے والے سے کچھ لینے کا اختیار

ہوگا۔ (محیط)

اگر مسلمانوں کا ایک گروہ اپنے چندہ سے مال اکٹھا کر کے ایک شخص کو دیدے تاکہ وہ دارالحرب میں پہونچکر دارالحرب کے لوگوں سے مسلمان اسیروں کو خرید لے تو اس صورت میں یہ آدمی وہاں کے تاجروں سے پوچھے گا پس جس کے بارے میں اسے یہ اطلاع دی جائے کہ یہ شخص آزاد اور ان کی قید میں ہے تو یہ شخص اتنی قیمت کے بقدر جو اس کے غلام ہونے کی صورت میں ہوتی اسے خریدے گا اور اس قیمت سے آگے نہ بڑھے گا۔ البتہ اگر قیمت میں معمولی سا اضافہ ہو تب بھی خرید لینا درست ہوگا۔ اگر حکم دیا گیا شخص کسی قیدی کو خریدنا چاہے اور قیدی اس سے کہے کہ "میری خاطر مجھے خرید لے" اور حکم دیا گیا شخص اس مال کے ذریعہ جو اسے عطا کیا گیا ہو خرید لے تو اس صورت میں حکم دیئے گئے شخص پر اس مال کا ضمان لازم ہوگا اور وہ ذکر کئے گئے قیدی سے جسے اس نے خریدا ہے وہ مال وصول کرے گا۔ اگر حکم کیا گیا مذکور شخص اس قیدی سے جو اس کے خریدنے کے قصد کے وقت اس سے یہ کہہ چکا تھا کہ "مجھے میری خاطر خرید لو" اس طرح کہے کہ "میں تجھکو اس مال کے بدلہ جو مجھکو عطا کیا گیا ہے ثواب حاصل کرنے کی غرض سے خریدوں گا" تب بھی وہ اسے اسی نوع سے خریدنے والا شمار ہوگا۔ (تاتارخانیہ)

ختم شد

محترم ممبران کے نام ——— **ضروری اعلان**

ہمارے بہت سے کرم فرماؤں کے گرامی نامے ادارہ کے نام موصول ہوئے جن کا فرداً فرداً جواب دینا مشکل تھا اس لئے بذریعہ اعلان اطلاع کی جاتی ہے کہ مولانا عبدالدائم جلالی صاحب کافی ضعیف ہو چکے ہیں اور صحت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے پارہ ۲۸ و ۲۹ کا مسودہ تیار نہیں تھا اس لئے پارہ عم جز اول چار جز میں شائع ہوگا۔ کیونکہ یہ پارہ ضخیم ہے اتنے پارہ ۲۸ کا مسودہ تیار ہو جائے گا۔ اور ۲۹ پارہ کا مسودہ تیار ہونے پر شائع ہوگا۔ اس کے علاوہ جو حضرات دو دو جز طلب کرنا چاہیں وہ ادارہ کو تحریر کر سکتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ایک روپیہ ڈاک خرچ کفایت رہے گی۔ لیکن دو جز تیار ہونے میں وقت ضرور زائد لگے گا۔ اس کے علاوہ فتاویٰ عالمگیری اردو کے ۱۶ جز شائع ہو چکے ہیں۔

آپ حضرات ادارہ کی ترقی اور مولانا عبدالدائم جلالی کے لئے صحت کی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مولانا کو صحت کلی عطا فرمائیں۔

فقط

(منیجر)